

کتاب قرآن



تذکره

اراء سلطان المجاهد طاهری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَقُلْ أَجَلُ الْكَافِرِينَ كَثِيرٌ أَلَا تَعْلَمُونَ

علم والوں سے پوچھو
اگر تمہیں علم نہ ہو

(انبیاء ۶)

کتاب

ایک قرآن ایک ترجمہ
علامہ عبد القیوم خاں

صیاب

یر مبارک موقع

دوسری ملاقات

مؤرخہ ۲۰۲۰ بمقام لاہور

ارادہ سلطانی حجامہ
تحفہ منجانب
ادکارہ

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، عید النضر، طرس، اردو صافی مجالس و پروگرام، شادی و نکاح
امتحان، کار و بار میں کامیابی، پرمشورت تہواروں اور دیگر خوشی کے موقعوں پر یہ کتاب
پیشہ نزدیک دور کے رشتہ داروں، احباب اور دوستوں کو بطور تحفہ پیش کریں۔

طلباء، نوجوانوں اور مہربان لکھنے کے لئے
لکھی گئی کتاب

3

کیا آپ کے گھر میں غلطیوں سے پاک مہندہ جان
اور ممتاز "اردو ترجمہ" قرآن پاک موجود ہے؟
یہ بات آج ہی اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم کیا جاسکتی ہے۔
قرآن مجید کے "اردو ترجموں" میں حیرت انگیز فرق پر مبنی اور تحقیقی کتاب
"اردو ترجمہ قرآن" کا مطالعہ شروع کر نیے پہلے اس کتاب کے ضروری حصوں کو دیکھ کر
قیامت کی کتاب کا ہر ورق گواہ ہو گا کہ "قرآن کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان" آپ کے
سامنے تھی۔ مگر آپ نے مطالعہ کر کے اس پر عمل نہیں کیا۔

ایک قرآن - ایک ترجمہ

(جلد اول و دوم) مکمل

موضوع

قرآن کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان

(مؤلف)

ارادہ سلطان مجاہد — طاہری

لاہور میں "فکر رضا و طاہر" ارادہ ٹاؤنس - چوک چٹانہ پکٹا
ٹیکسٹائل ملز - مینل آباد

تصانیف (کتب زیر تالیف) - پیرم مین - پیرمین چودھری ہندی
 پیرمین پندرہویں ہندی - بدعتوں کا اصل مخالف - تین گروہ اور بدعتیں
 چوتھا گروہ کفار - مجدد امام اور دوقوی نظریہ - سیاسی انتشار اور فرقہ
 پرستی کے خاتمہ کا وعدہ فارمولا - موازنہ حدیث فہمی (زیر کتب) -
 موازنہ قرآن فہمی - ذمہ دار حکومت یا تاریخدان - علحضرت اور عیسیت مصلحتی -
 ارباب سیاست توجہ کریں - علمائے کرام کی خدمت میں - اور



جلد
 اول و دوم مکمل

مؤلفہ
 ارادہ سلطان المجاہد طاہری
 سینئر سول انجینیئر - اد - ٹی - ایل - اوکارہ

دفتر لاہور
 فکر و مضامین
 ارادہ طاہری
 چوک جمالیہ کلاں پورہ
 فیصل آباد
 پاکستان

موضوع
 قرآن
 کے
 صحیح
 اور غلط
 اردو
 ترجموں
 کی
 پہچان

انتساب

بنام

بنام

یہ سب بزرگوار حضرت	امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ
پیر طاهر علاؤ الدین مدظلہ	امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ
القادی اگیستانی البغدادی	امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ
کہ جنکی زیارت کر کے خدا یاد آجاتا ہے	امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

* بنام حضرت کرناوالہ رحمۃ اللہ علیہ اوکاڑہ -

حضرت سائیں عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ دیپال پور -

حضرت حضور جی حصار دی رحمۃ اللہ علیہ رینا لاخورد -

حضرت مفتی نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اہیر پور -

حضرت خورشید احمد رحمۃ اللہ علیہ سہیل خلیفہ امیر ملت پرستید جا علیہ

جنگہ قدموں میں اکثر حاضری دیتا رہتا ہوں -

* حضرت علامہ سید احمد سعید کاشمی علیہ الرحمۃ نام کہ جن کی تبحر علمی کا معترف ۱۹۶۶ء

سے ہوں -

حضرت علامہ محمد طاهر القادری کے نام

کہ جن کی عصر حاضر میں بین الاقوامی سطح کی دینی خدمات روز روشن کی طرح متوقع

ہیں - انشاء اللہ وقت قریب ہے کہ ان کی تحقیق اور اجتہادی فکر سے

دنیا میں اسلام فیض یاب ہوگی -

نام کتاب — ایک قرآن ایک ترجمہ

تصنیف — ارادہ سلطان الحجاب طاہری

ناشر — مکتبہ فکر رضا و طاہر فیصل آباد

ارکامت — اقل ستمبر ۱۹۸۶ء

تعداد — ایک ہزار

سائز — ۱۸ x ۲۵

کتابت — الخطاط چوہاہی

ڈیزائنر — ارادہ سلطان الحجاب طاہری

* پیر طہقیت ابوالعباس حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی کے نام - جنگی بے مثال
تقریری و تدریسی خدمات میں - اللہ انہیں صحت عطا فرمائے -
* عالمی دعوتِ اسلامی کے مبلغین اور مجلسِ رضا کے معاونین کے نام -
کہ جنکو اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کے صدقے بے لوث تبلیغ اور مفت
کتب شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہے -
* صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن آف سلطان باہو کے نام -
جو خانتقاہوں کے ان سجادہ نشینوں کے خلاف جہاد میں مصروف
ہیں - جو شریعت و طہقیت سے غافل ہیں - اور تیرا، ٹیرا، گھوڑوں اور
کتوں کے دلدادہ ہیں -

سلطان فیاض الحسن

از - ابوالعباس بشیخ القرآن حضرت مولانا
مفتی غلام علی اوکاڑوی ^{العالی} ^{مظاہر}
برائے دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑہ

*

پیش لفظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

*

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ محمد رضا خان
البریلوی قدس سرہ العزیز برصغیر کے وہ جلیل القدر
عالم دین ہیں - کہ جن کے علم و فضل اور تجربہ
کو دیکھ کر عرب و عجم کے علمائے حق نے ان کو
بڑے بڑے دینی القاب سے یاد فرمایا ہے
چرا کہ حاصل یہ ہے کہ امام اہلسنت ہیں اور
چودہویں صدی کے مجدد برحق ہیں - مزید تفصیل
کے لیے حاکم الحرمین اور دولت مکہ کی تقریفات
ملاحظہ فرمائیں) ان کے تجدیدی کارنامے
ان کی تصانیف شریفہ سے ظاہر باہر ہیں -
جو سینکڑوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہیں -

اور ابھی تک بہت سی کتب و حواشی غیر مطبوعہ
 ہیں۔ یوں تو اعلیٰ حضرت ہر علم و فن میں کمال
 جہارت اور دسترس رکھتے تھے۔ تاہم کتاب و
 سنت اور فقہ اسلامی میں وہ اپنے زمانے میں
 بے نظیر اور بے عدیل تھے۔ علم فقہ میں انکی جہارت
 اور وسعت نظری اور شرف نگاہی کا زندہ
 ثبوت انکا فتاویٰ رضویہ ہے۔ جو بڑی تقطیع
 پر (12) عظیم و مخیم مجلدات پر حادی ہے قرآن
 حکیم، تفسیر و ترجمانی کیلئے ان کا ترجمہ قرآن کریم
 موسوم بہ کنز الایمان۔ اس قدر مقبول اور مشہور ہو
 چکا ہے۔ کہ بخدی اور انکے ایجنٹ بکھلا اٹھے ہیں۔
 اور حکومت سعودیہ اور عرب ریاستوں میں اس
 کے داخلہ پر پابندی لگوا دی گئی ہے۔ پیش نظر کتاب
 ”ایک قرآن ایک ترجمہ“ میں اس کے مولف و
 مرتب ارادہ سلطان المجاہد صاحب نے کنز الایمان
 اور بعض دیگر مشہور تراجم کا تقابلی جائزہ پیش کیا
 ہے۔ اور قرآن کریم کی بہت سی آیات کریمہ بطور نمونہ
 پیش کر کے کنز الایمان کے محاسن اور خوبیاں جاکر
 کی ہیں۔ اس فیقر نے کتاب مذکور کا پیش حصہ دیکھا
 ہے۔ راؤ صاحب نے ملک کے اکابر علماء اور ماہرین
 علوم اسلامیہ اور محققین کی آراء کو کئی مقامات

پر پیش کیا ہے۔ اور دوسرے تراجم کے مقابلہ میں
 اہم اہل سنت کے ترجمہ کی امتیازی خصوصیات کا
 سلیس زبان میں اس طرح ذکر فرمایا ہے۔ کہ اس سے
 عام مسلمان بالخصوص سکولوں اور کالجوں کے مدرسین
 اور طلبہ آسانی کیساتھ فیض یاب ہو سکتے ہیں۔
 راؤ صاحب نے بالخصوص ان آیات کریمہ
 کا انتخاب فرمایا۔ جن کی ترجمانی کے وقت اہم احمد
 رضا خاں نے ترجمہ کے وقت تفسیر باری تعالیٰ
 اور عصمت و عظمت انبیاء علیہم السلام کو خاص طور
 پر مسلمانوں کے جماعی عقیدہ کے مطابق پیش نظر رکھا
 ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ وہ راؤ صاحب
 کی اس محنت و کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

✱

فقیر حقیر

ابوالفضل قلام علی اوکاڑوی

11/86

نماز فجر کی دو رکعت سنت

(سنت الفجر) اول وقت پڑھنا اولیٰ ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ جب انسان سوتا ہے۔ شیطان تین گرہ لگا دیتا ہے۔ جب صبح اٹھتے ہی وہ رب عزوجل کا نام لیتا ہے۔ تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ اور دوسرے بعد دوسری گرہ کھل جاتی ہے (۱) اور جب سنتوں کی نیت باندھی تو تیسری بھی کھل جاتی ہے۔ لہذا اول وقت سنتیں پڑھنا اولیٰ ہے۔

(ملفوظات صفحہ 266)

نماز جمعہ

○ "سُطَّانِ اِسْلَامِ یا اُس کے نائب یا اُس کے ماذون (اجازت یافتہ) کا، (حق ہے کہ وہ جمعہ پڑھا لے)

○ (جہاں سُطَّانِ اِسْلَامِ نہ ہو)
"وہاں عالمِ دین ہی سُطَّانِ اِسْلَامِ ہے۔ وہ ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون" (اجازت یافتہ)

(ملفوظات صفحہ 289)

قرآن

کے
صحیح
اور
غلط
اردو
ترجوں
کی
پہچان

(جلد اول)

اُیّدہ برعنوانات

صفحہ

- | | |
|----|------------------|
| 7 | 1- انتساب |
| 28 | 2- تقدیم |
| 37 | 3- مصنف |
| | 4- تبلیغی درس 1 |
| 66 | 5- " " " |
| 67 | 6- تبلیغی درس 2 |
| 69 | 7- " " " |
| 70 | 8- تبلیغی درس 3 |
| 71 | 9- " " " |
| 71 | 10- تبلیغی درس 4 |
| 74 | 11- " " " |
| 75 | 12- تبلیغی درس 5 |
| 76 | 13- تبلیغی درس 6 |
| 78 | |

اللہ اور اُس کے حبیب کے نام سے ابتداء
منزل مراد۔ اٹھارہ سال بعد

حصہ اول

(درس 1 تا درس 3)

اللہ کا کلام
نئی نسل میں شعور کی کمی نہیں
دعوت حق کی ابتدا قرآن کے یہاں
صحیح عقیدہ
مطالعہ کا فائدہ
غیر جانبدارانہ تحقیق
مستند اور جامع ترجمہ کی پہچان
اب بات واضح ہو گئی
علماء و مفسرین کی توہین ہمارا مقصد
نہیں۔
فرد پرست افراد سے بچنے کا طریقہ

80	تبلیغی درس 7	ترجمہ قرآن کے تین اسلوب
81	15	1- اسلوب لفظی ترجمہ
81	16	2- اسلوب بامحاورہ ترجمہ
83	17	3- اسلوب فطری ترجمہ
84	18	عقل دم بخود
85	19	ترجمہ قیامت تک کیلئے ایک سند
86	20	فرق - یہ خدا کا کلام، وہ بند کا کلام
87	21	کنز الایمان سے پہلے ترجموں میں غلطی
88	22	کنز الایمان کے بعد ترجموں میں غلطی
89	23	تیرہ سو سالہ عظیم ورثہ
90	24	اب بھی وقت ہے
91	25	جواب کیلئے طاہر القادری
91	26	قرآن کا انداز بیان نہ تقریری تھا نہ تحریری
93	27	اُردو ترجمہ کی تاریخ
96	28	مختلف ترجمے اور معتقدین
98	29	مختلف ترجمے اور معتقدین
102	30	قرآن کے مختلف مفہوم
103	31	پہلی جماعت سے لیکر یونیورسٹی
108	32	کی سطح تک لکھ دینا ہے
109	33	تقابل جائزہ - تسمیہ
		عرفان کے دو مقام

111	34	تبلیغی درس 18	آداب الوصیت
112	35	" "	گہری حکمت کے تحت
114	36	تبلیغی درس 19	سورہ فاتحہ آیت 1
115	37	" "	عالم اور اہل عالم
116	38	تبلیغی درس 20	الحمد للہ
116	39	" "	جملہ دوسم کا ہے
118	40	تبلیغی درس 21	سورہ فاتحہ آیت 2، 3
119	41	" "	تسمیہ اور فاتحہ میں لفظ رحمت
120	42	تبلیغی درس 22	سورہ فاتحہ آیت 4
120	43	" "	ناکمل اور ادھورے ترجمے
123	44	تبلیغی درس 23	سورہ فاتحہ آیت 5
124	45	" "	مزید حصول مراتب کی دعا
124	46	" "	اس جگہ تین درجے ہیں
126	47	تبلیغی درس 24	سورہ فاتحہ آیت 6-7
127	48	" "	الوالاعلیٰ مودودی کی غلطی
130	49	تبلیغی درس 25	سورہ بقرہ آیت 2
131	50	" "	ذالک کی حکمت کو کوئی نہ سمجھ سکا
133	51	تبلیغی درس 26	حسی اعتبار اور رتی اعتبار
134	52	" "	کنز الایمان تفسیروں کے
"	53	" "	مطلوع سے بے نیاز کر دیتا ہے
134			ذالک کی معنوی مقام سے نا آشنا کیوجہ

- 54 - تبلیغی درس 27 مولانا محمد الحسن خود تسلیم کرتے ہیں
- 55 - " " " " ہم ہر دور کی بلند مقام علمی شخصیت کو
- 137 قدر و قدر کی نگاہ سے دیکھیں
- 56 - تبلیغی درس 28 ابوالاعلیٰ مودودی کا ترجمہ قرآن
- 57 - تبلیغی درس 29 لاریب فینہ
- 58 - تبلیغی درس 30 شک کی ساری نوعیتوں کا رد
- 59 - سلام رضا از اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا
- 145
- حصہ دوم (تبلیغی درس 3 تا 30)**
- 60 - ارشاد خداوندی سورہ محمد آیت 24
- 61 - تم پر کورڈوں درود از مجدد امام احمد رضا
- 62 - ارشاد بیان پر حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ
- 63 - تبلیغی درس 1 جنت پر محمد کریم شاہ کا ترجمہ
- 64 - " " " " پر حب کیلئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے
- 65 - " " " " ثابت ہوا کہ یہ تعاقب تراجم غیر جانبدارانہ
- 66 - تبلیغی درس 2 سورہ بقرہ آیت 3
- 67 - تبلیغی درس 3 سورہ بقرہ آیت 6
- 68 - " " " " جنگی قسمت میں کفر ہے
- 69 - تبلیغی درس 4 سورہ بقرہ آیت 9
- 70 - تبلیغی درس 5 سورہ بقرہ آیت 12-13
- 71 - تبلیغی درس 6 سورہ بقرہ آیت 15
- 72 - تبلیغی درس 7 سورہ بقرہ آیت 21

- 73 - تبلیغی درس 8 سورہ بقرہ آیت 45
- 74 - تبلیغی درس 9 سورہ بقرہ آیت 48
- 75 - تبلیغی درس 10 سورہ بقرہ آیت 120
- 76 - " " " " ایک عالم مسلمان بھی جانتا ہے
- 77 - تبلیغی درس 11 سورہ بقرہ آیت 120 (بقیہ)
- 78 - تبلیغی درس 12 سورہ بقرہ آیت 143
- 79 - تبلیغی درس 13 سورہ بقرہ آیت 173
- 80 - " " " " اس آیت کا جب مفہوم تبدیل کر دیا گیا
- 182 تو امت مسلمہ فرقوں اور گروہوں میں ٹٹکی
- 183 بقصد تقرب
- 81 - " " " " یہ معنی گذشتہ تیرہ سوال میں کسی نے بھی
- 82 - تبلیغی درس 14 نہ لئے تھے
- 184
- 83 - تبلیغی درس 15 دور حاضر کے نوجوان محقق و دانشور
- 186 طاہر القادری فرماتے ہیں -
- 84 - " " " " جب تک اصل ترجمہ بحال رہا آیت
- 188 کسی انتشار کا شکار نہ تھی -
- 85 - " " " " فرقہ بندی کا آغاز
- 86 - تبلیغی درس 16 سورہ آل عمران 54
- 192
- 87 - تبلیغی درس 17 مکر کے نئی معنی
- 192
- 88 - " " " " سورہ آل عمران آیت 55
- 195 حقیقی اور مجازی معانی کی آہ میں
- 196 بھیا تک غلطیاں

198	جسٹس پیر محمد کرم شاہ کی دلیلیز و قیامت	89 - تبلیغی درس 18
201	سورہ آل عمران آیت 119	90 - تبلیغی درس 19
	او! اندازہ کریں مستند اور قابل اقبال	91 - " " "
202	مفسر قرآن کو نئے ہیں -	
204	تقابل تراجم از ڈاکٹر طاہر القادری	92 - تبلیغی درس 20
204	اعلیٰ حضرت ہم تیرے آمان مند ہیں	93 - " " "
206	خدا اعلیٰ حضرت کو توفیق دی -	94 - " " "
207	سورہ آل عمران آیت 140	95 - تبلیغی درس 21
208	جسٹس پیر محمد کرم شاہ	96 - " " "
210	سورہ آل عمران آیت 143	97 - تبلیغی درس 22
211	جب کتب لغت و تفسیر	98 - " " "
216	سورہ نساء آیت	99 - تبلیغی درس 23
217	مولانا مودودی کو کچھ زیادہ ہی بے قابو	100 - " " "
219	ڈاکٹر طاہر القادری کی تقریر سے اقتباس	101 - تبلیغی درس 24
221	سورہ انفام آیت 76-77	102 - تبلیغی درس 25
224	پھر وضاحت	103 - " " "
225	سورہ انفام آیت 78	104 - تبلیغی درس 26
227	سورہ اعراف آیت 88	105 - تبلیغی درس 27
230	سورہ اعراف آیت 89	106 - تبلیغی درس 28
233	اعراف 99 (خدا عز و جل پر چڑھا)	107 - تبلیغی درس 29
235	غلطیاں دانستہ ہوئیں؟	108 - تبلیغی درس 30
238	از اعلیٰ حضرت مجدد انام احمد رضا	109 - سلام رضا

آئینہ عثمانیات

ایک قرآن ایک ترجمہ
(جلد دوم)

قرآن کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان

حصہ سوم تبلیغی درس 1 تا 35

صفحہ

241	سورہ زمر آیت 22	1 - ارشاد خداوند
242	بجسٹس علی اللہ علیہ وسلم	2 - نذرانہ عقیدت
243	حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	3 - ارشادات
245	ایک بہت بڑا سوال	4 - تبلیغی درس 1
245	فرقے کیسے بنے	5 - " " "
248	سورہ اعراف آیت 158-159	6 - تبلیغی درس 2
249	اگر صحیح ترجمہ کر دیا جاتا	7 - " " "
252	لفظ اتمی کا حقیقی مفہوم	8 - تبلیغی درس 3
252	اگر کہہ دیا جاتا ہے -	9 - " " "
253	خدا کا قسم	10 - " " "
254	لفظ الایمین اور الایمنین	11 - " " "
255	سورہ انفال آیت 35	12 - تبلیغی درس 4
258	سورہ انفال آیت 64-65	13 - تبلیغی درس 5
262	سورہ توبہ آیت 67	14 - تبلیغی درس 6
265	سورہ یونس آیت 21	15 - تبلیغی درس 7
268	سورہ یوسف آیت 6	16 - تبلیغی درس 8
270	علماء تفسیر و علماء لغت و ادب	17 - " " "

18	تبلیغی درس ۹	سورہ یوسف آیت 8	271
19	تبلیغی درس ۱۰	سورہ یوسف آیت 24	273
20	" " "	حضرت یوسف آمادہ گناہ؟	275
21	تبلیغی درس ۱۱	سورہ یوسف آیت 76	276
22	تبلیغی درس ۱۲	سورہ یوسف آیت 95	278
23	تبلیغی درس ۱۳	سورہ یوسف آیت 110	282
24	" " "	تائید خداوندی سے حضور یا یوس؟	283
25	" " "	شان نبوت کے مرتبہ خلاف	285
26	تبلیغی درس ۱۴	سورہ رعد آیت 42	288
27	تبلیغی درس ۱۵	سورہ الحجرات آیت 71	290
28	" " "	مولانا مودودی کی تفسیر	292
29	تبلیغی درس ۱۶	سورہ نبی اسرائیل آیت 71	293
30	" " "	امام زمان مراد ہے	294
31	" " "	لغت کے اعتبار سے غلط	295
32	تبلیغی درس ۱۷	سورہ کہف	296
33	" " "	محض بشر کہنا	297
34	" " "	جمال الوہیت بے حجاب	298
35	شکل کس بات میں - موازنہ (جلد اول حصہ دوم)		122
36	تبلیغی درس ۱۸	سورہ طہ آیت 121	300
37	" " "	ہمارا کہنا سچ ثابت ہوا	300
38	" " "	حکومت پاکستان متوجہ ہو	301

39	تبلیغی درس ۱۹	مختلف مسلک کا وجود لعنت نہیں	304
40	" " "	کسی مسلک کے عام مسلمان سے نفرت کیوں؟	305
41	" " "	عام مسلمان قصور وار کیوں نہیں؟	306
42	" " "	رائے ذمدگی تبلیغی جماعت	307
43	" " "	منافقت کے خلاف سینہ سپر	309
44	تبلیغی درس ۲۰	سورہ انبیاء آیت 87	310
45	" " "	بلکہ وہ شخص کافر ہے -	312
46	تبلیغی درس ۲۱	وہ شخص قطعاً کافر ہے -	313
47	تبلیغی درس ۲۲	تحقیق اور علمی وسعت بھی بے کار	317
48	تبلیغی درس ۲۳	سورہ انبیاء آیت 1۰7	319
49	" " "	رحمۃ العالمین	320
50	تبلیغی درس ۲۴	سورہ شعراء آیت 20	324
51	تبلیغی درس ۲۵	سورہ شعراء آیت 106	326
52	" " "	مفتی اعظم افریقا رضا خان	331
53	تبلیغی درس ۲۶	سورہ شعراء آیت 213	333
54	" " "	علامہ طاہر القادری	334
55	" " "	فرقے، تفرقہ اور انتشار	335
56	تبلیغی درس ۲۷	سورہ نمل آیت 22	336
57	تبلیغی درس ۲۸	سورہ نمل آیت 50	338
58	تبلیغی درس ۲۹	سورہ عنکبوت آیت 48	340
59	" " "	مولانا مودودی نے حضور کو "ان پڑھ" لکھا -	340

343	تیلیفنی درس 30	پھر تو تمام پر دنیوی بھی " ان پڑھ "
346	61 - سلام رضا	از اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا
		جلد دوم (حصہ چہارم)
349	62 - ارشاد خداوندی	آل عمران آیت 31
350	63 - نعت	از اعلیٰ حضرت مجدد امام
351	64 - منقبت غوث اعظم	" " "
352	65 - تیلیفنی درس 1	فرقہ پرستی اور حق پرستی
354	66 - " " "	نام مسلمانوں سے نفرت کیوں؟
356	67 - تیلیفنی درس 2	سورہ احزاب آیت 45
358	68 - " " "	شاید کا معنی احصا فرماؤ
359	69 - تیلیفنی درس 3	سورہ احزاب آیت 45
360	70 - " " "	ہم حضور کا جو در در ہی میں ملتے ہیں
362	71 - تیلیفنی درس 4	سورہ احزاب آیت 48
363	72 - " " "	پاکستان کا مطلب کیا
365	73 - تیلیفنی درس 5	سورہ صافات آیت 142
367	74 - تیلیفنی درس 6	سورہ صافات آیت 1
369	75 - تیلیفنی درس 7	سورہ صافات آیت 45
374	76 - تیلیفنی درس 8	سورہ شوریٰ آیت 24
375	77 - " " "	حضور کیلئے مہر لگانے کا مفہوم
377	78 - تیلیفنی درس 9	سورہ شعراء آیت 52

378	79 - تیلیفنی درس 9	حضور کے مومن ہونے کی نفی
380	80 - تیلیفنی درس 10	ترجمے ناقابل اعتبار ہیں
383	81 - " " "	یہ شک بھی دور
384	82 - تیلیفنی درس 11	سورہ زخرف آیت 32 - 33
388	83 - " " "	قرآن کی مقصدیت - کسرا ایمان کی مقصدیت
388	84 - " " "	سیرم کورٹ
389	85 - " " "	آیت کا پس منظر
391	86 - تیلیفنی درس 12	قادری صاحب آپ کا موقف کیا ہے
393	87 - " " "	ایک المحدث عالم چونک اٹھے
393	88 - " " "	سیرم کورٹ میں اعلیٰ حضرت کا ترجمہ نہیں تھا
396	89 - " " "	اعلیٰ حضرت آپ کی کمال فہم
398	90 - تیلیفنی درس 13	سورہ محمد آیت 19
399	91 - " " "	عصمت انبیاء کا مسلمہ عقیدہ
401	92 - تیلیفنی درس 14	سورہ فتح آیت 1
402	93 - " " "	مظلوموں کے سردار یا گنہگار
403	94 - " " "	"ل" سبب کے معنی میں
404	95 - تیلیفنی درس 15	انگریزی محققین نے اسلئے غلطی کی
409	96 - تیلیفنی درس 16	ائمہ تفسیر نے آیت کا مفہوم کیا سمجھا
412	97 - تیلیفنی درس 17	" " " "
	98 - سورہ تیلیفنی درس 18	سورہ نجم آیت 1

417	سورہ رحمن آیت 1 تا 4	99- تبلیغی درس 19
421	سورہ رحمن آیت 33	100- تبلیغی درس 20
425	سورہ مریم آیت 2	101- تبلیغی درس 21
428	قرآنی الفاظ میں صوتی ترجم	102- تبلیغی درس 22
429	سورہ تکویر آیت 1 تا 14	103- " " "
431	سورہ النزلت آیت 1 تا 9	104- " " "
434	سورہ بلد آیت 1 تا 2	105- تبلیغی درس 23
436	سورہ الفتحی آیت 7	106- تبلیغی درس 24
439	" " "	107- تبلیغی درس 25
440	مضمون بے خبر کس سے تھے۔	108- " " "
442	سورہ کفر دن آیت 1	109- تبلیغی درس 26
444	کنز الایمان کے ادبی کمالات	110- تبلیغی درس 27
445	ادبی اوصاف کی جھلک	111- " " "
447	ترجمہ کا ترجمہ تفسیر کی تفسیر	112- تبلیغی درس 28
448	سورہ الناس آیت 1 تا 6	113- " " "
449	سورہ بقرہ کی چند آیات کے ترجمے	114- " " "
450	لفظ "الکتبی"	115- تبلیغی درس 29
450	گستاخی کی نئی جسارت	116- " " "
452	حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ	117- " " "
453	غلط ترجموں کا نتیجہ	118- تبلیغی درس 30

456	اس سے آگے	119- تبلیغی درس 31
457	دیکھ لے غلط ترجموں کے کرشمے	120- " " "
458	کتاب کی آخری سطور	121- " " "
458	کیا حق اور کیا ناحق	122- " " "
160	123 حرف آخر	
161	موازنہ قرآن فہمی	124- " " "
466	پیارے اسلامی ساتھیو!	125- " " "
469	ازہر محفرت مجدد امام	126- لاکھوں سلام
470	127- ارشد القادری کی کتاب — زلزلہ — زیرِ دبر	
473	کالجوں اور یونیورسٹی کے طلباء	128- " " "
474	129- پانچ مفسر	
475	130- پہلا مفسر	
476	131- دوسرا مفسر — تیسرا مفسر	
477	132- چوتھا پانچواں مفسر	

اللہ اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ابتداء

اللہ اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام سے اس کتاب
 "ایکے قرآن ایک ترجمہ" کو لکھنے کی ابتدا کر رہا
 ہوں۔ یہ کام ہمارے جید علمائے کرام کا ہے۔ اور میں علماء کے خادموں
 کا خادم بھی کہلانے کا دعویٰ کروں تو اس قابل نہیں ہوں۔ عربی الفاظ
 کے معانی و مفہوم سے قطعی نا آشنا ہوں۔ بلکہ لکھی ہوئی عربی کو صحیح طور
 پر پڑھنے کی قدرت بھی نہیں رکھتا۔

اس کتاب سے قبل جب میں نے دوسری کتابیں لکھنا شروع کی تھیں
 تو اُس وقت بھی میں نے یہی سوچا تھا کہ یہ کچھ علمائے حق، محققین اور متقیان
 کرام کا ہے۔ اہل علم اویب و مصنف حضرات اس میدان کے اہل ہیں۔
 جبکہ ناچیز تو کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ عالم دین، نہ ادیب، نہ تصنیف و تالیف
 کا تجربہ، نہ لغات و ادب سے آشنائی اور نہ الفاظ و فقرات میں لہجہ
 کیفیت پیدا کرنے کا فن۔ اس لیے کئی مرتبہ خوف کھا کر قلم اور
 کاغذ ایک طرف رکھتا رہا۔ مگر سوچا کہ جو ادیب اور مصنف نہیں ہیں
 ان کے بھی توجہ یا ث و خیالات ہیں تو کیوں نہ جو بھی ٹوٹی بھوٹی اردو
 مجھے آتی ہے۔ اسی کو ولع و تحریر بنا لوں۔

اصل حیثیت تو کتاب میں بیان کئے گئے مقصد و مدعا کی ہوتی ہے
 اگر کتاب کے اندر مسلمانوں کیلئے وقت کی ضرورت کے مطابق مفید اور کارآمد
 باتیں نہیں ہونگی تو خالص الفاظ و عبارت کا حسن کیا کرے گا۔ لہذا میں نے

بچوں اور نوجوانوں کا شعبہ منتخب کرتے ہوئے انکے لیے دو کتابیں درپیش ہیں
(SUPREME MAN) اور "سپر مین" (SUPERMAN) جو دوسری
صدی کے آغاز تک کیا۔ اور دوسری کتابوں کا مواد اکٹھا کرنا شروع کیا۔
کتابیں آخری مراحل میں تھیں۔ کہ حضرت ملک شہر محمد خاں اعوان آف کالا باغ
اور مولانا عبدالحکیم شرف قادری جامعہ رضویہ لاہور اور دیگر صاحبان کی طرف
سے میرے خطوط کے جواب موصول ہوئے۔ لہذا میں نے ان تمام کتابوں کا کام
کچھ دنوں کے لیے ملتوی کر دیا اور وقت کی اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے
اس کتاب کو سب سے پہلے لکھنے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ کرنے میں دو باتیں
پیش نظر تھیں۔

پہلی بات یہ کہ میں نے سوچا کہ اتنا کام تو میں کر ہی سکتا ہوں کہ مختلف
علمائے کرام کے تحقیقی تبصروں اور تقابلی جائزوں کو موثر ترتیب سے ایک
کتاب میں جمع کر دوں۔ جب اس اہم ترین موضوع پر جو آج کی کتابوں
کی شکل میں ہے، ایک کتاب میں اکٹھا کر کے دلچسپ اور پُرکشش شکل
میں اسلامی بھائیوں کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ تو یقیناً ان کو حق تک
پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ یہ کتاب سمندر میں ایک قطرہ
کے برابر ہے۔ اس کا مقصد فقط یہی ہے کہ مسلمانوں کو قرآن کی طرف توجہ
کیا جائے کہ وہ قرآن کے مستند اردو ترجموں، اور وہ غیر مستند اردو
ترجموں کی پہچان کر سکیں۔ اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ ان مجید علماء
حق اور مفتیان کرام کو دور حاضر کے اس اہم ترین موضوع پر علم اٹھانے کیلئے
تیار کیا جائے۔ جو الگ سے لیکر الناس تک پورے قرآن پاک
کا تقابلی جائزہ اور تحقیقی تبصرہ کا حق ادا کرنے کی ملاحیت رکھتے ہیں۔

ماہر و مجید علمائے کرام کی "منظم ٹیم" ہی اتنے بڑے کام سے عہدہ براہوکتی ہے۔
جب علمائے کرام کی ٹیم اس موضوع کو مکمل کرے گی تو کتاب ساٹھ (60) سے بھی زیادہ
جلدوں (ایک سیارہ کی دو جلد) پر مشتمل ہو سکتی ہے۔ دیکھنے میں منصوبہ
پہاڑ نظر آتا ہے۔ مگر ضرورت رسد کی ماں ہے۔ اللہ کے گھر میں دیر ہے
اندھیر نہیں۔ انتہا اللہ وقت کی اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کیلئے
ضرور علمائے کرام میدان میں آئیں گے۔ اور اس عظیم منصوبہ پر کام شروع
کر دیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ میرے ذہن میں ایک عرصے سے پانچویں منصوبہ
ہیں۔ جن کے لیے میں نے اپنی بہت طاقت اور استطاعت و حیثیت کی ہر طاقت
کوشش اور جدوجہد کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ پہلے منصوبہ کا تعلق میری
ذات سے ہے (میں کے تحت میں کتابیں لکھ رہا ہوں۔ اور دوسرے کا اگر
رہا ہوں)۔ دوسرے تیسرے اور چوتھے منصوبہ کا تعلق
مؤرخین، معیشت دانوں اور سیاست دانوں سے ہے۔ ان کے ساتھ
خط و کتابت جاری ہے۔

پانچویں منصوبہ کا تعلق علمائے حق اور مفتیان کرام سے
ہے۔ اس ضمن میں خط و کتابت یا ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اس پانچویں
منصوبہ میں میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ خطوط اور ملاقاتوں کے ذریعے علمائے حق اور
مفتیان کرام کی اس منصوبہ کی طرف توجہ مبذول کروانا ہوں حتیٰ کہ وہ
اس منصوبہ پر رات دن ایک کر کے کام شروع کر دیں۔ اور اس کو پایہ تکمیل
تک پہنچا کر ہی دم لیں۔ ہمارے علمائے کرام کیلئے یہ پانچواں منصوبہ دراصل
ایک کٹھن کام ہے۔ اور اس میں اتنی زیادہ حسیاسیت کی ضرورت ہے کہ ذرا سی

بے احتیاطی بھی بہت دور تک نقصان دہ ثابت ہوگی۔

منصوبہ یہ ہے

دو گزشتہ کئی سالوں کی تحقیق نے دنیائے اسلام کو چونکا دیا ہے۔ اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد امام رضا نے اپنے ترجمہ قرآن و دکنز الایمان میں کوئی اُردو لفظ ایسا نہیں رکھا ہے۔ جسکی کوئی خاص حکمت اور وسیع تر علمی مفہوم و معانی نہ ہوں۔ لہذا قرآن مجید کے دوسرے تمام ”اُردو ترجموں“ کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ و دکنز الایمان کا تحقیقی موازنہ اور تقابلی جائزہ ہونا چاہیے۔ اور آج وقت کی اہم ضرورت ہے۔ علمائے حق وقت کی اس ضرورت کو اگر پورا کر دیتے ہیں۔ تو یقین کریں کہ آج کی نسل قرآن کے مطالعہ پر یوں ٹوٹ پڑے گی۔ جس طرح کئی دن کا بھوکا پیاسا و سترخون پر لگے کھانے پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ اس کام کو سرانجام دینے والے علما حق اور مفتیان کرام کی دورِ حاضر میں تو پذیرائی ہوگی ہی۔ مستقبل کی تاریخ میں بھی ان کا نام آب زر سے لکھا جائے گا۔ اور اس کا زمانہ پر ہر مسلمان آنکھ نموشی کے آنسوؤں سے تر ہو جائے گی۔ اس عظیم منصوبہ پر عمل درآمد کے دوران ایک پرہیز اور احتیاط ضروری ہے۔ ورنہ منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔ احتیاط یہ ہے کہ تمام تبصروں اور تحقیقی و تقابلی جائزوں میں ایک سطر بھی ایسی نہ ہو جس میں تعصب کالی گونج اور غیر تبلیغی الفاظ پر مشتمل تحریر کا رنگ پایا جائے۔ بڑے صبر و تحمل سے فقط حق بیان کرنے کا مشن سامنے رکھ کر اس منصوبہ پر کام کرنا ہوگا۔ ورنہ نئی نسل ایسے علماء اور مفتیوں کے

قریب کی بجائے دور بھاگے گی۔ اور رسوائی الگ ہوگی۔

مذکورہ بالا پانچوں منصوبہ کے تحت میں نے بہت سے علمائے کرام کی خدمت میں خطوط ارسال کئے۔ بہت سی جگہوں سے جوابات کا حال موصول نہیں ہوئے اور ایسے علماء اور دانش ور حضرات کی کمی نہیں۔ جنہوں نے بے حد حوصلہ افزا جواب دیئے ہیں۔ مضمون ملک شہ محمد خاں اہوان آف کالاباغ نے لکھا۔

..... گرامی قد!

..... آپ کی تحریر انتہائی سستون ہے۔ مجھے اس سے اتفاق ہے۔ میں آج کل ہرگز نہیں کہ آپ کے سلسلہ میں مصروف ہوں۔ فارغ ہونے پر آپ کی تحریر کے تمام خطوطوں کا جائزہ لینے کے بعد اپنے فیصلے سے آپ کو مطلع کر دوں گا۔ میری طرف سے حضرت مولانا غلام علی صاحب اذکار دی مدظلہ کی خدمت میں بڑا سلام پیش کر دیکھئے گا۔

آپ کا مخلص

شیخ محمد خاں غفارا اللہ عنہ

(86-2-15)

حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کا جواب بھی آیا۔ دراصل یہی وہ خط ہے جس نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں یہ کتاب لکھوں۔ حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں۔

سلام سنون!

”آپ کا ارسال کردہ مکتوب موصول ہوا۔ آپ کا منصوبہ بہت اہم ہے۔ راقم جو کام شروع کر چکا ہے وہ دو تین سال تک پورے ہوتے نظر نہیں آتے۔ کتنا اچھا ہو کہ آپ یہ کام کریں۔ آپ کی فکر آپ کا

جذبہ، آپ کا رسم و لفظ اور انداز سب موزوں ہیں۔ کم از کم آپ
علمائے عالم سے رابطہ تو کر ہی سکتے ہیں۔

والسلام
محمد عبدالحکیم شرف قادری
(86-2-11)

اس خط کی وجہ سے میں نے سوچا کہ مختلف علماء اپنے اپنے کاموں میں پہلے
ہی مصروف ہیں۔ اور ان کے فارغ ہونے میں کم از کم سال دو سال لگ جائیں گے۔
پھر یہ منصوبہ بذات خود اتنا بڑا ہے۔ کہ اس کی پہلی جلد چھپ کر مارکیٹ میں آتے آتے
دو سال لگ جائیں گے۔ لہذا یہ بات چار سال سے بھی دور فاصلے پر جا پڑے گی۔
کیوں نہ اس دوران غور کے طور پر ایک کتاب میں خود ہی ترتیب دوں۔ اس
سے ایک تو قبیلہ حضرت محمد عبدالحکیم شرف قادری کی خواہش پوری ہو جائے گی۔
اور دوسرے علماء رحمت سے متعلق اس منصوبے کا ابتدائی خلا پر کرنے کی کوششوں
میں مجھ ناجیز کی عملی شرکت بھی ہو جائے گی۔

○
مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں بریلی شریف کو لکھے گئے ایک خط میں میں نے
تقابل تراجم پر کام کرنے کا ذکر بھی کر دیا تھا۔ مفتی صاحب کی طرف سے جناب
عبدالتعمیم صاحب عزیزی ایڈیٹر ”سنی دنیا“ نے جواب دیا ہے۔
”..... مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب بہت بہت دعا کرتے ہیں۔
اور آپ کے کام کیلئے مبارک باد پیش کرتے ہوئے۔ اس کی تکمیل اور کتاب
کی مقبولیت کیلئے بھی دعا کرتے ہیں۔“

دعا ہے الفاظ پر دفیئر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی طرف سے بھی موصول ہو ہیں۔
”تقابل تراجم پر آپ کی کاوش انشاء اللہ مقبول و محمود ہوگی۔“
دفیئر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی الطہرت پر ایک کتاب ”رہبر و رہنما“ زیر کتابت
ہے۔ جس کی بات ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

”یہ سال آرٹ میں بارہویہ انداز میں طبع ہوگا۔ تاکہ کالج اور یونیورسٹی
کے طلبہ کو متوجہ کر سکے۔“

اسی خط میں ڈاکٹر صاحب کا یہ اکتشاف ہمارے لیے ایک خوشخبری ہے۔ کہ کراچی
سے ایک صاحب تقابل تراجم پر اپنی اپنی ڈی کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب
کی زبانی سنئے۔

”اں یاد آیا کراچی میں ایک پروفیسر تقابل تراجم پر ڈاکٹر ٹیٹ کر رہے
ہیں۔ آپ کا کام ان کیلئے بہت مفید رہے گا۔ احقر کے حوالے سے
منصوبہ ذیل پتے پر رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔“

پروفیسر محمد عبدالحکیم شرف قادری

4۔ بی۔ ڈی۔ والی۔ جے۔ روڈ، کراچی 5۔

تقابل تراجم دراصل آج کے دور کا ایک ”بنیادی شعبہ“ بن کر ہمارے
سامنے آ رہا ہے۔ اس ضمن میں حضرت مولانا قاری رضا المعطفی اعظمی خطیب
نیومین مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی مشہور سے خط و کتابت ہوئی۔ تو انہوں نے
بے حد حوصلہ افزاء جواب عنایت فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں۔

”زیر بحث موضوع کے بارے میں بارہا میں نے ارادہ کیا کہ دلجمعی کے

ساتھ کچھ لکھوں۔ مگر مختلف موضوعات پر یہاں کام کر رہا ہوں۔ اس

لئے تقابل تراجم کو شرح و بسط کے ساتھ لکھ نہیں سکا۔ بارہا نام اہمیت

ملے۔ حالانکہ یہی کوئی بات نہیں ہے۔ غمناک سے کام لیں یہ کتاب طلباء اور جموں کو قرآن کی طرف متوجہ کرنے کے

لیے کم سے کم ہے۔

منزل مراد — اٹھارہ سال بعد

میرے والدین انڈیا دہلی صلیح جھار سے ہجرت کر کے جب ۱۹۴۷ء کو پاکستان پہنچے تو اُس وقت میری عمر تقریباً ایک سال تھی۔ (تاریخ پیدائش غالباً جنوری ۱۹۴۷ء ہے) اور یوں ہجرت کی سعادت حاصل کرنے والوں میں ناچیز بھی شامل ہے۔ گاڈن (گوبند پور چک بیدی تحصیل پاکستان) کی مسجد میں قرآن مجید ناظرہ پڑھا۔ نماز میری ”دخار رحمت“ نے یاد کرانی پرائمری اور مڈل کے بورڈ کے امتحانات میں وظائف حاصل کئے۔ جسکی وجہ سے شہر میں جا کر تعلیم حاصل کرنا آسان ہو گیا۔ آٹھویں جماعت تک دینی تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ اور مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر اور مسلک کے متعلق بہت ہی کم معلومات تھیں۔ صرف اتنا جانتا تھا کہ دد میں ایک کٹر سنی ہوں۔

میرٹک میں گیا تو تعلیم کے علاوہ دد ہی دلچسپیاں تھیں۔ پہلی یہ کہ راجپوت برادری کے ساتھی طلباء سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں اور ایک تنظیم کی شکل میں اکثر اکٹھے ہوتے رہتے تھے۔ دوسری دلچسپی یہ تھی کہ دین کی طرف کچھ توجہ ہوئی اور سوچنا شروع کیا۔

”حق پر کون ہیں“

”دوسروں کو بھی سنا جائے“

فریڈرک کاسٹری، مفتی محسن، خلیفہ جامع مسجد دربار بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ
 غلام غوث بزاروی کو کئی مرتبہ سنا اور اسی مودودی کے طریقہ کی طرف
 توجہ ہوئی۔
 جمہوریت کے فارغ ہوا تو میرے اندر اتنی تبدیلی آچکی تھی کہ اب
 میں نے سوچنا شروع کر دیا تھا کہ

”اسلام ایک مکمل معاہدات ہے۔ اور کون دست میں تمام
 علم ۱۰ سالے زندگی کے مکمل رجحانی اور پدایات موجود ہیں۔
 پس فرق ہمارے علماء اور محققین کی فہم و کار اور تجربہ علمی کا
 ہے۔ کسی نے مفہوم قرآن و سنت کچھ سمجھ لیا ہے اور کسی نے
 کچھ.....“

میرٹک کی ڈیٹیل مارکس (DETAIL MARKS) حاصل کرنے کیلئے
 (1966ء کو) ایجوکیشن بورڈ لاہور آیا۔ تو دو دن داتا دربار میں گزارے۔
 اور کئی روحانی نشستوں میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔

فرسٹ ایئر میں تھا۔ کہ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی (جو اس وقت
 جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تھے) نے سنا کر کیا۔ غالباً آخر ۱۹۶۶ء میں جی۔ پی۔
 ٹی۔ کالج آف ٹیکنالوجی بہاولپور کے ”ہوسٹل ال“ میں حضرت علامہ کاظمی صاحب
 نے قانون فطرت کے موضوع پر لیرپ کے مفکرین کے حوالہ جات سے ایک
 یادگار خطاب فرمایا۔

— خطاب اتنا علمی، جامع اور پراثر تھا کہ اُس کا نکتہ

میرے ذہن سے آج تک محو نہیں ہوا ہے۔

اسی دھان بہاولپور میں راؤ فضل الرحمن مرحوم سی۔ ایس۔ پی (ریٹائرڈ) سابق

ڈیٹی کشر، چوہدری طفیل محمد مرحوم سی۔ ایس۔ پی (ریٹائرڈ) سابق اسٹنٹ کمشنر
(جنرل) راؤ حفیظ الرحمن مرحوم سابق ریاستی وزیر صحت و تعلیم، راؤ محمد اختر، ڈاکٹر
عبد الملک، راؤ محمد یوسف، قاری سردار محمد احمد اور راؤ نثار احمد سے ملاقاتیں
ہوئیں۔ ————— مرکزی انجمن ترقی و مسلم راجپوتانہ راویپسنڈی کے صدر
میجر رانا عبد الکریم، رانا عطا محمد اور رسالہ ماہانہ دو مسلم راجپوت، کے ایڈیٹر
نامو اہل قلم جناب نضرتی چوہان صاحب سے رابطہ قائم ہوا۔ مرکزی انجمن راویپسنڈی
کی زیر نگرانی کا کرنے والی دو خدمت طلباء، مسلم راجپوتانہ سوسائٹی، کا قیام
عمل میں لایا گیا۔ سوسائٹی کے پہلے صدر رانا محمد رفیق دانش پرنسپل ٹیچر ٹیکنیکل انسٹی
ٹیوٹ بہاول پور بنائے گئے۔ اور ناچیز کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔
سوسائٹی بہاول پور کے تمام کالجوں میں زیر تعلیم برادری کے طلبہ میں کافی
موثر ثابت ہوئی۔ اور بے شمار طالب علم، نوجوان اور بزرگ اس تنظیم کے ذریعے
ایک دوسرے سے شناسا ہوئے۔ اور اپنے اپنے رشتہ داروں کو جلتے اور
بہچانے لگے۔ اور برادری کے بہت سے مستحق طلباء کو مالی امداد دی گئیں۔
مالی امداد دینے والوں میں راؤ فضل الرحمن، راؤ حفیظ الرحمن اور راؤ اختر
پیشانی ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت اجر عظیم عطا فرمائے۔ جب
اس سوسائٹی کا کام طلبہ سے نکل کر برادری کے گھر گھر تک پھیلنا شروع ہوا تو
مؤرخہ 5/4 سے اس کا نام بدل کر دو اصلاح راجپوت بنوین، رکھ دیا گیا۔
ایک بڑے اجتماع میں اغراض و مقاصد میں ترمیم و اضافہ کیا گیا۔ نئی تنظیم کے
صدر ڈاکٹر چوہدری محمد شرف (جو کہ اسپیکل میڈیسیٹل میں ریڈیالوجسٹ ہیں)
بنائے گئے۔ اور جنرل سیکرٹری ناچیز ہی کو منتخب کیا گیا۔
ہر مہینے مذکورہ بالا سماجی بہبود کے کام کیلئے تھوڑا سا وقت نکالنا پڑتا

تھا۔ لیکن دینی مسائل کا حال تھا کہ مختلف کتاب فکر کے لکچر میرے سر مانے
ہوتے تھے۔ مگر مسائل کیلئے وقت نہیں تھا۔ درسی کتابوں سے ہی فرصت
نہیں ملتی تھی۔ شعور و سخن میں استاد عبد الحمید تنہا کی مدد سے کچھ دلچسپی تھی۔
سمات میرٹھی، اور شہاب، دہلوی کے ان اور مختلف کالجوں میں منعقد ہونے والے
مباحثوں میں شرکت ہوتی رہتی تھی۔ چند سال کے بعد شعر کہنا چھوڑ دیئے۔
ایک دن سوہا کو علی گڑھ جاتے ہوئے اور علامہ اقبال توفیے سے رمل۔ قابلیت
اور ادبیت تو عام شاعروں کے برابر ہی نہیں ہے۔ پھر وقت ضائع کرنے سے
کیا فائدہ۔ اس طرح افسانے، ناول اور ڈراموں سے نہ جانے
کون لغت ہو گئی تھی اور ہے۔ میں ان کو وقت ضائع کرنے کے مترادف سمجھتا ہوں۔
میں نے تمام شعور، قوم اور دین اسلام کو سامنے رکھ کر کہے۔ بزم فروغ اردو،
بہاول پور قائم ہوئی تو مجھے بزم کا جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ بزم کے زیر انتظام
مشاعرے منعقد ہوئے۔ کالج کے میگزین "دو گہتاب"، کیلئے عہدیداروں
میں مجھے بطور سیکرٹری رکھا گیا۔ "عرصہ شعر و شاعری" کے دوران میری شوج
کیا تھی۔ اس کا اندازہ اس طرح کیا جاسکتا ہے۔
(1966ء تا 1967ء)

تنا ہے کہ جو کچھ میرے دل میں ہے سناؤ۔ تمنا ہے عجائبات حقیقت کو اٹھا ڈالوں
تمنا ہے کہ میں عجائبات مسلم کو عیاں کر دوں۔ تمنا ہے نہاں کونے میں بھر بیکار کھڑوں

1۔ کاروائی مشاعرہ بعنوان "انٹر کالج بہاولپور میں بین الجامعی طرحی مشاعرہ" روزنامہ روز
مؤرخہ 23 فروری 1968ء

2۔ کاروائی مشاعرہ بعنوان "پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ بہاول پور میں طرحی مشاعرہ" روزنامہ روز
17 مئی 1968ء

3۔ خبر روزنامہ اردو مؤرخہ 24 فروری 1968ء

4۔ خبر روزنامہ اردو مؤرخہ 3 مارچ 1968ء

تمنا ہے خدا کے نام پر وہ فہمیں ہوں
تمنا ہے ستارے آسمان سے تو گر لڑوں
تمنا ہی تمنا کا زمانے بھر میں جلوہ ہے
تمنا ہو رفیق راہ یہ میسر ہی تمنا ہے
تمنا ہے کہ جب قربانی انسان کا وقت آئے
تمنا ہے مجاہد جان کی بازی لگا جائے

اللہ ہر رات دن لگنا رہوں
شان دین نبی کی بڑھادوں
باز دوں کو تو دے قوت حیدری
بت ہر اک تیکہ لے گراتا رہوں
آرزو ہے مجھے زندگی دے
نغمہائے محبت میں گاتا رہوں
یاد تیری ہی دل میں ہمیشہ رہے
آکھ کو تیرا نقشہ دکھاتا رہوں
اے خدا مجھے مجاہد کو تو فہم دے
تیرے احکام سب سناتا رہوں

(دیا رسول اللہ)

ہم کشتی برت سکتے ہیں، اگر چہ سوار ہیں
طوفان میں کناروں کے امیدار ہیں
تھی جستجو زمانے کو جسکی تھی تو ہو
ساحل شناس ہونگے گو طوفان تہرا ہے
جس نے بھی مصطفیٰ کی حقیقت کو پایا
صد خزاں کے اسکو پیام بہار ہیں
ہم پر بھی ہونگا ہر کم اے کم نواز
تیرے کرم کے حشر میں امیدوار ہیں
رد نہ جہاں مجاہد عامی کو بخشوا
دو چار نیکیاں ہیں تو بدیا ہزار ہیں

ادھر دین نبی کی شان لافانی ہے
ادھر بدخواہوں کی بیانی نہیں جاتی
مقاصد زندگی کے منزل اسلام میں پاؤ
بشر سے ورنہ ہستی اپنی پہچانی نہیں جاتی
مجاہد ہر ترقی قوم کی خواب پریشان
کہ جب تک قوم کی خوشنہ تناسل نہیں جاتی

خدمت اسلام کو تو دم دہن کو یاد کر
ملک کو خیریں بنا۔ افراد کو فریاد کر
زندگی برباد ہو کر اک بیابان بن گئی
خون دل سے اٹھو تو سیر کر آباد کر
گوش پر آؤ دنیا ہے تیرے نظر پر
محفل جنتی میں تو پہچانی رو داد کر
پہل پہل چلتے ہیں۔ تو کانٹوں سے لپکتا ہے
رات دن کی محنتوں سے زندگی کو شاد کر
مستقبل انسان کی کالہ مجاہد چھڑ دے
ان عرقا سے اپنے عاجزی فریاد کر

گلستانِ عقلت میں اے سونہ والو
گلستاں میں دیکھو۔ بہار آگئی ہے

مسلمانوں کو ڈھپلا زمانہ
وہ دہراؤ پہلا سنہری زمانہ
پھر اکبار بگڑی ہوئی کو سنا لو
گلستاں میں دیکھو بہار آگئی ہے
کیس روٹھ جائے نہ فضل بہار
مجاہد نہ برباد ہو یہ گلستاں
جگر کے لہو سے بہاروں کو پا لو
گلستاں میں دیکھو بہار آگئی ہے

میں رحم و کرم کی نظر مانگتا ہوں
گہرے میں آب گہر مانگتا ہوں
میں طوفان میں ڈھونڈتا ہوں کفارہ
میں بحرِ طلب میں بھونڈتا ہوں
نہیں آؤں مجھ کو عیش و طرب کی
میں آہوں میں اپنی آرزو مانگتا ہوں
مری آؤں وہی عجب آرزو ہے
میں خس و خاشاک سے پیشتر مانگتا ہوں

اس رنگ کی بہکری بھی چین میں ہے
جیسی بہار کو تو۔ اپنے وطن میں ہے
ماہ و نجمہ ماتہ میں ڈول کے سامنے
"ہر ذرہ آفتاب ہمارا وطن میں ہے"
لو زان صنم کدہ ہے مجاہد کے سامنے
جو شجہ جہاد آج دل بہت ممکن میں ہے

(سال 1968ء)

غلوں و اسحق نے کر جہاں تو میں آیا ہوں
وفا نے دوستی لے کر جہاں تو میں آیا ہوں

مساوات و اخوت کا محبت کا مروت کا
شرافت کا صداقت کا میں انی پیغام لایا ہوں
سرورشا دانی کا، رموز زندگانی کا !
محبت کی کہانی کا، میں غواں ہوں کنیا ہوں
میرا یا ہوں گلستاں میں، سحر لکھ شہتائیں
بھرے ہیں پھول داناں میں، بہار میں ساتھ لایا ہوں
اب انساں مکر لٹے گا، خوشی کے گیت گائے گا
قدم آگے بٹھائے گا۔ اُجاگاتھ لایا ہوں
نئی میں زندگی لیکر، شعور و آگہی لے کر
مجاہد دہشتی لیکر، جہاں نہیں آیا ہوں

میں مرنا ترے نام پر سیکھ جاؤں
مجاہد کا جو بھی عمل ہو خدا ایا
مری آرزو کی یہی انتہا ہے
وہ تیرا ہر فرمان تیری رضا ہو

پستی تہذیب تو کو آسمان سمجھتا تھا میں
ساکا تھا میرا ستاروں پر کندیں ڈالنا
میری منزل تھی سفر اک مستقل پیہم سفر
آہ لیکن ٹھوکر میں کھا کر ہوا منزل سے دور
کم نگاہی سے نہ دیکھے سید نگلتن کے چشم
بے خودی میں اسے مجاہد کیا خبر کیا گیا
وادی پر خار کو باغ جہاں سمجھتا تھا میں
اپنے زیر پا مقام اکبشتاں سمجھتا تھا میں
زندگی کو کارواں درکارواں سمجھتا تھا میں
راہ کے پتھر کو منزل کا نشان سمجھتا تھا میں
دشمن گل کو چین کا پاسبان سمجھتا تھا میں
"انکے افسانے کو اپنی داستان سمجھتا تھا میں"

جو حق آگاہ حق ہیں ہو۔ وہی کردہ پیدا
حقیقت کو جو تبتلے سر باطل کو ٹھکرائے
الہی میری آہیں بے اثر ہیں۔ کر اثر پیدا
ضرورت ہے کہ ہوا قبال جیسا دید و پیدا

۱۔ اک پاکستان طرحی شام و منقہ جی لٹل بہادر میں اس نغمہ کو دوئم پوزیشن ملی۔

(روزنامہ امروز 28-2-78)

اندھیرے آج چھٹ جائیں سو کا کتاب
مجاہد طالع عزم و عمل ہے زندگی اپنی
یقیناً قطرہ شبنم میں ہو آب گہر پیدا
تو آپ اپنا جہاں تو عمل سے اپنے کر پیدا

بمجاہد اب ہے شوق بیداری جلاؤں
چمن کی آگ آہنی ہے اس شمع شبنم
وہ جن کے خون کو دوق لال کے رسیاں ہیں
مجاہد کو سب تھا، دھڑک رہا ہے میں
وہی شور و فغاں پھر آج ہو گئے گلستاں
ذرا بار تو دیکھو، کیوں پڑے سوا آشیانوں میں
نظر آئی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں
کہ چرچا تھا سکماں کا زمین و آسمانوں میں

آنکھ وہ میرے درد کا دریاں کیے ہوئے
تنظیم و اتحاد کو، ایماں کو چھوڑ کر
اس قوم لا زوال کی وحدت بکھر، کر
وہ اسے مجاہد اہل حیات دوا ہیں
دشواری و حیات کو آساں کئے ہوئے
کیوں پھر رہے ہو چاک گر ہاں کئے ہوئے
بیٹھے ہو اپنی موت کا ساماں کئے ہوئے
جو ہیں وطن پر جان کو قرباں کئے ہوئے

یہ ہے اُن جیسے جوانوں کی دھرتی
کہ جن کو زمین آسمان جلتے ہیں

یہ دھرتی ہے۔ جس کا خدا پاسبان،
یہ ہے عزم والے جوانوں کی دھرتی
وطن ہے کہ حبت بروئے زمیں ہے
یہ ایمان والے جوانوں کی دھرتی
جو پہلے نہ ہرگز لڑیں گے کسی سے
یہ ہے ان نرالے جوانوں کی دھرتی
کہ ہر ایک جسکا جفاکش جواں ہے
کہ جن کو زمیں آسمان جانتے ہیں
بڑی دلکش ہے۔ نہایت حسین ہے
کہ جن کو زمیں آسمان جلتے ہیں
خدا کے سوا کیوں ڈریں گے کسی سے
کہ جن کو زمیں آسمان جانتے ہیں

ہمارا وطن ہے ۔ ہمارا وطن ہے
یہ اللہ والے جوانوں کی دھرتی ہے
مجاہد شہیدوں کا پیارا وطن ہے
کہ جن کو زمیں آسمان جانتے ہیں

اک ہم رہ دشوار سے گھبراتے ہیں
اک ہم ہیں کہ جو عیش کے متوایں
اک ہم کہ ترقی و وطن کے دشمن
اک ہم ہیں کہ جیسے کا سلیقہ بھی نہیں
اک وہ کہ جو منزل ہی پرستائے ہیں
اک وہ کہ پہاڑوں سے جو کچھ چاہیں
اک وہ ہیں کہ رنگ من کے بھولائے ہیں
اک وہ کہ مع تیغ و کفن آئے ہیں

(نوٹ :- سال ۱۹۶۸ء شروع ہوا کا بھر پور سال تھا۔
تمام کلام اور نظموں سے شروع کئے گئے تو اسکی
تقدیر بہت زیادہ ہو جائے گی ۔ بطور نمونہ
اتنے شعرا ہی کافی ہیں)

(سال ۱۹۶۹ء اور اس کے بعد)

کوئی پوچھے کہ منظور کیا ہے
جس نے سب کو برابر کہا ہے
”تم بھی رکھتے ہو عزت غریب“
اور غریبوں کے کوچہ میں جس نے
ڈھونڈو! ہم میں ہی کوئی کھڑا ہے
بھلا یہ بھی جہاں میں ہوا ہے
کہہ کے لوگوں کو بہکا دیا ہے
اپنی بھولی کو بھیسہ دیا ہے

۱۔ آل پاکستان انٹر کالجیٹ مشاعرہ
(MUSICAL - CONCERT)
منفقہ گورنمنٹ ڈگری کالج بہاولنگر (۱۹۶۸ء) میں رکن نم نے دوئم پوزیشن حاصل کی ۔

ہمارے گز کے جہاں زندگی تھی
سوئی کیلئے شیش کا کیا خوب فیصلہ
اپنے ہی بن گئے ہوں جہاں آئیں گے
دیکھیں کہ اہل ایسی ادا کیلئے ہو کون
حسن کے سوا ایسے صلہ کیلئے ہو کون
غیروں میں وہاں امید وہاں کیلئے ہو کون

اگر سچ ہے ۔۔۔ ہمیشہ رہے اقبال آج
اگر سچ ہے کہ وہی اللہ سے گدوں پر تھا
جن کا وطن ہم کو محفوظ ہے اس مجاہد کو
تو پھر جانے میں بھی تاخیر نہ ہونی چاہئے اقبال
یہ چشم تریں بھی تاثیر نہ ہونی چاہئے اقبال
تیری شہرت یہ عالمگیر نہ ہونی چاہئے اقبال

اگر عشق احمد سے دل آشنا ہے
کہ خواہوں میں ہوتی رہے دید تیری
مرے ہم دنیا کی متاع اللہ اللہ
میں تیرے غلاموں میں ہو جاؤں قابل
دہی پیشوا، اسے مجاہد ہم تیسرا
تو سمجھو کہ سب کچھ مجھے مل گیا ہے
میری آرزو کی یہی انتہا ہے
وہ باری برحق جو بعد از خدا ہے
میری زندگی کا یہی مدعا ہے
کہ عشق نبی جیسے دل میں بسا ہے

۱۔ حضرت علامہ مولانا بریلوی (جبار علی) ۲۳/۳/۶۸

تعلیمی زندگی کے دوران جیسے کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ سماجی بہبود کے کاموں اور شعروطن میں تو دلچسپی تھی مگر جب سیکنڈ ایئر میں پہنچا اور کالجوں میں طلباء یونینوں کے الیکشن ہوئے تو مجھے جنرل سیکرٹری سٹوڈنٹس یونین (جی۔ پی۔ ٹی کالج آف ٹیکنالوجی) منتخب کر لیا گیا۔ کالج کی سٹوڈنٹس یونین کے ہم تمام عہدیداران سے حلف چیف جسٹس (ریٹائرڈ) شیخ انوار الحق نے لیا تھا۔ وہ اُس وقت نوجو تھے۔ ان تمام سرگرمیوں اور ذمہ داریوں کے سبب میرے معمولات میں تبدیلی آنا فطری بات تھی۔ اب میں صرف درسی کتابوں کا کیرٹا نہیں رہا تھا پہلی تبدیلی تو یہ ہوئی کہ میرا رجحان سیاست کی طرف ہوا۔ یہ مرحوم صدر ایوب اور گورنر مونسلی کا دور تھا۔ سیاسی نظریوں کو جاننے کی جستجو ہوئی۔ سوچنے لگا کہ کس جماعت کا معاشی معاشرتی اور نظام حکومت سے متعلق وہ پارٹی منشور، عدل والہانہ پر مبنی ہے۔ دوسری تبدیلی یہ ہوئی کہ یہ معلوم کیا جائے کہ

دو برصغیر کے مسلمانوں کے مذہبی اور دینی گرد ہوں میں کونسا گروہ الیا ہے جو کہ دین حق کے زیادہ قریب ہے۔ وہ کونسی قدر علمی شخصیت ہے۔ جو کہ قرآن و سنت کے مفہوم کو دوسروں کی نسبت زیادہ صحیح اور بہتر سمجھ سکی ہے۔ قانون قدرت ہے کہ فہم و کار اور بصیرت کے لحاظ سے تمام شخصیتیں برابر نہیں ہو سکتی ہیں۔ اگر تمام مفسرین اور مفتیان کا میرٹ بنالیا جائے۔ تو لازماً ایک شخصیت سر فہرست بھی ہوگی۔

مذکورہ بالا دونوں باتوں کے حتمی نتائج پر پہنچے کیلئے میں نے حالات کا تجزیہ کرنا شروع کر دیا۔ اور باقاعدہ مطالعہ کی ضرورت محسوس کی۔ اسی دوران مرحوم صدر ایوب کے خلاف عوامی تحریک اٹھی۔ اور ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت

ایہ روزنامہ اردو تیار پنج ۱۶ مئی ۱۹۶۸ء

میں یہ تحریک آسمان سے باتیں کرنے لگی۔ پیپلز پارٹی نے معاشرتی اور معاشی اوصاف کا نوہ لگایا۔ اور استحصالی اور منافقانہ قوتوں کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کیا۔ معاشی اوصاف کا مشن کوئی معمولی مشن نہیں ہوتا۔ لہذا پاکستان کے پسے ہوئے غریب طبقے پیپلز پارٹی کی طاقت بننا شروع ہو گئے۔ میں نے بھی پیپلز پارٹی کیلئے کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پہلے طلباء کی سرگرمیاں جاری رہیں۔ پھر پاکستان کے راڈ ہاشم خاں ایم این اے اور علامہ اقبال میونسپلٹی ایم پی اے کے انتخابی حلقوں میں پیپلز پارٹی کیلئے رات دن کام کیا۔

تیسرے فارغ ہو چکا تھا اور جنرل حبیب اللہ کے ادارے بیوٹی کی خرید کرہ سٹیج کائنات میں نے اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ جنرل حبیب اللہ کے بعد یہ مزہب پنجاب انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بورڈ (P.I.D.B) کے پاس آئی تو پیپلز پارٹی کی ضلعی قیادت نے ٹریڈ یونین ازم میں حصہ لینے میں دلچسپی لی۔ پیپلز لیبر یونین قائم ہوئی اور مجھے جنرل سیکرٹری رکھا گیا۔ میں اُس وقت پیپلز پارٹی سب ڈویژن پاکستان کی مجلس عاملہ کا ممبر بھی تھا۔

جب میں نے اوکاڑہ میں ملازمت کی تو انجمن مسلم راجپوتانہ راولپنڈی کے مرکزی عہدیداروں سے سابقہ تعلق کے تحت خط و کتابت ہوئی تو انہوں نے اوکاڑہ میں برادری کا فلاح و بہبود کیلئے تنظیم قائم کرنے پر زور دیا۔ میں نے مختلف دوستوں اور عزیزوں سے مشورہ کیا۔ آخر ڈپٹی راڈ محبوب علیخان مرحوم (ریٹائرڈ) مال آفیسر کے کیساتھ ایک طویل میٹنگ ہوئی۔ مرحوم نے میٹنگ میں جو موقف اختیار کیا۔ اس وقت تو مجھے اُس کی اہمیت کا احساس نہیں تھا۔ مگر آج چودہ (۱۴) سال بعد

۱۔ سبقت روزنامہ لاہور جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۲ مؤرخہ ۲ جون ۱۹۷۴ء (صفحہ نمبر ۲)
۲۔ روزنامہ مساوات لاہور (۱۹۷۴ء)

مرحوم کی دوزندیشی اور فہم و فراست یاد آ رہی ہے۔ انہوں نے کہا تھا۔

و اوکاڑہ میں مرکزی انجمن راجپوتانہ راولپنڈی کی برادری قائم کرنے کی بجائے سنٹرل مسلم راجپوت ایسوسی ایشن (جو کہ پہلے ہی اوکاڑہ میں جنم لے چکا ہے) اور ایک راجپوت ہائی سکول کو چلا رہی ہے، کو فعال اور مستحکم بنایا جائے۔ یہ بھٹوکا دور ہے۔ سکول اور دیگر ادارے کسی بھی وقت قومی ملکیت میں جاسکتے ہیں۔ اور اس کے بعد مجھے ایسا لگتا ہے کہ ایسوسی ایشن کو چلانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ بزرگ ایک ایک کمرے رخصت ہو چکے ہوں گے۔ لہذا کیوں نہ ایسوسی ایشن سے سکول کے علاوہ برادری کے دیگر فلاحی اور اصلاحی کام بھی لئے جائیں۔ مال آفیسر مرحوم نے کتنے پتہ کی بات کی تھی۔ واقعی آج راجپوت ہائی سکول گورنمنٹ کی تحویل میں ہے اور راجپوت ایسوسی ایشن کا وجود برادری میں ختم ہے۔ حالانکہ ایسوسی ایشن کو قائم دوا رکھنے والے بہت سے حضرات (جنرل امراؤ خاں، راؤ افضل خاں، جنرل فرمان، احسان اللہ خاں، ڈاکٹر علی بہا، دغاں وغیرہ) اب بھی حیات میں ہیں۔ ان کیلئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ کہ سکول گورنمنٹ کی تحویل میں چلا گیا تو کیا ہوا۔ ایسوسی ایشن تو زندہ رہنی چاہئے تھی۔ ایسوسی ایشن تو برادری میں ایک دوسرے سے رابطہ اور اتحاد و اتفاق قائم کرنے کے لیے بزرگوں کی دی ہوئی ایک نشانی اور وراثت تھی۔

الغرض ڈپٹی محبوب علیخان مرحوم اور میں نے برادری کا ایک اجلاس بلایا اور دو راجپوت ایسوسی ایشن، قائم کر دی گئی۔ مختلف تقاریب اور جلسوں میں انتظام اور نظم و ضبط رکھنے کیلئے ایسوسی ایشن کے میزبان

پر مشتمل ایک ”دو رضا کار تنظیم“ (الگ ہی ڈل) بھی بنائی۔ ایسوسی ایشن کے پہلے صدر ڈپٹی محبوب علی خاں مرحوم منتخب ہوئے۔ اور جنرل سیکرٹری راجپوتانہ بنایا گیا۔ ایسوسی ایشن نے مرکزی انجمن راجپوتانہ راولپنڈی کے ساتھ مل کر برادری کے اتحاد و اتفاق اور فلاحی و اصلاحی بہت سے کام سر انجام دیئے۔ بیوہ خواتین میں سلائی مشین کی تقسیم، شادی غمی کے موقعوں کے لیے درلوں کا انتظام، قبرستان کیلئے کھدائی کئے اور اردن کی فراہمی وغیرہ کے کام ہوئے۔ ۱۹۷۲ء کو میں نے فوجی فائڈولیشن لائل پور کانٹننٹل میں ملازمت اختیار کر لی اور ایسوسی ایشن کا چارج اس وقت کے جنرل سیکرٹری کو دیگر میں اوکاڑہ سے فیصل آباد منتقل ہو گیا۔

جیسے کہ اوپر بیان کیا کہ میں نے اوکاڑہ میں کم و بیش عرصہ چار سال مختلف اوقات میں بحیثیت جنرل سیکرٹری، راجپوت ایسوسی ایشن، بحیثیت جنرل سیکرٹری پیپلز لیبر لونیٹن، بحیثیت ممبر مجلس علیہ پاکستان پیپلز پارٹی شب ڈویشن پاکستان شریف کام کیا۔ اس دوران مشہور عالم دین ابوالبلیان حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی کے جمعہ کے خطبات اور دیگر اجتماعات میں ان کے مدلل بیانات و افکار سے کافی مدد ملی۔

میں اپنے نام کے ساتھ ”الگ ہی“ لکھتا تھا۔ کھدیر لباس والے مرحوم رانا غلام صابر رحمۃ اللہ علیہ سدا بہار ممبر اسمبلی اوکاڑہ رانا اکرا بانی کے والد

۱۔ مجھے ان سرگرمیوں میں کوئی غز نہیں ہے۔ سب کچھ میں اس لیے تحریر کیا گیا ہے کہ ناچیز نے انھی میں وقت ضائع کر کے جو شکریں کھائیں اور تجربات حاصل کیے اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل اور جنت کے شرف سنبھالنے کی توفیق ملی اس کا ذکر کیے بغیر پوری حقیقت حال سامنے نہیں آسکتی تھی۔

۲۔ پیپلز پارٹی کے اس دور کے رہنماؤں کے نام اور ان سے برائے دو اسلہ کو جس کتاب میں بیان کر دیا کچھ نام نہ نہیں ہے۔

سے بھی اس لفظ پر بحث ہوئی تھی (اسج بھی میرے نام کے ساتھ "ارادہ" میں پہلا حرف دو الف "ا" سے مراد دو الگ الگ "ا" ہے دو ارادہ یعنی دو الگ الگ ارادہ "ا" الگ الگ کے معنی دو آگے بڑھ کر کام کرنے والا "ا" کے ہیں۔ بعد میں مجھے علم ہوا کہ پیپلز پارٹی کے دور میں بعض اسلام پسند اور دیگر ممبران "و الگ الگ" کے معنی کام ادا کرتے رہے اور یوں مجھے سوشلسٹ اور کمیونسٹ سمجھتے رہے (چند اسلام پسند جماعتیں ایسی ہیں کہ انہوں نے اپنی مذہبی چودھرامیٹ دکھانے کیلئے یہ اصول بنایا ہوا ہے کہ جو بھی ان کا مخالف ہے اور حقوڑی سی بات معاشی اتفاق کی کر دیتا ہے تو وہ اُسکو "سوشلسٹ" قرار دے دیتے ہیں) اُس دور کی میری ایک حب ذیل تحریر سے شاید یہ اندازہ ہو کہ میں کیا تھا۔ جو کہ تقریباً چودہ سال قبل روزنامہ مشرق میں "ماہی نے حال کو اخلاقی جراثیم دینے ہیں" کے عنوان سے نمایاں جگہ (زنگین صفحہ آخری) پر شائع ہوئی تھی "معاشرہ میں جدید طریقے اور رنگ ڈھنگ، جن کی اساس عریانی فیشن پرستی، ہوس زر، آدرگی اور حسن و عشق ہے۔ کو دو زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو اہل صورت حال سامنے آجاتی ہے۔

اول :- جب بھی طور طریقے آزاد ادبے دین افراد میں پائے جائیں تو یہ ان کے لیے ترقی و خوشحالی کی منازل طے کرتے ہیں بلکہ معاہدہ ثابت ہوتے ہیں۔ اور حسن و عشق، عریانی و فیشن پرستی اور شراب نوشی ان کے لیے تسکین روح کا ذریعہ ہوتی ہے۔ دوم :- اگر بھی طور طریقے اور رنگ ڈھنگ و اصولوں کے پابند، اور "غیرت شناسی دین دار" افراد میں روح ہونا شروع

ل :- روزنامہ مشرق لاہور صفحہ آخری مؤرخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۲ء

ہو جائیں۔ تو نہایت بدترین معاشی بگاڑ کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ اور دنیاوی و روحانی اور دنیاوی سکون تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ اور معاشرہ افراد ہمیشہ جہنم کے لیے لا علاج روحانی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

"تمام پاکستان کو ابھی چھپسی چھپسی سال ہے۔ پاکستان میں پیدا ہونے والا بچہ ابھی کہ تعلیم و تربیت کے مراحل سے پوری طرح فارغ نہیں ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب تک معاشرہ کی قیادت نئی نسل کی بجائے ہمارے بزرگوں کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اور وہ تمام بزرگوں جنہیں ہمارے معاشرہ میں آزادی کے ساتھ پر دان چڑھنے کا موقع دیا جاتا رہا۔ ہمارے بزرگوں کی کوتاہی کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک طرف ہمارے بزرگ معاشرتی بگاڑ کی تمام تر ذمہ داری نئی نسل پر ڈالتے ہیں اور دوسری طرف غیر محاکم کی غرائز غلبہ، فحش گناہیں اور "برہنہ تعافتی پروگرام" کی ترقی کے لیے سرکاری خزانے سے کروڑوں روپیہ خرچ کئے جاتے ہیں کی منظوری دیتے رہے ہیں۔ ایک طرف تو جوانوں کو ماڈرن بننے سے گریز کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف فحش اور بے مقصد پروگراموں کے لیے ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سینما گھر قائم کر دیئے ہیں۔ جن کے ذریعے نت نئی عریانی اور فحش پرستی کی ترغیب دی جاتی ہے۔"۔۔۔۔۔

و کیا ہمارے پریویشنیشن "ا" دی، سینما گھر اور اخبارات و رسائل ہماری تہذیب و ثقافت کی ترجمانی کرتے

ہیں؟ اور کیا ان قومی اداروں کی برگس اور فحش پالیسی نئی نسل نے مرتب کی ہے؟ ان باتوں کا جواب ہمارے بزرگوں کے پاس سوائے خاموشی کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جب مذکورہ اداروں کے پردگراں اور پالیسیاں نئی نسل کے ہاتھوں مرتب و طے نہیں ہوئی ہیں۔ تو پھر معاشرتی برائیوں کے ذمہ دار نئی نسل کے سر ہونے کا جو تہ جس قاعدے کیلئے کے تحت پیدا ہو رہا ہے۔

”در حقیقت معاشرتی برائیوں کے افتتاح کا سرخ فیتہ ہمارے بزرگوں نے اس دن کاٹ دیا تھا۔ جس دن وہ انگلیٹڈ سے نہ صرف فارغ التحصیل ہو کر وطن واپس آئے بلکہ اہالیان وطن کے لیے مغربی طور طریقے اور رکھ رکھاؤ کا وہ مجموعہ رشتائے،، بھی اپنے ساتھ لائے۔ وطن عزیز کے سادہ لوح عوام اور نیم تعلیم یافتہ طبقہ نے قوم کا عظیم سرمایہ سمجھ کر ان نام نہاد بزرگ و ڈیروں کے دام جال کو قبول کر لیا۔ جب وہ عوام کے منہ میں لکام ڈال کر ان کی گردن پر سوار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اور جب عوام کی نیکل کی رسی انہوں نے اپنے عیاش ہاتھوں

۱۔ ٹی۔ ڈی کے ڈراموں اور فلموں میں خادری سے پہلے لڑکا لڑکی کا ناچنا گانا سر عام بغاوت اور دوسرے یہ شمار کردار ایسے ہیں کہ پاکستان کے چاروں موبوں کی کسی بھی تہذیب اور قوم میں یہ رسم درواج موجود نہیں ہیں۔ جب یہ باتیں پاکستان کے کسی بھی علاقہ یا گروہ کی تہذیب میں نہیں پائی جاتی ہیں تو پھر قومی ذرائع ابلاغ سے رات دن اس کا پرچار کیوں؟

۲۔ مقصد یہ ہے کہ بے پردگی، عریانیت اور آزادی کو ختم کرنے کی ذمہ دار حکومت

ہے۔

میں تھا۔ تو پھر انہوں نے جدید ترقی و خوشحالی اور مختلف قسم کے اسلامی نام دے کر دہی ”مجموعہ تحائف“، ”حردہ مغرب سے لائے تھے۔ عوام کو پیش کیا۔ عوام نے ”محدث ترقی“ کے پیل لگے ہوئے تحائف کے پکیٹ کو کھولا تو اس میں ہزاروں نایاب اشیاء برآمد ہوئیں۔ جن میں عودت (بطور جمع محض) شراب، فیشن، عربانی، بے جان نائش اور فحاشی جیسی ”انمول“ چیزیں بھی موجود تھیں۔ ان تمام اشیاء پر اسلامی رنگ و روغن کر کے اس طرح چمکا دیا گیا تھا۔ کہ عوام ان کے محرکات کی تہذیب پہنچنے سے قاصر تھے۔ جب ان تحائف کو عوام میں تقسیم کرنا شروع کیا گیا تو عوام نے پہلے تو ہچکچاہٹ محسوس کی۔ لیکن کھیل کے مسلسل جھکوں سے مجبور ہو کر بالآخر تحائف کی تقسیم کی مخالفت ترک کر دی۔ اس طرح ہمارے ”نجات دہندوں“، مانے شب و روز کی تھکا دینے والی محنت سے یورپ کے تحائف گھر گھر پہنچا دیئے۔ اور جو دور دراز کے علاقوں میں کچھ گھرانے بقا بارہ گئے تو وہاں تک مذکورہ بالا تحائف کو پہنچانے کے لیے ہمارے بزرگوں (مغرب پرست حکمرانوں) نے کروڑوں روپوں کے بجٹ سے پردگراں اور نمبر پتھیں دیئے۔ جن دینی امور پر میں نے مطالبہ جاری رکھا ہوا تھا۔

اداکارہ میں میرے قیام کے آخری سال سے ذرا پہلے (۱۹۷۶ء) میں میرا مطالعہ مکمل ہو گیا۔ اور میری دنیا ہی بدل گئی۔ شب و روز کے تجزیوں، حالات و واقعات کے تجزیوں اور گزشتہ آٹھ سال سے جاری مطالبہ سے جو نتائج اخذ ہوئے وہ یہ تھے۔

۱۔ یعنی نام اسلام کا لیا جا رہا تھا۔ اور اسلام کا ان باتوں سے دور کا واسطہ نہ تھا۔

۲۔ یعنی سنیہ، مخلوط تعلیم، آرٹس کونسلیں، ثقافتی پردگراں اور خود مانتی پردگراں وغیرہ۔

کو خیر باد کہہ دیا۔

اب میں پندرہویں صدی کے ایک مستند و ممتاز محقق، مفکر اور مفسر کی جستجو میں رہتے لگا۔ میں نے مختلف مذہبی و دینی شخصیتوں کی چھان بین شروع کر دی۔ اور ہر نئے چہرے کی تحقیقی اور فکری صلاحیتوں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ اس دوران مختلف حلقوں میں پروفیسر محمد طاہر القادری کا ذکر سنا۔ اس وقت وہ لاہور منتقل ہو چکے تھے۔ میں نے ان کی کتابوں میں دلچسپی لی۔ میڈیکل کالج میں جماعت اسلامی خیال کے ایک پروفیسر ہیں۔ انہوں نے بھی علامہ محمد طاہر القادری کی تالیف کی۔ ساہیوال میں "کنز الایمان اور اس کی فنی حیثیت" (تبارخ ۲۳/۹ ساہیوال) کے موضوع پر ان کے خطاب نے تو مجھے بے حد متاثر کیا۔ الغرض علامہ محمد طاہر القادری کے متعلق جتنی معلومات حاصل کر لیا اتنا ہی انہیں ہمہ صفت موصوف پایا۔

جب پہلے دن وہ ٹیلیوژن پر خطاب فرما رہے تھے۔ اُسی دن میں نے ان کے مشق سے وابستہ ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک شام ملاقات کیلئے لاہور گیا۔ ملاقات نہ ہو سکی پھر سوچا کہ جب ایک ادارہ سے وابستہ ہونے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے۔ تو پھر ملاقات کر کے اہمیت جتانے کا کیا مقصد؟۔۔۔۔۔ ایک دن لاہور گیا۔ اور ادارہ منہاج القرآن کی رفاقت حاصل کر لی۔ اس سے پہلے میں کبھی کسی دینی ادارہ کا باقاعدہ مدیر نہ رہا تھا۔ گو میں ادارہ مرکزی مجلس رفا لاہور سے پوری طرح متفق تھا۔ مگر وہ کتابیں شائع کر نیکی حد تک ایک محدود ادارہ تھا۔ لہذا ادارہ منہاج القرآن میں شمولیت کے بعد میں نے دوسرے نمبر پر مرکزی مجلس رفا میں شرکت کو ترجیح دی۔

جنون کی تو پھر بھی کوئی حد ہوتی ہے مگر جو محبت محمد طاہر القادری اور ادارہ

منہاج القرآن سے مجھے ہے۔ شاید اسکی کوئی حد نہیں ہے۔ اور یہی چیز میں نے دوسرے رفقاء میں دیکھی ہے۔

مختصر یہ کہ میں نے اٹھارہ سال کا طویل سفر طے کر کے و ادارہ منہاج القرآن سے وابستگی اختیار کی۔ ماضی کے دشوار گزار مرحلوں کے دوران بڑی بڑی عقور کی کھائیں اور زندگی کئی مرتبہ تاریکیوں میں ڈوبتے ڈوبتے تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ آج قلب و ذہن شاداں و مطمئن ہے۔ اور ادارہ منہاج القرآن کے بلند پائے قائم سے منزل مراد صاف نظر آرہی ہے ماضی کے تلخ و شیریں تجربوں اور مشاہدوں سے جو کچھ حاصل ہوا۔ میرا خیال تھا کہ اس میں چیدہ چیدہ موضوعات روزنامہ جنگ اور روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوں۔ مگر قومی اخبارات کی حالت کا اندازہ لگائیے۔ کہ ڈاکٹر اسرار احمد جیسے مشہور دانشور نے اپنی تحریر "استحکام پاکستان" کو اخبار میں شائع کروانے کیلئے کیا طریقہ اختیار کیا۔ ورنہ شاید یہ تحریر قومی اخبار میں نمایاں جگہ حاصل نہ کر سکتی۔ حالانکہ ڈاکٹر اسرار احمد مشہور صحافی الطاف حسین قریشی کے رشتہ داروں میں سے ہیں اور صحافت کے میدان میں "قریشی برادران" کی اہمیت کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اس کے باوجود ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریر اخبار میں کیسے شائع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کی نہ بانی سنیے۔

و رفیق گرامی شیخ جمیل الرحمن صاحب کے دیرینہ تعلقات اور نوجوانی کے دور کے محبت و رفاقت کا رشتہ میرا خلیل الرحمن صاحب تھا۔ انہوں نے میرا صاحب

سے وعدہ حاصل کر لیا۔ کہ یہ مفامین (استحکام پاکستان) کے موضوع پر (ہر جگہ کو لڑنا جنگ کے جملہ ایڈیشنوں میں بیک وقت شائع ہوں گے۔ میں یہ صواب کاش کہ گزرا ہوں کہ انہوں نے اپنے اس عہد کو پوری طرح نبھایا، اے ڈاکٹر اسرار احمد کے بڑے بھائی اٹھارہ قریشی میرے قابل احترام جنرل میجر قبلہ سید اور علی شاہ بخاری کے گہرے دوست ہیں یہ اٹھارہ صاحب کی، مہربانی ہے کہ مجھ ایسے گنہگار کو بھی اپنا دیرپا دوست سمجھتے ہیں۔ اور جتنی "قریشی گنہگار" کہیں "تعمیرات کے کام کرنے میں مشہور ہے" نے کتاب دو استحکام پاکستان کی ایک کاپی ناچیز کو بطور تحفہ ان الفاظ کے ساتھ ارسال کی ہے۔

"PRESENTED TO DEAR
FRIEND RAO SULTAN
MUHAMMAD, TEXTILE
MILLS OKARA, THIS
WRITING OF MY YOUNGER
BROTHER"

استحکام پاکستان کے عنوان سے تحریروں کا سلسلہ جب روزنامہ

۱۔ کتاب دو استحکام پاکستان، ص 4 از ڈاکٹر اسرار احمد۔

جنگ میں شائع ہوا۔ تو اس پر بہت سے تنقیدی مفامین بھی شائع ہوئے۔ جن میں پروفیسر وارث میر اور عبد اللہ ملک کے مفامین انتہائی سخت تھے۔ اور "استحکام پاکستان" پر بحث کی آڑ میں ہر دو معزز صحافیوں نے اسلامی نظام کی مخالفت پر اپنا زور قلم استعمال کیا (حالانکہ تحریر یہ "استحکام پاکستان" میں بہت سی باتیں خلاف حقیقت بھی ہیں۔ ان پر زور قلم استعمال کرنا چاہئے تھا) میں نے ہر دو صحافیوں کے مفامین پر اپنا نقطہ نظر تحریر کیا۔ اور میں نے اپنی دونوں تحریروں (مؤرخہ 6 اور 7) روزنامہ جنگ لاہور اور روزنامہ نوائے وقت لاہور کو ارسال کر دیں۔ مجھے اُمید نہیں کہ دو قومی اخبارات "میری تحریروں کو شائع کر کے وارث میر اور عبد اللہ ملک کی ناراضگی مول لیں گے۔ بہر حال میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔"

ہاں تو بات یہ ہو رہی تھی کہ میں نے قومی اخبارات کے ذریعے اپنی تحریروں کی اشاعت کا ارادہ کیا۔ لیکن لمبی چوڑی تحریروں کی اخبارات میں اشاعت ناممکن ہے۔ لہذا فیصلہ یہ کیا کہ اپنے خیالات کا اظہار موضوع کے لحاظ سے مختلف کتابوں کے ذریعے کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اگر کتابوں میں مفید اور کارآمد مواد موجود ہوا۔ تو انشاء اللہ اسے مسلمان مطالعہ کے لیے منتخب کریں گے۔

اسی جذبہ کے تحت (دیکھتے دکھانے سے قطعاً نا آشنا ہونے کے باوجود) میری پہلی کاوش دو قرآن کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان مسلمانوں کے سامنے ہے۔

خدا ہم سب کو توفیق دے کہ جو حق بات ہو ہم اُسی کو تسلیم

کریں۔ دو حق شناسی، دراصل منزل مراد پالینے کا ایک سرٹیکٹ
ہوتا ہے۔

— آؤ! عہد کریں کہ ہم دو حق شناس، بنیں گے۔

تاکہ خدا ہم پر راہنی ہو جائے۔ اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلقہ اشفا
ہمیں نصیب ہو جائے۔

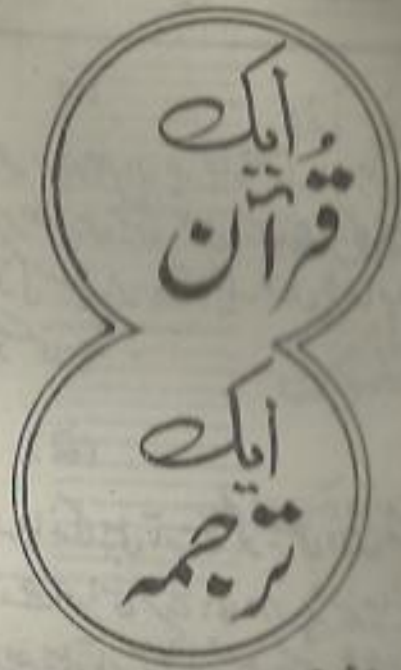
آمینے! —

4، رمضان المبارک 1406ھ

4، مئی 1986ء بروز جمعہ المبارک

سلطان مجاہد
14/5/86

سلطان مجاہد طاہری
مینسٹر سول انجینئر۔ او۔ ٹی۔ ایل
اوکاڑہ



(موضوع)

”قرآن مجید کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان“

جلد اول

(حصہ اول و دوم)

خطیب حضرات اور والدین سے گزارش

(۱)

کتاب "ایک قرآن ایک ترجمہ" دو جلدوں اور چار حصوں (ہر جلد میں دو حصے) پر مشتمل ہے۔ اور ہر حصہ میں تیس تبلیغی درس ہیں۔ کل درس ۱۵۰ ہیں۔ اپنے گھر میں یا محلہ کی مسجد میں روزانہ ایک درس پڑھا جائے تو چار ماہ میں یہ کتاب ختم ہو سکتی ہے۔

(۲)

یہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ کہ چاند کی پہلی تاریخ کو تبلیغی درس ۱، دوسری تاریخ کو تبلیغی درس ۲ اور اسی طرح باقی درس پڑھے جائیں۔ اگر چاند ۲۹ کا ہو تو ۲۹ کے بعد پہلی تاریخ کو تبلیغی درس ۱ اور ۱ (یعنی دو درس) پڑھ لیے جائیں۔ تاکہ تاسیس سحری کی کمی بیشی کا حساب برابر ہو جائے۔ مقصد یہ ہے کہ چاند کی جو بھی تاریخ ہو۔ تبلیغی درس کا وہی منہ ہو۔ اس طرح سنتے اور سناتے والوں کو احساس رہے گا کہ آج چاند کی تاریخ کونسی ہے۔ اور سنائے جانے والے درس کا نمبر کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ

جَلَّ جَلَالُهُ

فَسَلُّواْ اَهْلَ

الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ

لَا تَعْلَمُوْنَ

(سورہ انبیاء آیت ۷)

ترجمہ

اے لوگو!

علم والوں سے پوچھو

اگر تمہیں علم نہ ہو

نذرانہ عقیدت بحضور صلی اللہ علیہ وسلم

(از: علامت حضرت محمد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

دہ سوئے لال زار پھرتے ہیں۔

ترے دن لے بہار پھرتے ہیں۔

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں۔

در بدر یو نہی خوار پھرتے ہیں۔

آہ کل عیش تو کیسے ہم نے۔

آج دہ بے قرار پھرتے ہیں۔

اس گلی کا گداہوں میں جس میں۔

مانگتے تاجدار پھرتے ہیں۔

جان ہیں جان کیا نظر آئے۔

یکوں عدد گمر دغا پھرتے ہیں۔

لاکھوں قدی ہیں کام خدمت پر۔

لاکھوں گمر دغا پھرتے ہیں۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات صرا۔

تجھ سے کہتے ہزار پھرتے ہیں۔

ارشاد

حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ محمد الدین
عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(از کتاب فتح ارباب صفحہ 141-137-25)

علم عمل کیلئے بنایا گیا ہے۔ صرف
یاد کرنے اور مخلوق کو سنانے
کے لیے نہیں ہے۔
علم پڑھ اور
عمل کر۔

مذہب کے بارے
میں بے جا تعصب کو
ترک کر اور ایسے کام میں لگو
جو تمہیں دنیا اور آخرت میں
نفع دے۔

دل و غفلتوں سے
غیر حاضر رہ کر
اندھا ہو جاتا
ہے۔

اللہ کا کلام

اللہ کا کلام قرآن مجید ہے۔ ہمیں تمام اہل بنیائی اسی سے ملتی ہے۔ دین اسلام ہے کہ۔

ہم قرآن کی آیات و عبارات کے ”صحیح مفہوم و معانی“ پر ایمان لائیں۔

* جب ہماری قرآن فہمی صحیح ہو جائے تو پھر اس کے مطابق ہمارے اعمال و افعال ہوں۔

آج امت مسلمہ میں جتنے فرقے اور گروہ موجود ہیں۔ یہ سب ”قرآن فہمی“ میں فرق کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ تمام مسلمان فرقوں کا قرآن ایک ہے۔ اس کی آیات اور عبارات ایک ہیں۔ بلکہ زیرِ زیرِ تنگ فرق نہیں ہے پھر مسلمانوں میں گروہ اور فرقہ بندی کیوں ہے۔ وجہ یہی ہے کہ کسی نے قرآن کی آیات کا مفہوم کچھ سمجھا ہے۔ اور کسی نے کچھ سمجھ لیا ہے۔

آج کے بچے اور نوجوان سخت پریشان ہیں۔ کہ وہ کونسا اسلام کو مانیں۔ اور قرآن کے کونسا مفہوم و مطالب کو درست تسلیم کریں۔ آج کے نوجوان کے سامنے قرآن مجید کے بے شمار ”ترجمے“ اور تفاسیر ہیں۔ ہر ترجمہ کرنے والے اور تفسیر لکھنے والے عالمِ دین کے پیروکاروں کا دعویٰ ہے کہ ان کا راستہ اور ترجمہ و تفسیر صحیح ہے۔ اور ان کا گروہ حق پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے نوجوانوں کی اکثریت اسلام سے بد دل ہوتی جا رہی ہے۔ ہم تجربہ کے طور پر آج کی نئی نسل سے بات تو کر کے دیکھیں۔ وہ فوراً ایک ہی جواب دیتے ہیں ”بھائی ہم کس گروہ کو صحیح تسلیم کریں۔ ہر گروہ اپنے

آپ کو بری کہتا ہے۔ اسلام تو مولیٰوں کے کھانے پینے کا دھندہ ہے۔“ مسلمان بھائی! اگر ہم آج کی نوجوان نسل کو مطمئن نہ کر سکیں تو پھر دین اسلام کا فائدہ اور کمالات یہی رہ جائے گا۔ اور نئی نسل کی اکثریت اس پر عمل کرنے سے انکاری ہو جائے گی۔ نئی نسل کو تباہی سے بچانے کیلئے ہمیں بلا فکرم و اٹھنا ہو گا کہ کم از کم قرآن پاک کے ایک ترجمہ معانی پر تو متفق ہو جائیں۔ بعض لوگ اسکو ایک ناممکن امر گردانتے ہیں۔ مگر آج کے پڑھے لکھے دور میں کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔ فرقہ واریت کی ہوا پھیلانے والے افراد سے فیصلہ کر دینے کی بجائے ہم خود ہی کیوں نہ قرآن مجید کے تمام ترجموں کو سامنے رکھیں۔ ان کا تقابلی جائزہ لیں۔ اور ان کے معانی و مطالب اور مفہوم کا غیر جانبداری کے ساتھ موازنہ کریں۔ اور قرآنی آیات کا جو ترجمہ اور مفہوم خامیوں اور غلطیوں سے پاک ہو۔ اور مستند، معیاری اور دوسرے ترجموں سے ممتاز ہو۔ اس کو ہم نوجوان نسل کے سامنے پیش کر دیں۔

نئی نسل میں شعور کی کمی نہیں | نئی نسل میں شعور کی کمی نہیں۔ اگر اس کے سامنے سادہ اور آسان الفاظ میں وہ تمام تفصیلات رکھ دی جائیں۔ جو کہ قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر میں فرق پر مشتمل ہیں۔ اور نوجوان نسل کو یہ بتا دیا جائے کہ قرآن حکیم کے تمام ترجموں میں سب سے بہتر معیاری مستند اور غلطیوں سے پاک ترجمہ کونسا ہے۔ اور باقاعدہ تجزیہ کر کے اور تقابلی تبصروں کے ذریعہ یہ بات سمجھا دی جائے کہ قرآن مجید کے بے شمار اردو ترجموں کا آپس میں کیا فرق ہے۔ کونسا ترجمہ صحیح ہے اور کونسا ترجمہ ایسے ہیں جو کہ صحیح مفہوم و مطالب بیان نہیں کئے ہیں۔ تو یقین کریں کہ آج کی نسل دین اسلام

اور قرآن کو سمجھنے کیلئے بے تاب ہو جائے گی۔ نئی نسل کو گمراہ اور شعور سے تہی دامن قرار دیکر ہم دینی تبلیغ کو غلط کے فریضہ سے سبکدوش نہیں ہو سکتے ہیں۔ لہذا دین کی تبلیغ کا دعویٰ کرنے والے ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہم دین کی تبلیغ کا انقلابی طریقہ کار اپنائیں۔ اور اُس کے تحت سب سے پہلے نئی نسل اور نوجوانوں کو صحیح ”قرآن فہمی“ کی ضرورت سے آگاہ کریں۔ اور ہم فرقوں اور گروہوں سے بالاتر ہو کر صرف حق اور سچ کیلئے نئی نسل کے ایک ایک فرد تک پہنچ کر آج کے دور کے مطابق اسکو ”دعوت حق“ دیں۔

تبلیغی درس ۲ (صفحہ اول)

دعوت حق کی ابتداء قرآن سے کریں | مسلمان سمجھو! آدم

دعوت حق کی ابتداء قرآن سے کریں۔ اور نئی نسل کو ہم پر یقین دلادیں کہ قرآن میں کمال کی عقلی اور تفاد نہیں ہے۔ فرق اور تضاد اگر ہے تو وہ قرآن کی آیات کا مفہوم و مطلب سمجھنے والے علماء و مفسرین کی فہم و ذکاوت میں ہے۔ کہا لے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم قرآن پاک کے ”اردو ترجموں“ کا آپس میں موازنہ کر لیتے ہیں۔ ”اردو ترجموں“ میں جو فرق ہے اُس کا تجزیہ کرتے ہیں اور تعالیٰ جائزہ لے لیتے ہیں۔ جس سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔ اور پتہ چل جائے گا۔ کہ کس ترجمہ کرنے والے نے کہاں کہاں غلطی کی ہے۔ اور کس مترجم نے کہاں کہاں صحیح ترین مفہوم بیان کیا ہے۔ کونسا مترجم کہاں کہاں غلط فہمی کا شکار ہو کر قرآنی آیات کا غلط مفہوم بیان کر بیٹھا ہے۔ اور کونسا مترجم تمام اصولوں اور ضابطوں پر پورا اترتے ہوئے قرآنی آیات کو صحیح اور مستند معانی بیان کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔

انشاء اللہ ہم نے اس کتاب میں یہی حقیقت تلاش کرتی ہے۔ جذبہ صادقہ ہو تو ہر کام کو مشکل نہیں ہے۔ قرآن پر ہمارا عقیدہ درست ہو جائے تو سمجھ لیں کہ ہم منزل مراد کی پہلی سیڑھی پر چڑھ گئے ہیں۔ پھر صرف عمل باقی رہ جائیگا۔ اور عمل ہی مقبول ہے۔ جو صحیح عقیدہ کے تحت کیا جائے۔ اگر ہمارا عقیدہ صحیح ہو جائے تو ہمارا عمل بھی صحیح ہو جائے گا۔ اگر عقیدہ ہی صحیح نہ ہوگا تو عمل کہاں صحیح ہوگا۔

صحیح عقیدہ

یوں تو ہم یہی کہتے ہیں کہ قرآن کی تعلیمات پر ہمارا عقیدہ ہے لیکن قرآن کے کس مفہوم پر ہمارا عقیدہ ہے قرآن کا ایک مفہوم تو مرزا غلام احمد قادیانی نے بیان کیا ہے۔ قرآن کا مفہوم تو غلام احمد بر دین نے بھی بیان کیا ہے۔ کیا جو بھی ہمارے سامنے قرآن کا مفہوم اور ترجمہ آجائے اس پر ہم آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئیں گے۔ ہرگز نہیں۔ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کے ایک ایسے ترجمہ و تفسیر کی تلاش کریں۔ جو کہ تمام اردو ترجموں میں مستند و ممتاز اور غلطیوں سے اور خامیوں سے پاک ہو۔ دین اسلام کے متعلق ہمارے دوسرے تمام عقائد خواہ کھتے ہی معیاری کلمہ نہ ہوں۔ جب تک ایسے قرآن پاک کو ہم اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنائیں گے۔ جو کہ ترجمہ و تفسیر کے لحاظ سے دوسرے تمام ترجموں اور تفاسیر سے ممتاز، مستند اور غلطیوں سے پاک ہو۔ اس وقت ہمارا عقیدہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ دیے تو ہم یہ دعویٰ کریں کہ ہم قرآن کے راستہ پر گامزن ہیں بلکہ قرآن کے جس مفہوم و ترجمہ پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ وہ مفہوم و ترجمہ غیر مستند ہو، غریبی لغات و ادب کے مطابق نہ ہو۔ اور بنیادی غلطیوں کا حامل ہو۔ تو پھر ہم اپنے دعویٰ میں سچے کیسے ہو سکتے ہیں۔

مسلمان بھائیو! آؤ ہم دیکھیں کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ قرآن کریم کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان نہیں کر لیتے اس کتاب کا مطالعہ ان شاء اللہ ہمیں اس قابل بنادے گا کہ ہم قرآن مجید کی بہت سی آیات اور عبارات کے صحیح اور مستند مفہوم کو سمجھ جائیں گے۔ اور ہمیں قرآن کریم کے درست اور غلط معیاری اور غیر معیاری "اردو ترجموں" کی تمیز ہو سکے گی۔ اور پھر ہم خیر سے کہہ سکیں گے کہ وہ ہمارا عقیدہ صحیح ہے۔

تبلیغی درس ۳ (حصہ اول)

مطالعہ کا فائدہ

اس کتاب کے مطالعہ کا پہلا فائدہ تو یہ ہوگا۔ کہ مسلمانوں کو بہت سی مفید معلومات حاصل ہوں گی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ گھر اور مسجد میں سنتے والوں کو قرآن پاک سے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی تیز ہو جائے گی۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ مسلمان بھائی قرآن پاک پڑھنے میں دل چسپی لینے لگیں گے۔ اور پھر یہ تحریک ایک انقلاب کی شکل اختیار کر لے گی۔ لوگ قرآن مجید کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان میں گنا شروع کر دیں گے۔ جب مسلمان عوام کو یہ علم ہو جائے گا۔ کہ قرآن مجید کے اردو ترجموں میں حیرت انگیز فرق ہے۔ تو عوام میں خود بخود یہ جوش و جذبہ پیدا ہو جائے گا کہ قرآن مجید کے صرف اسی اردو ترجمہ کا مطالعہ اور انتخاب کیا جائے۔ جو کہ مستند و ممتاز اور غلطیوں سے پاک ہو۔ اگر ہم مسلمان عوام میں یہ شعور اجاگر کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ تو یہ ہماری ایک ایسی قابل فخر دینی خدمت ہوگی جس سے آج کا مسلمان قرآن مجید کے مطالعہ میں دوبارہ دلچسپی لینا شروع کر دے گا۔

غیر جانبدارانہ تحقیق

قرآن مجید کے بہت سے اردو ترجمے ہوئے ہیں۔ ان میں صحیح ہیں۔ غلط بھی ہیں۔ اور ایسے بھی جو کہ قابل ترجیح اور معیاری نہیں ہیں۔ کاش ہم اس بات کو سمجھیں کہ علماء اور محققین (جنہوں نے قرآن مجید کے اردو ترجمے و تفاسیر لکھی ہیں) کے بھی درجے ہیں۔ قدرت ایک عالم دین کو تحقیق کی منزل پر ناز کرتی ہے۔ دوسرے محقق کو اس سے بلند مرتبہ دے

دیتی ہے۔ اور تیسرے محقق کو سب سے بلند ترین مرتبہ پر فائز کر دیتی ہے۔ یہ قرآن فہمی کی منزلیں ہیں۔ ارشاد بنوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
وَلَا يَخْلُقُ عَنْ كَثْرَتِ الْوَدَّ وَلَا يَنْقُصُ عَجَائِدُ (ترجمہ: نہ یہ قرآن کثرت تکرار سے پرانا ہوگا۔ اور نہ اس کے عجائبات ختم ہوں گے)۔
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک کہ قلدہ جامع ہے اور اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے۔ کہ قرآن کی تفسیریں اور تراجم دنیا قائم رہتے تک لکھے جاتے رہیں گے۔

اب یہ بات ہمیں دیکھنی ہے۔ کہ قرآن مجید کی فہم اور اس کے ترجمہ و مفہوم کے اعتبار سے کونسا محقق اور مترجم دوسروں کی نسبت قابل تر ترجیح ہے۔

— غیر جانبدارانہ تحقیق ہمارے ذمہ ہے۔ کہ قرآن مجید کا کونسا اردو ترجمہ لائق ترجیح ہے۔ — برصغیر میں اردو ترجموں کا آغاز شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے خاندان سے ہوا، شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے سب سے پہلا ترجمہ فارسی میں کیا۔ اور ان کے بیٹے شاہ رفیع الدین علیہ الرحمہ نے سب سے پہلا (لفظ کے نیچے اس کے معنی) اردو لفظی ترجمہ کیا۔ اور ان کے دوسرے بیٹے شاہ عبد القادر نے پہلا باخاؤہ اردو ترجمہ قرآن کیا۔ اور اس کے بعد تو اردو میں بے شمار تراجم کیے بعد دیگرے منظر عام پر آتے رہے۔ ایک غیر جانبدارانہ قرآن کمپنی لمیٹڈ اردو بازار لاہور نے "قرآن مجید" ترجمہ کمز الایمان کے صفحہ 873

پر "قرآن مجید" کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ کہ اس نے نام مخالف موافق مترجمین کے ناموں کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔

پر کتنا صحیح تجزیہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"ان تراجم کی کثرت خود اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آج تک قرآن کریم کا کوئی جامع اور مکمل ترجمہ نہ ہو سکا۔"
خاص کہ شاہ عبد القادر کا ترجمہ تو اخذ مفہوم کی بجائے بالکل ناکمل ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ اگرچہ اخذ مفہوم کیلئے قدر بہتر تھا۔ لیکن اس میں یہ قیاحت تھی کہ ترجمہ صرف سرسری کر دیا گیا۔ چند باتیں جو نہایت اہم تھیں۔ نظر انداز کر دی گئیں،"
اگر کسی عالم دین کے ترجمہ میں واقعی غلطی اور کمزوری کی نشاندہی ہو جائے تو دیکھنے میں یہ آیا ہے۔ کہ اُس کے معقدین جذبات میں اندھے ہو کر "میں نہ یاؤں" کی راہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ جیب سے ہم مسلمانوں نے اندھی تقلید کا یہ راستہ اختیار کیا ہے۔ اس وقت سے ہم گردنوں اور فرقوں میں بٹ گئے ہیں۔ ورنہ برصغیر میں ایک ہی گروہ تھا۔ اور وہ صوفیائے کرام اور اولیاء عظام کے ملنے والوں کا گروہ تھا۔ پھر اس کل (گروہ) میں سے مختلف جُزء (ٹولیاں) الگ ہوئیں۔ اور ہر ٹولی نے اپنی الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائی۔ کاش ہم یہ سمجھ جاتیں کہ ہماری زندگی ایک ایسا انمول عطیہ خداوندی ہے۔ جو ہمیں دعیارہ نصیب نہیں ہوگا۔ اگر اس زندگی کو غلط عقائد کے تحت ضائع کر لیا۔ تو پھر ہم کبھی اس دنیا میں واپس لوٹ کر اس کا کفارہ ادا نہیں کر سکیں گے۔

مستند اور جامع ترجمہ کی پہچان

مسلمانوں میں کوئی گھرایا ہو گا۔ جس میں ”اردو ترجمہ“ کا قرآن پاک موجود نہ ہو۔ لیکن کیا ہم نے کبھی سنجیدگی سے یہ سوچا ہے کہ قرآن پاک کے جس ”اردو ترجمہ“ کا ہم مطالعہ کر رہے ہیں۔ وہ مستند اور جامع بھی ہے۔

اے ہم! ہم یہ دیکھیں کہ مستند اور جامع ترجمہ کونسا ہوتا ہے اور غیر مستند اور نامکمل ”اردو ترجمہ“ کی پہچان کیا ہوتی ہے۔

(1) پہلی پہچان تو یہ ہے کہ قرآن کے ”اردو ترجمہ“ میں عربی الفاظ و عبارات کے جو معانی مترجم نے لیے ہیں۔ وہ معانی ان عربی لغات و ادب کی کتابوں کے مطابق ہوں جو کہ گذشتہ تیرہ سو سال سے ہمارے سامنے ہیں۔

(2) دوسری پہچان یہ ہے کہ مترجم نے عربی الفاظ و عبارات کے ”اردو ترجمہ“ میں جو معانی و مفہوم بیان کئے ہیں۔ وہی معانی و مفہوم گذشتہ تیرہ سو سال میں ہمارے آئمہ کرام، مفسرین اور اکیابرین نے بھی اپنی کتابوں میں بیان کئے ہوں۔

(3) تیسری بڑی پہچان یہ ہے کہ عربی زبان ایک وسیع زبان ہے۔ اور اس زبان میں ایک لفظ کے بہت سے معانی ہوتے ہیں۔ اب مترجم کا فرض ہے کہ وہ عربی الفاظ و عبارات کے ایسے معانی اپنے ترجمہ میں بیان کرے۔ جو کہ قرآن کے منشاء کے مطابق قرآنی الفاظ و عبارات کے

جو معانی و مفہوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تھے وہی قرآن کا منشاء ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور کردار و عمل نے جو صراطِ مستقیم کا عملی نمونہ ہمیں دیا ہے۔ مترجم کا بیان کردہ مفہوم اُس کے عین مطابق ہو۔

(4) جو تھی بڑی پہچان یہ ہے کہ ترجمہ کرنے والے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے وابستگی اور محبت تمام شک و شبہات اور چیمیکوٹیوں سے بالاتر ہو۔ اگر مترجم کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ایک ایسے آدمی کی سی ہو۔ جس سے گناہ اور غلطیاں سبزد ہو سکتی ہیں۔ تو پھر ایسا مترجم قرآن کے منشاء کا لحاظ کئے بغیر اکثر اپنی عقل کے مطابق جیسے چاہا قرآنی الفاظ کے معانی و مفہوم بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ اور اس طرح ایک کے بعد دوسری ٹھوکر اور پھر ٹھوکر پہ ٹھوکر لگتی ہے۔

اب بات واضح ہو گئی

کہ اگر کسی ”اردو ترجمہ“ میں قرآن پاک کے عربی الفاظ کے معانی و مفہوم کسی مترجم نے وہی بیان کئے ہیں۔ جو کہ تیرہ سو سال سے عربی لغات و ادب کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اور قرآن کے منشاء کے مطابق ہیں۔ اور ہمارے آئمہ کرام اور مفسرین بیان کرتے رہے ہیں۔ تو پھر قرآن مجید کا ایسا ”اردو ترجمہ“ مستند اور ممتاز کہلائے گا۔ اور اگر مترجم نے قرآنی الفاظ کے اپنی طرف سے ہی معانی و مفہوم بیان کر دیے ہیں۔ اور تیرہ سو سال کے دوران مفسرین اور آئمہ کرام نے کبھی وہ معنی استعمال نہ کئے تھے۔ تو پھر قرآن حکیم کا ایسا ”اردو ترجمہ“ غیر مستند نامکمل، اور غلطیوں کا حامل کہلائے گا۔

علماء و مفسرین کی توہین ہمارا مقصد نہیں

یہ بات ہمارے لیے بالکل آسان ہو گئی کہ ہم قرآن پاک کے بے شمار ”اردو ترجموں“ میں ایک صحیح مستند اور جامع ترجمہ کی پہچان کر سکیں۔ ہم تبلیغی درس ۱۷ سے قرآن پاک کی ایک آیت کا حصہ اپنے سامنے رکھیں گے۔ پھر اس آیت کے نیچے بہت سے مترجمین کے ”اردو ترجمے“ تحریر ہوں گے اور ان کے نیچے تقابلی جائزے اور تحقیقی تبصرے نقل کریں گے۔

ظاہر ہے کہ تقابلی جائزوں کے دوران قرآن حکیم کے بے شمار ”اردو ترجمے“ ہمارے سامنے ایسے آجائیں گے۔ کہ جو قرآنی الفاظ و عبارات کے اردو میں غلط مفہوم و معانی پر مشتمل ہوں گے۔ اور جن میں یہ صاف نظر آ رہا ہوگا کہ ترجمہ کرنے والے یہ علماء اور مفسرین — عربی لغات و ادب کی کتابوں اور تفسیروں کے گہرے مطالعہ سے محروم تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب برگزیدہ لیا جائے کہ ہم ایسے علماء اور مفسرین کی توہین کرنے کی غرض سے یہ تحقیقی و تقابلی جائزہ پیش کر رہے ہیں۔ یا ان کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں۔ یا ہمارا ارادہ انہی شخصیت کو مسخ کرنے کا ہے۔ نہیں نہیں ایسا بالکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کے خیال سے بھی محفوظ رکھے۔ ہمارا مقصد صرف اور صرف ”حق اور سچ“ کو تلاش کر لینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

ہمارا مقصد یہ بھی نہیں ہے کہ ہم ایسے علماء اور مفسرین کو یہ کہیں

کہ انہوں نے یہ غلطیاں دانستہ کی ہیں۔ دلوں کے بھید خدا ہی جانتا ہے۔ ہم علماء اور مفسرین سے (قرآن پاک کا ”اردو ترجمہ“ کرتے وقت) جگہ جگہ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ ان کے متعلق ہم صرف اتنا عرض کرتے ہیں۔ (۱) وہ اپنے حلقہ میں بہت بڑے عالم دین اور مفسر قرآن تھے مگر حقیقت میں اتنے بڑے نہیں تھے۔ کہ قرآن پاک کا ”اردو ترجمہ“ کرتے وقت عربی الفاظ و عبارات کے غلطوں سے بالکل پاک صاف مفہوم و معانی بیان کر سکتے۔ تیرہ سو سال کے دوران لکھی گئی عربی لغات و ادب اور تفسیر و تحقیق کی کتابوں پر ان کو زیادہ عبور حاصل نہیں تھا۔ لہذا ایسی صورت میں قرآن پاک کے ”اردو ترجمہ“ میں ان بنیادی غلطیوں کا ہو جانا کوئی بعید نہیں ہے۔ اور اس میں پریشان اور حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) انہوں نے قرآن پاک کا ”اردو ترجمہ“ کرتے وقت اس بات کا خیال نہیں رکھا کہ قرآنی الفاظ و عبارات کے وہی معانی و مفہوم لینے چاہئیں جو کہ تیرہ سو سال سے ہمارے ائمہ کرام اور مفسرین لیتے آ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے ان کا اس وسیع مطالعہ ہی نہ ہو۔ کہ وہ یہ دیکھ سکتے کہ ہمارے اکابرین نے ان عربی الفاظ و عبارات کے کیا معانی و مفہوم لئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ترجمہ کرتے وقت انہوں نے اپنی طرف سے ہی مفہوم و معانی بیان کر دیئے۔ اور یوں ان کے ”اردو ترجموں“ میں جگہ جگہ بنیادی غلطیوں کا ہو جانا ایک قدرتی بات تھی۔

فرقہ پرست اور دین میں فساد و انتشار پیدا کرنے والے افراد وہی ہیں جو کہ ایک دوسرے کے مسلک پر کھڑا اچھا رہے ہیں۔ اور گالیاں دے رہے ہیں۔ ہم نے ایسے افراد کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔ بہت سے افراد ایسے بھی ملیں گے۔ جو کہ کم علمی یا تعصب کی بنا پر بے مقصد پروپیگنڈہ کریں گے۔ ایسی صورت میں ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ ان لوگوں تک ابھی حق پہنچا ہی نہیں ہے۔ وہ مریض ہیں اور انہیں روحانی علاج کی ضرورت ہے۔ ایک شخص راہ حق سے ہٹ جانے کیلئے ہمیں گالیاں بھی دے۔ تو ہم تصور کریں کہ یہ شخص ٹھوکر کھایا ہوا ہے۔ اور اسے محبت و شفقت کی ضرورت ہے۔ چونکہ "حق بات" اس کے سینے میں چھپے طور پر ابھی تک کسی نے اتاری ہی نہیں ہے۔ لہذا ایسا شخص قابلِ نفرت نہیں بلکہ قابلِ رحم ہوتا ہے۔ ابھی وقت ہے کہ ہم تعصب اور فرقہ پرست گردہوں سے نجات حاصل کر لیں۔ اور موت سے پہلے اپنے من میں جھانک کر اپنے آپ کا جائزہ لیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔

"کیا ہم نے قرآن مجید کے صحیح مفہوم و معانی کو سمجھنے کی کوشش کی ہے؟"

دیکھیں ہم اپنی زندگی میں شخصیت پرستی کے تحت قرآنی عبارت کے غلط مفہوم و معانی کو قبول کرنے پر مجبور تو نہیں ہیں۔

"قیامت میں اس سوال کا کیا جواب دیں گے۔ کہ دنیا میں قرآن مجید کے معیاری، مستند اور جامع دو اردو ترجمہ، کو تلاش کرنے میں محنت کیوں نہیں کی۔ اور فرقہ پرست ٹولوں کی باتوں میں آکر ٹال مٹول سے کام کیوں لیا گیا؟"

78 تبلیغی درس (حصہ اول)

فرقہ پرست افراد سے بچنے کا طریقہ | اسلامی سمجھو! ہم نے پچھلے تبلیغی درسوں میں کچھ

ابتدائی باتوں کو جان لیا ہے۔ لہذا اب ہمیں قرآن مجید کا مطالعہ بالکل غیر جانبدار ہو کر کرنا ہے۔ شخصیت پرستی کو ایک طرف رکھ کر اور صرف مسلمان کی حیثیت سے یہ دیکھیں کہ قرآن پاک کا کونسا "اردو ترجمہ" ایسا ہے جو کہ مستند، معیاری اور جامع ہے۔ اور کون سے کون سے "اردو ترجمے"، ایسے ہیں جن میں الفاظ و مطالب اور مفہوم کی غلطیاں موجود ہیں۔ لہذا جو ترجمہ غلطیوں سے پاک ثابت ہو جائے۔ تو پھر ہمیں اسے تسلیم کر لینا چاہئے۔ اور یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ ہم دیوبندی ہیں، جماعت اسلامی کے ہیں، بریلوی ہیں، ہم اہل حدیث ہیں۔ غلام احمد پر دینے کی فکر کے قائل ہیں یا ہم کسی دوسرے مسلک کے عقیدہ مند ہیں۔ ہمارے بھائی اور بزرگ ایسے بھی ہوں گے۔ جو فرقہ پرستی کی بے کار بنیاد کے سہارے کسی کی بات کو سننا گوارہ نہیں کرتے۔ ان سے صرف اتنی گزارش ہے کہ وہ غیر جانبدار ہو کر ایک مرتبہ قرآن مجید کے تمام دو اردو ترجموں، کا موازنہ تو کریں۔ تھوڑا سا وقت نکال کر تسلی کر لینے میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ موت آجائے۔ اور ہم "حق اور سچ" تک پہنچے بغیر ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں۔

ہمارے سب سے بڑے دشمن فرقہ پرست افراد ہیں۔ وہ ہمیں سنجیدگی کے ساتھ "حق بات"، کا مطالعہ کرنے ہی نہیں دیتے ہیں۔

ترجمہ قرآن کے تین اسلوب

مسلمان سمجھو! قرآن مجید کے بے شمار ”اردو ترجموں“ میں سے جو ترجمہ سب سے زیادہ معیاری، مستند، اور جامع ہے ہم اس کا انتخاب کر لیں۔ تاکہ قرآن فہمی میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہ جائے۔ اور ہمارا ضمیر بھی مطمئن ہو کہ ہم ایک تحقیق شدہ ”اردو ترجمہ“، قرآن کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس دوران ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ قرآن مجید کے جتنے بھی اردو میں ترجمے ہوئے۔ ان ترجموں کے دو اسلوب تھے۔ دونوں اسلوب میں اپنی اپنی جگہ سقم تھے۔ اسی دوران ایک تیسرا اسلوب بھی سامنے آیا اس ”منفرد اسلوب“ کو ہم ”اسلوب فطری ترجمہ“ کا نام دے سکتے ہیں۔ پہلے دو ”اسلوب“ کے تحت ترجمہ کرنے والے تو بے شمار مترجمین گزرے ہیں۔ لیکن اس تیسرے ”اسلوب“ کے تحت ترجمہ کرنے والے صرف ایک مترجم ہی ہیں۔ یہ حیرت انگیز تاریخی اتفاق ہے کہ ترجمہ قرآن کا ابھی تک صرف ایک نسخہ ہی ایسا سامنے آیا ہے جس کا تیسرے اسلوب کے تحت ترجمہ ہوا ہے۔

اس طرح قرآن مجید کے اردو ترجموں کے تین اسلوب ہمارے سامنے ہیں۔

(1) اسلوب لفظی ترجمہ

(2) اسلوب یا محاورہ ترجمہ

(3) اسلوب فطری ترجمہ

1۔ اسلوب لفظی ترجمہ

برصغیر میں قرآن پاک کے اردو ترجمہ کا آغاز ”لفظی ترجمہ“ سے ہوا۔ قرآن حکیم کے ہر ہر لفظ کے نیچے اسکا ترجمہ لکھا گیا۔ لیکن یہ ترجمہ جب ایک عبارت سمجھ کر پڑھا جاتا ہے تو عبارت میں روانی نہیں ہوتی لفظی ترجمہ میں یہ سقم تھا کہ اس کے پڑھنے سے عبارت میں ربط و منطوق ہونے کے سبب پڑھنے والا یہ محسوس کرتا تھا کہ شاید گفتگو کا رابطہ کٹ گیا ہے۔ زبان کی قدامت الگ ہے۔ مولانا شفاء اللہ تہری (انجمن اہل حق) نے اس سقم کو حل فرمایا ان کا ”ماضی“ کے بہت سے مترجمین کا، سوائے تراجم اردو کے کہ یہ بھی نہیں۔ جس میں سے بعض تو تحت لفظی ہیں۔ اور اس کے محاورات بھی انقلاب زمانہ سے منقلب ہو گئے۔ اس لئے وہ بھی مطلب بتلانے سے غاری ہیں۔

2۔ اسلوب یا محاورہ ترجمہ

جو لفظ لفظی ترجمہ میں یہ سقم تھا کہ الفاظ کے صرف معانی بیان کرنے سے مفہوم سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک عبارت دوسری گفتگو سے کٹ گئی ہے۔ لہذا علماء نے ضرورت محسوس کی کہ قرآن مجید کا ”یا محاورہ“ اردو ترجمہ کیا جائے۔ لہذا یا محاورہ ترجمے آنے شروع ہوئے۔ لیکن علماء اور مفسرین یا محاورہ اردو ترجمہ کے شوق میں

(1) ”طرح طرح کے محاورات کو لے آئے۔ ساری توجہ عبارت،

مفسرین نگاری اور زبان دانی پر صرف کر دی۔ اور ان کی

توجہ اصل قرآن کی فہم کے بیان پر نہ رہی۔“

(حصہ اول)

(2) عربی زبان کی لغات و ادب اور تفاسیر کی کتب پر گہری نظر نہیں تھی۔
اس لیے مترجمین عربی عبارات کے زیادہ موزوں مفہوم کو اردو الفاظ
و محاورات میں منتقل نہیں کر سکے۔

ان وجوہات کی بنا پر قرآن مجید کا ”یا محاورہ اردو ترجمہ“ بھی اپنے
اصل مقاصد حاصل نہیں کر سکا۔

تبلیغی درس 8 (حصہ اول)

3. فطری اسلوب کا اردو ترجمہ قرآن | لفظی اسلوب کے تراجم میں
بھی سقم تھا۔ اور با محاورہ

اسلوب کے تراجم میں بھی سقم تھے۔

پندرہویں صدی ہجری کے آغاز (1499ء) میں قرآن مجید کا ایک
”اردو ترجمہ“ منظر عام پر آیا۔ جس کا نام کنزالایمان ہے (جس کے معنی ہیں
”ایمان کا گواہ“)

یہ اردو ترجمہ تھا جو کہ ”فطری اسلوب“ کے تحت کیا گیا ہے۔
اس ترجمہ قرآن پر کافی تحقیق ہو چکی ہے۔

اس اردو ترجمہ قرآن ”کنزالایمان“ کی خوبی و خصوصیت یہ ہے
کہ ہر لفظ کے معانی میں عبارت میں آجاتے ہیں۔ اور عبارت با محاورہ اردو
ترجمہ کا کام بھی دیتی ہے۔ اس طرح ”لفظی“ اور ”با محاورہ“ دونوں
اسلوب عزیمت کے مطابق اس ترجمہ میں موجود ہیں۔

میں نے اسلوب کے ساتھ قرآنی عبارات و الفاظ کے مفہوم کو ”اردو“
میں اس طرح بیان کر دینا جیسا کہ قرآن کا منشا رہے۔ اور پھر یہ مفہوم تیرہ
سوسال کے عرصہ میں موجود لغات و ادب اور مفسرین و آئمہ کرام کی کتب کے
میں مطابق بھی ہوں تو اہل علم اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ یہ کام
کتنی مشکل اور کتنا بڑا ہے۔ اس قسم کے ترجمہ کیسے صدیاں درکار ہوتی ہیں۔

اور علماء حق و آئمہ کرام کی ایک بڑی ٹیم ہی اس قسم کے اہم کام پر مامور
کی جائے تو شاید وہ اپنی عمریں پوری کر کے بھی یہ کام مکمل نہ سکے۔ لیکن

عقل شند و حیران ہے۔ کہ ایک فرد واحد نے یہ کام کیا۔ اللہ اکبر
 آج کے سکا اور محقق کی فہم یہاں پہنچ کر تو بے بس اور دم بخود رہ جاتی
 ہے۔ کہ اردو ترجمہ "کنز الایمان"، مترجم کی زبان سے فی البدیہہ اور برجستہ
 بیان ہوا۔ یہی کیا کم کمال تھا کہ یہ ترجمہ فطری اور بے جملے اسلوب کے تحت
 کیا گیا۔ اس پر طرہ یہ کہ ترجمہ زبانی کیا گیا۔ نہ لغات و ادب کی کتابیں کھول
 کر سامنے رکھیں اور نہ تیرہ سو سال میں لکھی گئی تفسیر و احادیث کی کتب کی
 ادراک گردانی کرتے ہوئے ترجمہ کیا گیا۔ بلکہ ایک عالم دین امجد علی عظیمی رحمہ
 (مصنف بہار شریعت) ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اور اعلیٰ حضرت
 مجدد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ آیت کا مبنی زبانی ترجمہ اس طرح بولے تھے
 تھے۔ جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوتِ حافظہ پر بغیر زور ڈالے
 قرآن شریف روانگی سے پڑھتا جاتا ہے۔

اس ضمن میں علامہ محمد طاہر القادری کے الفاظ تو آپ زور سے
 لکھنے کے قابل ہیں۔

و..... تاریخ ترجمہ میں دو قسمیں ترجمہ کی تھیں۔ ایک ترجمہ
 لفظی تھا۔ دوسرا محاورہ تھا۔ جس طرح خدا نے اُمت
 کو دونوں حدوں کے درمیان رہ اعتدال پر چلنے والی
 اُمت بنایا۔ اسی طرح خدا نے اعلیٰ حضرت کو توفیق دی کہ لفظی
 اور محاورہ ترجموں کے درمیان ایک رہ اعتدال مقرر کرے
 (انکے ترجمہ میں) نہ لفظی ترجمہ کی انتہا پسندی رہی اور نہ
 محاورہ ترجمہ کی انتہا پسندی رہی۔

علامہ محمد طاہر القادری "تقریر بعنوان "کنز الایمان اور اسکی فنی حیثیت مورخہ 23 مئی 82ء

ترجمہ قیامت تک کیلئے ایک سند | اردو ترجمہ و قرآن "کنز الایمان"
 واقعی ایک عظیم کارنامہ
 اور شاہکار ہے۔ عقل تو یہی کہے گی کہ اتنا نازک اور باریک کام ایک
 شخص (اور وہ بھی فی البدیہہ انداز اختیار کر کے) کس طرح کر سکتا ہے۔
 ٹھیک ہے۔ اعلیٰ حضرت تمام علماء و فضلاء میں افضل ترین مقام پر تھے۔
 اپنی صدی کے مجدد تھے، امام تھے، مفتی تھے، فقیہ تھے۔ سب ہی
 کچھ تھے۔ مگر یہی اتنا مشکل کام ایک شخص یوں آسانی سے کیے سر انجام
 دے سکتا ہے لیکن دل کی آنکھ سے اس منظر کا نظارہ کیا جائے۔ تو تپہ
 چلتا ہے کہ۔

(1) مشق رسول کی بلند ترین مسند پر فائز اپنی صدی کے مجدد مفتی
 فقیہ امام اور ولی و کامل نے جب قرآنی آیات کے اردو ترجمہ کے
 لیے اپنی زبان کھولی تو پھر کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی اس زبان
 سے نکلا ہوا قرآنی ترجمہ قیامت تک کے لیے ایک سند اور معیار
 بن گیا۔ زبان اسکی بل رہی تھی۔ مگر بولنے والے شہنشاہ
 کوئین تھے۔ الفاظ کی ادائیگی وہ کر رہے تھے۔ مگر اشارہ گنبد
 خضر کی طرف سے تھا۔

(2) علامہ محمد طاہر القادری نے اس عقدہ کو یوں حل کیا ہے۔
 "..... خدا کی ذات اپنے نیک بندوں کی روحوں کو اپنی صفات
 انوار کے فیضان سے منور بھی کیا کرتی ہے۔ خدا کی ذات اپنے

نیک بندوں کی رزقوں کو اپنے کلمات کا منظر بھی بنایا کرتی ہے۔
اپنے صفاتی اوصاف کا آئینہ دار بھی بنایا کرتی ہے۔
..... وہ خدا کی قسم یوں محسوس ہوتا ہے۔ کہ قرآنی آیات کا ایک
ایک لفظ ترجمہ کرنے والی روح (المحضرت محمدؐ امارتِ رضا) پر اثر
کر اپنے فیضان سے اُسکی روح کو اتباع کی اتحادی توجہ کے
ساتھ فیض یاب کر رہا ہے۔

وہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن
قرآن کے لفظوں سے توجہ اتحادی کے فیضان سے معمور ہے۔
جو حکم جو ربط و نظم جو کمال جو روانی و عبارت جو زواریاں،
جو حسن بیان قرآن کے الفاظ میں دکھائی دیتا ہے۔ یوں محسوس
ہوتا ہے۔ کہ قرآن کا ایک ایک لفظ اس احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ
کی روح پر یوں توجہ اتحادی کر رہا ہے۔ کہ وہی چیز اس
قرآن کے ترجمہ (کنز الایمان) میں بھی دکھائی دیتی ہے۔
اس فرق کے ساتھ کہ یہ خدا کا کلام ہے، اور وہ بندہ
کا کلام ہے۔ جو حسن اور عظمت اس قرآن کی ہے۔ اُس عظمت
کا آئینہ دار یہ ترجمہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ جس طرح ”قرآنی
اسلوب“ کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح اس ترجمہ
کے اسلوب کی مثال بھی پیش کرنی نہایت دشوار ہے۔

علامہ محمد طہر القادری: تقریر عنوان ”کنز الایمان“ اور اُسکی فنی حیثیت،

مؤرخہ 23/9/82 ساہیوال

کنز الایمان سے پہلے ترجموں میں غلطی | اب یہاں ایک نہایت
ہی اہم اور دلچسپ سوال
پیدا ہوتا ہے۔ کہ ترجمہ ”کنز الایمان“ سے پہلے قرآن پاک کے بیت
سے ”اردو ترجمے“، منظر عام پر آئے۔ مثال کے طور پر

- * ترجمہ قرآن از شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (1283ھ/1868ء)
 - * ترجمہ قرآن از شاہ عبدالقادر (1301ھ/1884ء)
 - * ترجمہ قرآن از محمد شریف خاں (1316ھ/1899ء)
 - * ترجمہ قرآن از مولوی امانت اللہ (1319ھ/1904ء)
 - * ترجمہ قرآن از نواب صدیق حسن خاں (1368ھ/1948ء)
 - * ترجمہ قرآن از مولوی نذیر احمد دہلوی (1373ھ/1955ء)
- دیگر وغیرہ

سوال یہ ہے کہ ان ترجموں میں جو سقم تھے۔ وہ تو قابل تسلیم ہیں۔ کہ
اُس وقت زبان کی قدامت تھی۔ اور ترجموں کا ابتدائی دور تھا۔ لیکن جب
1911ء/1330ھ میں سقم اور غلطیوں سے پاک صافی اردو ترجمہ.....
”کنز الایمان“، منظر عام پر آگیا تو پھر اس کے بعد جو بے شمار اردو ترجمے،
منظر عام پر آئے۔ ان میں سقم اور غلطیاں کیوں ہوئیں۔ مثلاً جو ترجمے بعد میں
آئے ان میں سے چند یہ ہیں۔

- * ترجمہ قرآن از سید احمد حسن دہلوی (1916ء/1335ھ)
- * ترجمہ قرآن از مولوی عاشق الہی

- * ترجمہ قرآن از مولوی محمد الحسن (۱۹۱۹ء / ۱۳۳۵ھ)
- * ترجمہ قرآن از مولوی اشرف علی تھانوی (۱۹۴۳ء / ۱۳۶۲ھ)
- * ترجمہ قرآن از نواب وحید الزمان حیدر آبادی (۱۹۱۹ء / ۱۳۳۸ھ)
- * ترجمہ قرآن از مولوی ثناء اللہ امرتسری
- * ترجمہ قرآن از ابو الکلام آزاد
- * ترجمہ قرآن از عبدالمالک حیدر آبادی
- * ترجمہ قرآن از ابوالاعلیٰ مولانا سید مودودی - وغیرہ وغیرہ

کنز الایمان کے بعد ترجموں میں غلطی کیوں | کم از کم بعد کے ترجمہ کرنے والے علماء نے تو اردو ترجمہ ”کنز الایمان“ کو دیکھ کر - صحیح ترجمہ، قرآن کریم چاہیے تھا - آخر ان سے بھی یہ غلطی کیوں ہوئی؟ بہت سے احباب نے یہی سوال کیا لیکن جب انہیں تسلی بخش جواب مل گیا تو وہ مطمئن ہو گئے۔

(۱) قرآن مجید کا اردو ترجمہ ”کنز الایمان“ کے بعد ترجمہ کرنے والے علماء شاید اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ ان سے بڑا کوئی عالم دین نہیں ہے۔ اسی لیے انہوں نے ”اردو ترجمہ“ کنز الایمان کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اور اس کا بغور مطالعہ تک نہ کیا۔ یہی بات ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئی۔

(۲) ترجمہ کرنے والے علماء نے قرآن حکیم کا اردو ترجمہ کرتے وقت اپنے مسلک، گروہ کے علماء کے ”اردو ترجموں“ کی تقلید کی۔ انہوں نے اپنے پیش نظر غائب بھی رکھا کہ حیات ان کے مسلک یا گروہ کے علماء کہہ رہے ہیں۔ اسی کو اپنے ترجموں میں رکھا جائے۔ تاکہ بہت سارے ترجمے اور تفاسیر اس بات کی گواہ بن جائیں کہ حق بات تو وہی ہے جو ان کے علماء کے گروہ نے کہی ہے۔

تبلیغی درس ۱۱ (حصہ اول)

(۳) تیرہ سو سالہ عظیم ورثہ | اردو ترجمہ ”کنز الایمان“ کے بعد ترجمہ کرنے والے بیشتر علماء نے تحقیق و

تصنیف کے وقت غالباً اپنے شاگرد اور عقیدت مند علماء پر انحصار کیا۔ بذات خود یہ زحمت نہیں کی کہ لغات و ادب اور تفاسیر کی کتب کے تیرہ سو سالہ عظیم ورثہ کا بغور مطالعہ کر لیتے۔ ان کے اس آسان طریق کار سے یہ فائدہ تو ہوا کہ ان کی ذات کو وقتی طور پر شہرت حاصل ہو گئی۔ اور تھوڑے سے عرصہ کیلئے ان کی واہ واہ ہو گئی۔ مگر انہوں نے یہ نہ سوچا کہ ایک مجدد (امام رضا رحمۃ اللہ علیہ) جس کی علمیت، ذکاوت اور تحقیق پر عرب و عجم کے چاروں اماموں کے جید مفتیان و ائمہ کرام نے جی بھر کر داد دی، کے ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ کا گہری نظر سے مطالعہ تو کر کے دیکھ لیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ترجمہ بھی دوسرے علمی اور تحقیقی کارناموں کی طرح ایک شاہکار ہی ہو۔ لیکن شاید ان کے پیش نظر تو صرف یہی تھا کہ قرآن پاک کے بہت سے ”اردو ترجمے“ اور ”تفاسیر“ کو معاشرہ میں اس طرح پھیلا دیا جائے کہ ہر ”اردو ترجمہ“ ان کے اکابرین کے ”ترجموں“ کی تصدیق کرے۔

انہوں نے آسان سوچا کہ بھلا منصف و سبیلوں اور پیر و پگندے کی بھرمار سے بھی کوئی خود ساختہ موقف مستند اور برحق ثابت ہو رہا ہے۔ دین اسلام میں حقیقی فکر اور صحیح تحقیق آخر کار سامنے آکر رہتی ہے۔ مسلمان عالم کو غیر تحقیقی اور غیر مستند لٹریچر کی بھرمار سے وقتی طور پر

تو سنا کر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جب اُسکی چھان بین اور تحقیق ہوگی تو پھر دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔
 ”کنز الایمان“ کے بعد منظر عام پر آنے والے قرآن مجید کے غیر مستند اور غیر معیاری ”اردو ترجموں“ کا بھی انجاء آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

کاش اگر اب بھی علماء وقت، تعصب اور جانبداری سے اپنی زندگی کو صاف شفاف کر کے قرآن حکیم کے اردو ترجمہ ”کنز الایمان“ کے ایک ایک لفظ پر غور کریں۔ کیا ہم آنا بھی نہیں سونچ سکتے کہ ہم اشرف علی تھانوی (دیوبندی)، علامہ حضرت احمد رضا (بریلوی)، نواب وحید الزماں حیدر آبادی (المحدث)، یا ابوالاعلیٰ مودودی کی اندھی تقلید کیوں کریں؟ کیا ان کے ہاتھ میں جنت دو رخ ہے۔ آنکھ بند کر کے ان کے پیچھے لگے رہنے کی آخر وجہ؟

..... بس ایک ہی وجہ ہوتی چاہئے کہ ہم تحقیق اور چھان بین کریں۔ قرآن مجید کے کئے گئے انکے اردو ترجموں کا موازنہ کریں۔ جو اردو ترجمہ قرآن حق کے پڑا میں بھاری ہو۔ اُسکو ترجیح دیں۔

تبلیغی درس 12 (حصہ اول)

(4) جواب کیلئے طاہر القادری | سوال یہ تھا کہ جیب ایک مستند اور

صحیح ترجمہ ”کنز الایمان“ منظر عام پر آگیا تھا۔ تو پھر بعد کے علماء نے اپنے ترجموں میں غلطی کیوں کی؟
 — ظاہر ہے۔ انہوں نے اس ترجمہ سے استفادہ نہیں کیا۔ اُس وقت انکے ذہن و گمان میں بھی شاید نہ ہو کہ تحقیق اس ترجمہ کو ایک مستند اور جامع ترجمہ ثابت کر دے گی۔ اس سوال کے جواب کے لیے علامہ محمد طاہر القادری کی وہ تحقیق کی گراہیوں سے آشنا، سحرانگیز زبان یوں بول اٹھی۔

قرآن کا اندازِ بیاں نہ تقریری تھا نہ تحریری

وہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن نہ تو معروف اصطلاح میں تقریری انداز میں اتر ا تھا۔ نہ معروف اصطلاح میں تحریری انداز میں اتر ا تھا۔ اسلئے بے شک قرآن حکیم رسول پاک سے خطاب تھا۔ اہل مکہ سے خطاب تھا۔ اہل مدینہ سے خطاب تھا۔ ازاد ترجمانی کرتے والے علماء نے یہ کہا کہ چونکہ قرآن تقریر (خطاب) کے انداز میں تھا۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس قرآن کے معنی و مفہوم کو مربوط انداز کے ساتھ پیش کرنے کے لیے اس کے ترجمہ کو تحریر کے انداز میں بدلا جائے۔ تاکہ قرآن کا تحریری انداز جب

ترجمہ کی صورت میں پڑھیں۔ تودہ ترجمہ اس انداز سے سامنے آئے کہ تقریری انداز کا غیر مربوط پہلو ختم ہو۔ اور تحریری انداز کا مربوط پہلو سامنے آجائے۔ اور دوسرا سبب یہ ہے۔ تقریر کے انداز کو تحریر کے انداز میں بدلنے کی ضرورت اس لیے (کنز الایمان کے بعد کے دور کے ترجمہ کرنے والے) بعض علماء کو محسوس ہوئی کہ ان کے سامنے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ نہ تھا۔ اس لیے کہ انہوں نے جن تراجم کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی کہ جب تک تحریر کے باضابطہ اسلوب میں ترجمہ کو نہ بدلا جائے اس وقت تک عبارت کا ربط قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ رائے جن ترجموں کو پڑھنے کے بعد قائم کی ان ترجموں کی فہرست میں اعلیٰ حضرت کا ترجمہ نہ تھا۔ اس لیے یہ آشکار ہوتا ہے کہ علماء نے ان تراجم کو دیکھا تھا۔ جو تراجم اپنے اپنے اسلوب اسکے نظم، اس کے ضبط اور اس کے ربط کو قائم نہ رکھ سکے تھے۔ اگر اعلیٰ حضرت کا ترجمہ پیش نظر ہوتا تو تقریر (خطاب) کو تحریر کے انداز میں بدلنے کی کبھی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

علامہ محمد طاہر القادری تقریر لعنہ وکنز الایمان اور اس کی فنی حیثیت،
موضوع ۲۳/۹۲ - سہیوال -

۹۳ تبلیغی درس ۱۳ (حمد اول)

”اردو ترجموں کی تاریخ“ | قرآن مجید کے ”مکمل اردو تراجم“ میں اگر ”جزوی اردو تراجم“ بھی شامل کر لیے جائیں تو ————— ”اندازے کے مطابق مکمل اور جزوی تراجم کی (کل) تعداد تقریباً ۱۲۳ ہے۔“

قرآن مجید کی عربی کو سمجھنے کیلئے اگر عربی زبان میں بھی اس کا ترجمہ کیا جائے۔ تودہ ”قرآن کی عربی“ کا بدل نہیں ہو سکتا ہے۔ برصغیر کے ابتدائی اسلامی دور میں عربی کی فہم رکھنے والوں کی کثیر تعداد ہوا کرتی تھی۔ آہستہ آہستہ جب عربی جاننے والے ختم ہو گئے۔ تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے برصغیر میں قرآن کریم کا سب سے پہلے فارسی میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ ”لفظی ترجمہ“ کے اسلوب پر کیا گیا تھا۔ اس وقت برصغیر کے دیگر علماء قرآن کا ترجمہ کرنے کے خلاف تھے۔ لیکن شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے دورانہی سے کام لیتے ہوئے مخالفت کی پروا نہ کی۔ ان کے فارسی ترجمہ کا فائدہ یہ ہوا کہ عوام نے براہ راست قرآن فہمی میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔ اس کے بعد ان کے بیٹے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ”لفظی اردو ترجمہ“ (لفظ کے نیچے لفظ) تکرر والا۔ یہ تاریخ میں پہلا ”لفظی اردو ترجمہ“ تھا۔ اور پھر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ایک دوسرے بیٹے شاہ عبدالقادر نے قرآن مجید کا پہلا ”دو با محاورہ اردو ترجمہ“ کیا۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کا فارسی ترجمہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے ترجمہ کا اثر رکھنے والا عظیم ترجمہ تھا۔ اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی

کا ترجمہ بھی اُس دور میں ایک عظیم کارنامہ تھا۔ یہ ترجمے بعد کے دور میں اردو خواں طبقہ کے لیے اس لیے مجید ثابت نہیں ہو سکے کہ۔

(۱) زبان و بیان کی قدامت اُسے آئی (دوسو سال قبل کی زبان تھی) اور آج اس ترجمہ میں الفاظ متردک کی کثیر تعداد موجود ہے (۲) کتاب "تقویت الایمان" کے مکتبہ فکر (المحدثین اور دیوبندی حضرات) علماء نے اپنے عقاید کے مطابق ان ترجموں میں کہیں کہیں تصرف (اپنی طرف سے رد و بدل) بھی کر دیا تھا، ان ترجموں کے بعد حکیم محمد شریف خاں، مولوی امانت اللہ، نواب صدیق حسین خاں (المحدثین)، مرزا حیرت دہلوی (المحدثین)، سرسید احمد علی گڑھی رنجیری دیوبندی) وغیرہ ہا کے ترجمے آئے۔ اور پھر ڈپٹی مولوی نذیر احمد دہلوی (پنجری دیوبندی) کا "دیامحاورہ اردو ترجمہ" ۱۹۵۷ء میں منظر عام پر آیا۔

لیکن ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے اپنے "یامحاورہ ترجمہ میں محاورات کو اس طرح داخل کر دیا کہ سارا زور محاورات اور عبارت آرائی پر لگا دیا گیا۔ اور قرآن حکیم کا اصل مفہوم بیان ہونے سے رہ گیا۔

ان پنجری خیالات کو ترجمہ میں داخل کر دیا گیا۔ (پنجری خیالات کا بانی سرسید احمد خاں علی گڑھی تھا۔ پنجری نظریات کیا ہیں۔ تبلیغی درس نمبر ۱ میں ملاحظہ فرمائیں)

۲۔ الفاظ متردک کا مسئلہ عرصہ گزرنے کے بعد ہر ترجمہ قرآن کو درپیش ہوتا ہے۔ ترجمہ کنز الایمان میں بھی شاید مزید پچیس سال بعد "الفاظ متردک" کی تعداد ہو جائے لیکن اُس وقت جو (SUPER GENIUS) محقق ہوگا۔ وہی الفاظ کا بدل بنا سکے گا۔

اس کے بعد مجدد امام احمد رضا دہلوی کا اردو ترجمہ "کنز الایمان" ۱۹۱۱ء میں منظر عام پر آیا۔ بعد ازاں سید احمد حسن دہلوی نے ۱۹۱۶ء میں ترجمہ کیا۔ اور مولوی عاشق الہی میرٹھی، محمد یوسف کاکوروی، مولانا فتح محمد حیات دہری کے ترجمے بھی منظر عام پر آئے۔ اور مولوی محمود الحسن نے ۱۹۱۹ء میں قرآن مجید کا اردو ترجمہ، مکمل کیا۔ تاج کبینی نے سب سے پہلا ترجمہ مولانا فتح محمد حیات دہری کا شائع کیا۔ مولوی اشرف علی تھانوی، ابوالکلام آزاد، مولانا عبد الماجد دریابادی، سید ابوالاعلیٰ مودودی وغیرہ کے تراجم (مع تفسیر) تو بہت بعد کی چیزیں ہیں۔

محسن کنز الایمان از ملک شیر محمد خاں اعوان ص ۱۶۰ ناشر مرکزی مجلس لاہور
امام احمد رضا اور ان کے مخالفین صفحہ ۳۸۲ تا ۳۸۳ کردہ فضل نور اکیڈمی
(گجرات)

میں وقت ضائع کرے۔

آؤ! آج عہد کریں کہ ہم صرف حق بات مانیں گے۔ حق بات کا پرچار کریں گے۔ اور فردعی مسائل میں دست درگیاں نہیں ہوں گے۔ ہم کسی کی مخالفت نہیں کریں گے۔ کیچڑ نہیں اچھالیں گے۔ دوسروں پر کیچڑ اچھالتے اور برا بھلا کہنے پر جو وقت ضائع ہوتا ہے۔ اُسی وقت کہ ہم حق بیان کرنے پر صرف کریں گے۔

حق بیان ایک دریا ہے۔ جو کہ بڑے سکون اور تحمل کے ساتھ سمندر کی طرف بہتا چلا جاتا ہے۔ راستے میں چینی چنگھاڑتی آبشاریں، مائے اور ندیاں دریا کے تحمل و ظرف اور پرسکون روانی کو کبھی بھی متاثر نہیں کر سکتی ہیں۔ اور آخر کار شور و فغاں کرنے والے یہی چھوٹے چھوٹے ندی نالے دریا میں گم ہو جاتے ہیں۔

98 تبلیغی درس ۱۵ (حصہ اول)

مختلف ترجمے اور محققین | مولانا شاہد اللہ امرتسری (اہمدمیت) اپنے ترجمہ و تفسیر لکھنے کا جواز یوں بیان کرتے ہیں۔

وہ میں نے مخالفین کے حال پر غور کیا تو باوجود بے علمی و بیسجھائی کے مدعی ہمہ دانی پایا۔ خدا کی پاک کتاب پر منہ کھول کھول کر معترض ہو رہے ہیں۔ حالانکہ کل سرمایہ ان کا سوائے تراجم اُردو کے کچھ بھی نہیں۔ جس میں سے بعض تو تحت لفظی ہیں۔ اور اُس کے محاورات بھی انقلاب زمانہ سے منقلب ہو گئے۔ اس لیے وہ بھی مطلب بتلانے سے عاری ہیں.....

اسی طرح اعلیٰ حضرت مجدد امام رضا (بریلوی) کے ترجمہ ”کنز الایمان“ کے متعلق اُن کے ایک عقیدت مند مولانا بدرالدین احمد گورکھپوری فرماتے ہیں۔
”قرآن حکیم قادر مطلق جل جلالہ کا مقدس کلام ہے اور کنز الایمان اس کا ”مہذب ترجمان“ ہے۔“

مختصر یہ کہ ہر گز وہ اپنے مترجم قرآن کی تقلید کرتا ہوا ملے گا۔ اور یہی تقلید اور دھڑے بندی اس آج امت مسلمہ کے ایک خون کا کینسر (Blood Cancer) بنی ہوئی ہے۔ اور امت مسلمہ فرقوں، مسلکوں اور گروہوں میں بٹ کر رہ گئی ہے۔ آج کے مصروف سائنسی دور میں ان کے پاس اتنی فرصت اور وقت کہاں ہے۔ کہ فرقہ درازہ جھگڑوں

۱۔ تفسیر ثنائی شائع کردہ

۲۔ ۱۰۰ احمد رضا اور ان مخالفین ص 73 شائع کردہ فضل نور اکیڈمی دہلی (گجرات)

ارشادِ خداوندی

أَهْمُ يُقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ يُنْخَن
قَسَمًا بَلَنَّهُمْ مَعَلَّشَتَهُمْ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ
بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ
بَعْضًا سَخِرَ بِنَا ط
(ترجمہ)

کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں۔ ہم
نے ان میں ان کی ذلیت کا سامان دنیا کی
زندگی میں بانٹا اور ان میں ایک دوسرے پر
درجوں بلندی دی۔ کہ ان میں ایک دوسرے
کی مہنسی بنائے۔

نوٹ: اس آیت کا دل بلا دینے والا تقابلِ تراجم
از پروردگار اکبر محمد طاہر القادری صفحہ ۳۹۷ پر
ملاحظہ فرمائیں۔

قرآنی آیات کے خود ساختہ مفہوم

کی وجہ سے امتِ مسلمہ میں نئے نئے گروہ

(اوی)

فرقے پیدا ہو گئے۔

تبلیغی درس ۱۶ (حصہ اول)

قرآن کے مختلف مفہوم | آج کے گئے گزرتے دور میں مسلمانوں کی بے اطمینانی دور کرنے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ قرآن مجید کے ایک ایسے اُردو ترجمہ کا انتخاب کر لیا جائے جو قرآنی آیات کے مفہوم و معانی اور مطالب بیان کرنے کے لحاظ سے دور سے تمام اُردو ترجموں سے بہتر اور مستند ہو۔ آؤ ہم اپنے عمل کی ابتداء قرآن کے مفہوم سے کریں۔ اگر ہم نے قرآن مجید کا غلط فہمی سے پاک مفہوم و ترجمہ اپنی روح کا ساتھی بنالیا۔ اور اپنے عمل کی بنیاد تسلیم کر لیا۔ تو خدا کی قسم ہماری تمام پریشانی اور گھٹن ختم ہو جائے گی۔ اور قرآن مجید ہمارے اطمینان قلب اور سکون روح کا ضامن بن جائے گا۔

ہمیں بہت سے فرقہ پرست اور مخصوص وابستگی رکھنے والے حضرات ایسے ملیں گے۔ جو کہ تعصب اور اندھی تقلید کے سبب ہماری مخالفت کریں گے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ جتنے بھی گروہ اور فرقے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ قرآن کے مختلف مفہوم بیان کرنے کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ قرآن کا ایک مفہوم مترادف امام احمد قادیانی نے بیان کیا ہے۔ کیا ہم وہ قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیں؟ قرآن کا مفہوم (ترجمہ) تو یہ بخیر نہیں ہے کہ بانی سرسید احمد خاں دسرسید احمد کے گروہ کی کسی حد تک مشہور شخصیت دپٹی نذیر احمد دہلوی، مولانا الطاف حسین حالی اور مولانا شبلی نعمانی بھی میں نے بھی کیا ہے۔ جسکے عقائد ہیں۔

* شیطان یا ابلیس کا لفظ جو قرآن مجید میں آیا ہے۔ اس سے کوئی

ہستی مراد نہیں بلکہ انسان کے نفسِ امّارہ اور قوتِ ہیمیمیہ کا نام ابلیس ہے۔
* معراج (حالت) بیداری میں نہیں بلکہ خواب میں ہوتی ہے۔ اور یوں ہی شوقِ صدر بھی خواب میں ہوا ہے۔

* آدم فرشتے اور ابلیس کا جو حصہ قرآن میں بیان ہوا ہے تو ایسا واقعہ نہیں ہوا۔

* قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معجزہ کے حاصر ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

* مرنے کے بعد اٹھنا، حساب کتاب، میزان، پل صراط، جنت، مذبح وغیرہ سب حجاز پر محمول ہیں نہ کہ حقیقت پر۔

* قرآن مجید میں جو جگہ بدوحین کے بیان میں فرشتوں کی حد دکا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے ان لڑائیوں میں فرشتوں کا آنا ثابت نہیں ہوتا (کیونکہ خود فرشتوں کا جب وجود نہیں تو آنا جانا کیسا)

دغیرہ وغیرہ۔

پہلی جماعت سے لیکر لونیورسٹی کی سطح تک | اسلامی سمجھوتہ!

ہم میں سے بہت سے اس بات پر حیران ہوں گے کہ پاکستان کی تاریخ کی کتابوں میں تو سرسید احمد خاں کو بہت بڑا عالمِ دین اور مسلمانوں کا عظیم خیر خواہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور یہ تاریخ پہلی جماعت سے لیکر لونیورسٹی کی سطح تک پڑھائی جاتی رہی ہے۔ اسلامی سمجھوتہ واقعی یہ لمحہ فکریہ ہے۔ ہماری تاریخ مرتب کرنے والے حضرات اور حکمرانوں کے ذہنوں اس بات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ حالانکہ بات صرف

اتنی ہے کہ سرسید احمد خاں کا ایک کام واقعی سیاسی و قومی خدمت کے لیے بڑا اہم تھا۔ کہ اُس نے علی گڑھ یونیورسٹی قائم کی۔ جس طرح سرگنگارام نے گنگارام ہسپتال قائم کیا۔ اسی طرح انسان درد رکھتی والی ایک خاتون نے ”گلاب دیوی ہسپتال“ بنایا۔ عقائد اور ایمان الگ چیز ہے اور انسانیت کی فلاح و بہبود دیکھنے کے لئے کئے کام الگ چیز ہیں۔

اگر کل ایک مرزائی بہت بڑی یونیورسٹی قائم کر دے۔ پاکستان کیلئے اسکی بڑی سیاسی خواہشوں کے بڑے ہسپتال بھی بنا ڈالے تو کیا اُسکے قادیانی عقائد قابل تسلیم ہو جائیں گے؟ جب انسانیت کی فلاح و بہبود کا ذکر ہوگا۔ تو قادیانی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ لیکن جب اُسکے عقائد اور ایمان و یقین کی بات ہوگی۔ تو پھر اُس کو مرتد اور کافر ہی کہا جائے گا۔ بات دوسری طرف چلی گئی۔ بیان یہ ہو رہا تھا۔ کہ ہم یہ تلاش کریں کہ قرآن مجید کے اردو ترجموں میں وہ کونسا ترجمہ ہے جس میں قرآن کا مفہوم دوسرے ترجموں کے مقابلہ میں زیادہ صحیح، مناسب، جامع اور مستند ہے۔ یعنی

(۱) کونسا ترجمہ دوسرے ترجموں پر ترجیح کے قابل ہے۔
(۲) کونسا ترجمہ دوسرے غلط ترجموں کے مقابلے میں صحیح اور غلطیوں سے پاک صاف ہے۔

(۳) کونسا ترجمہ دوسرے ترجموں سے ممتاز اور جامع ہے۔
یہ کام مشکل نہیں ہے۔ اگر بہت سے اردو ترجموں کا ہمارے سامنے تعابلی جائزہ پیش کیا جائے۔ تو ہم خود بخود یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ

۱۔ داکٹرین دیونہ مونا، افریقہ کی تھائی اور مونا، نور کشمیری نے بھی سرسید کے خلاف نیچری مذہب کے بانی اور بے دین ملحد و گمراہ ہونے کے فتوے لکائے (۱) انصافات الیوم، جلد ششم، پتھم صفحہ ۱۵۶، ۱۵۸ اور تیسریہ البیان (۲) الشکات صفحہ ۳۲

کونسا ترجمہ زیادہ مناسب، ممتاز و جامع اور صحیح ہے۔
اگلے تبلیغی درس سے ہم ایک ایک آیت لیں گے۔ اُس آیت کے نیچے مختلف علماء کے ترجمے تحریر ہوں گے۔ اور سب سے نیچے تعابلی اور تحقیقی جائزے بیان ہوں گے۔ تاکہ قرآن مجید کے اردو ترجموں میں جو فرق ہے۔ وہ واضح ہو کر ہمارے سامنے آجائے اور ہمیں یہ فیصلہ کرنے میں مدد ملے کہ ان ترجموں میں کونسا ترجمہ قابل ترجیح ہے۔ یا ممتاز و جامع ہے۔ یا غلطیوں سے پاک ہے۔ اور کس کس عالم کے ترجمہ میں غلطیاں ہیں، تضادات ہیں۔ یا غیر جامعیت ہے۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جیسے بشر تھے؟

- ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اللہ (لا الہ الا اللہ) الخ رسول اللہ (ترجمہ) ۱۔ نہیں ہے کوئی معبود پر حق اللہ کے سوا اور میں اللہ کا رسول ہوں۔
- ۲۔ بنی کریم پر چھ وقت کی نمازیں فرض۔ تہجد بھی آپ پر فرض ہے۔
- ۳۔ حضور کے لیے چار ارکان اسلام فرض تھے۔ زکوٰۃ آپ پر فرض نہیں تھی۔
- ۴۔ حضور کی ازواج پاک مسلمانوں کی مائیں ہیں کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔
- ۵۔ حضور کی میراث تقسیم نہیں ہوگی۔
- ۶۔ حضور کا ایمان — ایمان بالشہادۃ ہے
- ۷۔ حضور نے ایک صاحب کو حق مہر کی جگہ صرف صرف سورت قرآن سکھانا کافی کر دیا۔
- ۸۔ المؤمنین حضرت عائشہ کو عصر کے بعد دو رکعت نفل جائز فرمادی
- ۹۔ حضور نے ایک شخص سے اس شرط پر اسلام قبول فرمایا کہ دو روز نماز سے زیادہ نہ پڑھے۔

تسمیۃ القرآن

- ۱۔ اگر یہی کلمہ ہم پڑھیں تو کافر ہو جائیں۔
- ۲۔ ہم پر صرف پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔
- ۳۔ ہم پر پانچ ارکان اسلام فرض ہیں یعنی نماز، روزہ، حج اور جہاد
- ۴۔ ہماری بیویاں ہمارے مرنے کی بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں۔
- ۵۔ ہماری میراث وارثوں میں تقسیم ہوگی۔
- ۶۔ ہمارا ایمان — ایمان بالغیب ہے
- ۷۔ ہم اس اختیار سے محروم۔
- ۸۔ ہم میں یہ اختیار کہاں۔
- ۹۔ کیا ہم بھی ایسا کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تسمیۃ القرآن

ترجمہ از

(۱)	شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔	مولانا محمد الحسن (دیوبندی)
(۲)	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور بخشنے والا ہے۔	حکیم الامت اشرف علی تھانوی (دیوبندی)
(۳)	شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان ہے۔ نہایت رحم والا ہے۔	نواب وحید الزماں حیدر آبادی (الہ آباد)
(۴)	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان رحم والا ہے۔	مولانا شاہ احمد اترسری (الہ آباد)
(۵)	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشنے والے مہربان کے	شاہ رفیع الدین محدث دہلوی
(۶)	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔	شاہ عبد القادر
(۷)	شروع اللہ نہایت رحم والا ہے بار بار رحم کرے گا	عبد المجید دریا آبادی (دیوبندی)
8	اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے	اعلیٰ حضرت مجدد امام رضا (بریلوی)

تقابل تراجم

(۱) - اللہ کے نام سے براچھے کام کی ابتداء کرنی چاہئے۔ کہنے کو تو ہم میں سے ہر شخص آج یہی کہتا ہے کہ پرکام میں "اللہ" کا نام سب سے پہلے لیا جائے۔ اور باقی الفاظ بعد میں ادا ہوں۔ ہم قرآن مجید کے مذکورہ بالا اردو ترجموں پر نظر ڈالیں تو اعلیٰ حضرت نے اپنے اردو ترجمہ میں اس بات کا لحاظ رکھا ہے۔ اور **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کے "اردو ترجمہ" کیلئے "مکی زبان کھلی تو زبان سے پہلی آواز" اللہ، نکلی پہلے تمام مترجمین میں یہ واحد مترجم ہے جس کے قلم کی نوک سب سے

پہلے "اللہ" کا نام لکھ کر پھر دوسرے الفاظ لکھتی ہے۔ اللہ - اللہ یہ کتنی فطری اور حقیقی ترجمانی ہے۔ اتفاق سے دوسرے ترجمہ کرنے والے علماء کو اس بات کا خیال نہیں رہا۔ اردو اس ضمیمہ اور امتیاز سے محروم رہے لہذا اعلیٰ حضرت کا ترجمہ لائق ترجیح ہے۔

"سب نے اسی طرح ترجمہ کیا ہے۔" شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے۔ یا "شروع ساتھ نام اللہ کے ہے۔ چنانچہ مترجم کا قلم خود اپنی زبان سے غلط ہو گیا۔ کیونکہ شروع کرتا ہوں سے ترجمہ شروع کیا ہے۔

اللہ کے نام سے شروع نہیں کیا۔

کا ترجمہ ہے۔؟ (۲)

عرفاء کے دو مقام | صوفیاء اور عرفاء کے دو مقام ہوتے ہیں ۲

(۱) ایک وہ ہیں جن کی نظر پہلے چیزوں پر پڑتی ہے اُس کے بعد خالق تک پہنچتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنِّیْ مَرْحُوْلٌ دَرِیْ (میرے ساتھ ہے رب میرا) پہلے اپنا پھر رب کا ذکر کیا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے مکتوب اس طرح لکھا۔ اِنِّیْ مِنْ سُلَیْمٰنٍ اِنِّیْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

تبلیغی درس 18 (حصہ اول)

(3)

آداب الوہیت | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے کسی ترجمہ میں وہ لطف نہیں جو اعلیٰ حضرت (مجدد امام احمد رضا) کے ترجمہ میں ہے۔
 ”وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ“ (ترجمہ: ہر ذی شان کا جو بغیر اللہ کے نام سے شروع کیا جائے وہ بے

برکت ہوتا ہے)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کی نظر نہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر (نام) کو فعل (شروع کرنا) پر مقدم کر کے بارگاہ الوہیت کے آداب کا کسی کو خیال نہیں۔ ان تمام نکات کی رعایت اگر ملتی ہے تو وہ اعلیٰ حضرت (مجدد امام احمد رضا) کا ترجمہ ہے۔ ممکن ہے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ جناب مترجمین نے لفظی ترجمے کیے ہیں (حالانکہ ان کے با محاورہ ترجموں میں بھی یہ کمی جوں کی توں موجود ہے) تو میں یہ کہوں گا کہ قرآن کے ترجمہ کے لیے صرف لغت کا جاننا کافی نہیں ہے۔ در نہ صلوٰۃ کا لفظی ترجمہ سیر ہلانا کیا جائے۔ زکوٰۃ کا ترجمہ پاکیزگی کیا جائے۔ اور حج اور تیمم کا ترجمہ ارادہ کے ساتھ کیا جائے۔ قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کے لیے تمام تفاسیر معتبرہ، احادیث مقصدہ اور فقہی مسائل پر گہری نظر ہونی چاہیے۔ غرض یہ کہ جب تک تمام اسلامی علوم پر کسی شخص کی نظر نہ ہو۔ اس وقت تک وہ قرآن کریم کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکتا۔

الرَّحِیْمِ (سورہ نمل 30)

(ترجمہ: بے شک وہ سلیمان کی طرف سے ہے۔ اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے۔ جو نہایت مہربان رحم والا) (ii) لیکن ختم المرسلین حضور سرور کون د مکیا صلی اللہ علیہ وسلم آخری شریعت لے کر آئے۔ اور اس شان کے ساتھ آئے کہ ان کی نظر وہ پہلے خالق پر پھر کسی اور سے پر نہ پہنچی۔
 لہذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر فعل کو خطیوں لکھوایا۔
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ
 (ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔ یہ خط محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کے رسول ہیں)

(4)

گہری حکمت کے تحت

(یعنی اسم) سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا ترجمہ "اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، رحمت والا، کیا ہے۔ ان دو مقامات پر تسمیہ میں عربی لفظ الرَّحِیْمِ کا ترجمہ رحمت والا، کیا ہے۔ جبکہ ان دو مقامات کے بعد قرآن مجید میں تقریباً تمام جگہوں پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا اردو ترجمہ "اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا، کیا ہے۔ یعنی ان جگہوں پر تسمیہ میں عربی لفظ الرَّحِیْمِ کا ترجمہ رحمت والا، کیا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت مجددِ اُمّ الرعایا نے یہ فرق لازماً کسی حکمت کے تحت ہی رکھا ہے۔ اور علمائے کرام ہی اس ضمن میں سوئچ بچا رہے اور تحقیق کریں گے۔ میں نے مولانا غلام علی اذکار دی سے جب اس ضمن میں پوچھا تو انہوں نے کہا "واقعی اس پر تحقیق ہونی چاہئے۔ اور یہ بات خالی از حکمت ہرگز نہیں ہے۔" رحمت میں ایک لفظ رحم سے زائد ہے۔ اور کثرت الفاظ کثرت معانی پر دلالت کرتا ہے۔"

سورہ فاتحہ

الحمدُ ربِّ العالَمین

سورہ فاتحہ 1

ترجمہ از

(1)	سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو ربی ہیں ہر رب کے	مولانا اشرف علی تھانوی (دہلوی)
(2)	اصل تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ جو سارے جہان کا پادشاہ ہے	نواب وحید الزماں حیدر آبادی (پنجاب)
(3)	سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہان کا	مولانا محمود الحسن دہلوی (دہلوی)
(4)	سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے	مولانا شاہ اللہ امرتسری (پنجاب)
5	سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا	علی حضرت مجددِ امام احمد رضا (بریلوی)

تقابل تراجم

(1)

رب کا مفہوم مرقی پرورش کر نیوالا اور پالنے والا بھی درست ہے مگر اس کے معانی "مالک" کے ہیں۔ جو کہ وسیع تر معنی ہیں۔ اسی طرح "وہ پالنے والا ہے" سارے جہان کا "بھی قابل توجہ ترجمہ ہے۔ اگر ترجمہ میں الفاظ "وہ سارے جہان والوں کا مالک ہے"، آجائیں تو ترجمہ کتنا واضح اور صحیح ہو جاتا ہے۔ "پرورش کر نیوالا" یا پالنے والا، کے الفاظ سے محدود معنی کا اظہار ہوتا ہے۔ جبکہ "مالک" کے لفظ میں وسیع تر معنی آجاتے ہیں۔ اسی طرح "جہان" کی بجائے "جہان والا" کا لفظ زیادہ موزوں ہے۔ لہذا علی حضرت نے اپنے ترجمہ میں سب

کرذریاں ختم کر دیں۔ اور الحمد للہ رب العالمین کا ترجمہ کیا۔
"سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا"

(2)

"اس آیت میں جو مفہوم اعلیٰ حضرت نے بیان فرمایا ہے۔ وہ زیادہ موزوں ہے۔ لفظ "رب" بمعنی مالک محاورات عرب میں شائع و ذائع ہے۔ رب کہتے ہیں رب المال (مال کا مالک)، رب الارباب (جو مل مالک)، رب البیت (گھر کا مالک)
اپنے مقام پر ان محاوروں کو عرب استعمال کرتے ہیں۔ علی حضرت نے رب کا ترجمہ مالک سے کیا ہے اور ترجمہ جہان کی بجائے جہان والوں کیا ہے۔ یہ انکی نظر دقیق ہے۔ جہاں تک پہنچی ہے۔
عالم اور اہل عالم | اسی طرح مولانا اکاڑوی نے "جہان کی پرورش" اور "جہان والوں کی پرورش" میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"پرورش دراصل عالم و جہان کی نہیں ہوتی بلکہ اہل عالم و جہان والوں کی ہوتی ہے۔"

(3)

لفظ "مالک" میں "پرورش کر نیوالا" اور پالنے والا کے معنی بھی آجاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ان کے علاوہ دوسری تمام صفات بھی لفظ "مالک" سے ظاہر ہوتی ہیں۔

دیریلوی کے ترجمہ میں ہے۔ دوسرے تراجم میں جملہ خبریہ کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ گویا توفیق کی نہیں جا رہی بلکہ خبر دی جا رہی ہے کہ ”سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔“

رب العالمین۔ مضاف مضاف الیہ صفت ہے۔

اسم جلالت (اللہ) کی۔ اور صفت میں ”ہے“ یا

”نہیں ہے“ والا حکم نہیں ہوتا۔

مجدد امام احمد رضا دیریلوی کے ترجمہ میں یہ نکتہ ملحوظ ہے۔ دوسرے تراجم میں ملحوظ نہیں ہے۔

اس لیے علو حضرت قدس سترہ کا ترجمہ بہتر ہے۔ کہ

”سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا“

سورہ فاتحہ	ترجمہ از	الحمد لله
مولانا محمد الحسن دیریلوی	(1)	سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔
مولانا ثناء اللہ قریشی (المجدد)	(2)	سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔
		دو دیگر ترجمے وغیرہ وغیرہ
مجدد امام احمد رضا دیریلوی	3	سب خوبیاں اللہ کو

تقابلی جائزہ

حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ رضویہ — لاہور



جملہ دو قسم کا ہے

* خبر

* اور انشاء

کسی امر واقعی کا بیان خبر ہے۔ اور انشاء کہتے ہیں کسی غیر موجود

کے وجود میں لانے کو،

مقام حمد میں انشاء حمد مقصود ہوتا ہے۔ جیسے کہ مجدد امام احمد رضا

تبلیغی درس ۲۱ (حصہ اول)

الرحمن الرحیم ۱۰ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۱۰

(۱)	بڑے مہربان نہایت رحم والا ہیں جو ایک پندرہ روز کا ہے	مولانا شرف علی تھانوی (دیوبندی)
(۲)	بے حد مہربان نہایت رحم والا۔ ایک روز حبس کا	مولانا محمود الحسن (دیوبندی)
(۳)	بڑا مہربان رحم والا۔ (نصف کے دن کا مالک)	ذاب وحید الزماں (المحدث)
(۴)	بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے قیامت کے دن کا مالک	سولی شمس الدین (المحدث)

5	بہت مہربان رحمت والا۔ روز جزا کا مالک	اعلیٰ حضرت مجدد امام رضا (برجی)
---	---------------------------------------	---------------------------------

تقابل تراجم

(۱)

”الرحمن“ اور ”الرحیم“ عربی کے ان دو الفاظ کے تفسیری معارف اتنے دلچسپ اور دلنشین ہیں کہ پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد طاہر القادری نے صرف ان دو الفاظ کی تشریح کیلئے ”الرحمن الرحیم“ کے تفسیری معارف کے نام سے 32 صفحات کی ایک کتاب لکھی ہے جو کہ تفسیر تسمیہ کا حصہ ہے۔

لفظ ”الرحمن“ سے مراد ”رحمت حق کا صفاتی ظہور“ ہے لہذا تمام ترجمین نے اس کا ترجمہ ”بہت مہربان“ یا ”بڑا مہربان“ کیا ہے جو مناسب ترین ہے لیکن دوسرے لفظ ”الرحیم“ سے مراد رحمت حق کا فعلی ظہور ہے اس لیے رحم کی نسبت ”رحمت“ کا لفظ ”فعلی ظہور“ کی بھرپور عکاسی کرتا ہے مثلاً ”جاہ دشمن والا“ اور ”خشت والا“ اسی طرح ”رحم والا“ اور ”رحمت والا“ میں جو فرق ہے۔ وہ عیاں ہے۔

(۲)

تسمیہ اور فاتحہ میں لفظ ”رحمت“ اعلیٰ حضرت نے قرآن مجید میں غالباً تین مقامات پر لفظ ”الرحیم“ کا ترجمہ

”رحمت والا“ کیا ہے۔ جبکہ دوسرے تمام مقامات پر ”الرحیم“ کا ترجمہ ”رحم والا“ ”مہربان“ ”مہر والا“ وغیرہ کیا ہے۔ جن تین مقامات پر ”الرحیم“ کے معنی ”رحمت والا“ رکھے ہیں۔ وہ مقامات یہ ہیں۔

(۱) سورہ فاتحہ سے پہلے تسمیہ میں

(۲) سورہ فاتحہ کی آیت ۲ میں

(۳) سورہ بقرہ (آلہم) سے پہلے تسمیہ میں۔

سورہ فاتحہ کو ام القرآن بھی کہتے ہیں۔ پورے قرآن کا پانچواں سورہ فاتحہ

ہے۔ اور سورہ فاتحہ سے اول تسمیہ ہے۔ لہذا آئیں سے پہلے سورہ فاتحہ میں اور تسمیہ میں جتنے بھی الفاظ ہیں وہ ”کثرت معانی“ کے لائق ہیں۔

”رحمت“ میں ”رحم“ سے ایک لفظ زیادہ ہے۔

اور کثرت الفاظ کثرت معانی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے

رحمت کا لفظ رحم سے (خصوصی طور پر) سورہ فاتحہ اور تسمیہ میں

قابل ترجیح ہے۔

(۳)

یوم الدین کا ترجمہ روز جزا قابل ترجیح ہے۔ عرب کہتے ہیں کما الدین تدان

ترجمہ جیسا تو کرے گا۔ ویسے ہی بدلہ دیا جائے گا۔

* "نَسْتَعِينُ" ترجمہ : مدد چاہتے ہیں اور چاہتے رہیں گے۔
 تمام مترجمین میں اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی) واحد مترجم
 ہیں۔ جنہوں نے قواعد گرامر کے مطابق صحیح ترجمہ کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے
 "عَبَدُ" کا ترجمہ "پوچھیں" کیا ہے اور "پوچھیں" فعل مضارع کا صیغہ
 ہے۔ جس کے معنی ہیں پوچھتے ہیں اور پوچھتے رہیں گے۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت
 نے "نَسْتَعِينُ" کا ترجمہ "مدد چاہیں" کیا ہے۔ اور "مدد چاہیں" فعل
 مضارع کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں مدد چاہتے ہیں اور مدد چاہتے رہیں گے۔
 باقی تمام مترجمین کے ترجمے ناکمل معنی دیتے ہیں اور قرآن کی آیت کا آدھا
 مفہوم بیان کرتے ہیں۔

(2)

مولانا غلام علی اکاڑوی سے اس آیت کے ترجمہ کی بابت پوچھا گیا تو
 انہوں نے کہا۔

نَعْبُدُ اور نَسْتَعِينُ دونوں فعل مضارع کا صیغہ ہے اور
 فعل مضارع حال اور مستقبل میں مشترک ہوتا ہے۔ اس لئے
 اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی) نے نَعْبُدُ اور نَسْتَعِينُ
 کا وہ ترجمہ کیا ہے جس سے حال اور مستقبل دونوں معانی نکلتے
 ہیں۔ اگر وہ یہ ترجمہ کرتے کہ ہم عبادت کرتے ہیں تو اس میں
 حال تھا۔ استقبال نہیں تھا۔ اور اگر یہ ترجمہ کرتے کہ پوچھیں
 گے تو یہ مستقبل بن جاتا۔ پھر حال نہیں رہتا۔ اعلیٰ حضرت نے
 ترجمہ میں جو اس چیز کو ملحوظ رکھا ہے کہ فعل مضارع کا صحیح
 ترجمہ عربی قواعد کے لحاظ سے وہی ہوگا جو حال اور استقبال
 دونوں کو شامل ہو۔

تبلیغی درس ۲۵ (حصہ اول)

سورہ فاتحہ	ترجمہ ان
(1)	اے پروردگار ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تجھی سے مدد مانگتے ہیں
(2)	ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور آپ سے دست بردار ہوتے ہیں
(3)	ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں (یعنی تیری ہی پوجا کرتے ہیں) تجھ سے مدد مانگتے ہیں
(4)	تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد چاہتے ہیں
(5)	تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں
(6)	ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں

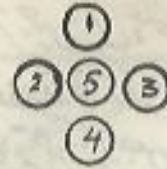
7	ہم تجھی کو پوچھیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔	اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی)
---	--	--

تقابل تراجم

(1)

ناکمل اور ادھورے ترجمے "نَعْبُدُ" فعل مضارع کا صیغہ ہے۔

اسی طرح لفظ "نَسْتَعِينُ" بھی
 فعل مضارع کا صیغہ ہے۔ اور فعل مضارع کا صیغہ حال اور مستقبل دونوں
 زمانوں کے معنی دیتا ہے۔ لہذا ان الفاظ کا صحیح ترجمہ اس طرح ہوگا۔
 "نَعْبُدُ" ترجمہ : پوچھتے ہیں اور پوچھتے رہیں گے۔



تفصیل صفحہ 474 پر ملاحظہ
فرمائیں

تبلیغی درس 23 (حصہ اول)

ترجمہ از	سورہ فاتحہ	اٰهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ
مولانا شرف علی قانوی (دہلوی)	1	ہم کو سیدھے ہم کو راستہ سیدھا۔
ابوالاعلیٰ مودودی (دہلوی)	2	ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔
مولانا محمد وحسن (دہلوی)	3	تہا ہم کو راہ سیدھی۔
مولانا شاد اللہ (رکسری) (پنجاب)	4	ہمیں سیدھی راہ پر پہنچا۔
علی حضرت مجتہد (امام رضا دہلوی)	3	ہم کو سیدھا راستہ چلا۔

تقابل تراجم

(1)

سیدھا "راستہ دکھا"، یا "راستہ بتلا"۔ ایسے ترجمے ہیں کہ معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی تک سیدھا راستہ بتلایا یا دکھلایا ہی نہیں گیا۔ یہ آیت ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نماز میں بار بار یہ دعا کرنا کہ مجھے سیدھا راستہ دکھا یا سیدھا راستہ بتلا قابلِ تاویل بات ہے۔ البتہ اس آیت کا یہ ترجمہ صحیح ہے کہ مجھے سیدھا راستہ چلا۔ یعنی ہدایت پر ثابت قدمی اور استقامت عطا فرما۔ اس ترجمہ کے بعد یہاں کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔

(2)

اس آیت کے ترجموں کا تعابلی جائزہ مولانا غلام علی اوکاڑوی یوں لیتے ہیں۔

”وہم کو راستہ بتلا،، یا ”ہمیں راستہ دکھا،، ان ترجموں پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ۔ انبیاء و اولیاء جو کثرتاً ہوں سے معصوم اور محفوظ ہیں۔ کیا وہ معاذ اللہ ہدایت پر نہیں تھے۔ جو اللہ سے دُعا مانگتے ہیں۔ کہ ہمیں سیدھا راستہ بتلایا دکھا۔

مزید حصول مراتب کی دُعا

”علیٰ حضرت مجددِ امام احمد رضا دہلوی نے اس لیے اس کا ترجمہ راہ دکھا کی بجائے ”راہ پر چلا،، کیا ہے۔ یعنی انبیاء اور اولیاء اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں کہ ہمیں ہدایت پر استقامت اور ثبات قدمی عطا فرما۔ یہ ہدایت کے غیر متناہی مراتب ہونے کی وجہ سے مزید حصولِ مراتب کی دُعا ہے۔“

(3)

(تقابلِ تراجم از مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری)

اس جگہ تین درجے ہیں

(i)

سیدھی راہ بتلانا۔ اس کو لازم نہیں کہ جسے راہ بتلانی گئی ہے۔ وہ دُعا مانگتا

ہیچے اور اس پر چلے بھی سہی۔

(ii)

سیدھی راہ پر پہنچانا۔ اس سے بھی لازم نہیں کہ راستے پر پہنچ کر اُس پر چلا بھی جائے۔

(iii)

سیدھا راستہ چلانا۔ اس میں راستہ بتلانا بھی آگیا۔ وہاں تک پہنچانا بھی اور اس کے بعد اس پر چلانا بھی اور ظاہر ہے کہ یہ آخری معنی ہی مطلوب ہے۔

علیٰ حضرت رحمہ اللہ امام احمد رضا (بارگاہِ الہی میں اس طرح دعا مانگ رہے ہیں۔ کہ

اے ربِّ کریم۔ ہم تیرے فضل و کرم سے سیدھا راستہ پا چکے ہیں۔ بس اب تو

ہم کو سیدھا راستہ چلا،،

۱۔ کتاب ”امام احمد رضا اور ان کے مخالفین“ صفحہ 381

از مولانا بدرالوقت احمد قادری۔

فاتحہ 7-6	ترجمہ از
صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ	(1) رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا۔ نہ مستان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ الکا جو رستے گم ہو گئے۔
مولا شرف علی تھانوی (دیوبندی)	
ان کی جن پر تو نے انعام کیے۔ نہ ان لوگوں کے جن پر غضب کیا گیا۔ اور نہ ان کی جو گمراہ ہیں۔	(2)
مولا شرف علی تھانوی (دیوبندی)	
ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ جو مستوب نہیں ہوئے جو گمراہ ہوئے۔	(3)
ابوالاعلیٰ مودودی	
رستہ ان کا جن پر تو نے انعام کیا۔ نہ ان کا جن پر غضب ہوا۔ اور نہ بیکے ہوؤں کا۔	(4)
مجدد امام رضا (بریلوی)	

تقابل تراجم

أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

(1)

تمام مترجمین (ماسوا) ابوالاعلیٰ مودودی نے بہت عمدہ ترجمے کیئے ہیں۔

اور ترجموں میں ایک ہی مفہوم بیان ہے۔ صرف ایک لفظ "أَنْعَمْتَ" کے معنی مولا شرف علی تھانوی (دیوبندی) اور مولا شرف علی تھانوی (دیوبندی) اور اللہ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی) نے اس کے معنی "احسان" بیان کئے ہیں۔ اس لیے مولا غلام علی اوکاڑوی فرماتے ہیں۔

"انعام، فضل اور احسان قریب المعنی الفاظ ہیں۔"

(2)

تقابل جائے از مولا محمد عبد الحکیم شرف قادری جامو نظامیہ رضویہ لاہور۔

مودودی صاحب کا ترجمہ صحیح نہیں ہے | ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے "المغضوب" صحیح نہیں ہے۔

علینہم "کا ترجمہ کیا۔" جو مغضوب نہیں ہوئے۔

یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ غائب دوستوں پر ہوتا ہے۔ اور انبیاء کرام پر بھی ہوا ہے۔ تو کیا یہ مطلب ہوگا کہ ہمیں انبیاء کرام کے راستہ پر بھی نہ چلا۔

نماز عصر

.. (ادائیگی نماز عصر میں) غروب آفتاب سے بیس (20) منٹ تک کراہت نہیں۔ یعنی سلام کے بعد بیس منٹ غروب میں باقی رہیں۔ اس کے بعد کراہت ہے۔ کہ اس وقت تخمینہ میں آفتاب پر نگاہ جمنے لگتی ہے۔

(ملفوظات ص 69)

آل عمران

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَدَيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ②



تبلیغی درس 25 (حصہ اول)

سورۃ البقرہ 2	ترجمہ ازا
1	اگر کتاب میں کچھ شک نہیں رہتا تو یہ ہے کہ وہ "ذٰلِكَ" کے لفظ میں کوئی شک نہیں رہتا۔
2	اس کتاب میں کوئی شک نہیں رہتا۔ یہ ہے کہ وہ "ذٰلِكَ" کے لفظ میں کوئی شک نہیں رہتا۔
3	اس کتاب میں کوئی شک نہیں رہتا۔ یہ ہے کہ وہ "ذٰلِكَ" کے لفظ میں کوئی شک نہیں رہتا۔
4	اس کتاب میں کوئی شک نہیں رہتا۔ یہ ہے کہ وہ "ذٰلِكَ" کے لفظ میں کوئی شک نہیں رہتا۔
5	اس کتاب میں کوئی شک نہیں رہتا۔ یہ ہے کہ وہ "ذٰلِكَ" کے لفظ میں کوئی شک نہیں رہتا۔

6	وہ بلند ترین کتاب (قرآن) کوئی شک نہیں رہتا۔ یہ ہے کہ وہ "ذٰلِكَ" کے لفظ میں کوئی شک نہیں رہتا۔
---	--

تقابل تراجم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ

(1)

جو دور ہو اس کے لئے عربی میں لفظ "ذٰلِكَ" یعنی "وہ" بولا جاتا ہے۔ اور جو قریب ہو اس کے لئے "هٰذَا" یعنی "یہ" بولا جاتا ہے۔ اب اس آیت میں لفظ "ذٰلِكَ" ہے جس کے ترجمہ میں لفظ "وہ" آنا چاہیے۔ لیکن تمام مترجمین نے "ذٰلِكَ الْكِتٰبُ" کا ترجمہ "یہ کتاب" کیا ہے۔ واحد مترجم المصنف محمد امین رضا ہیں جنہوں نے عربی لفظ "ذٰلِكَ" کا صحیح ترجمہ "وہ" کیا ہے۔

(2)

"معمول عربی دان بھی یہ جانتا ہے کہ ذٰلِكَ "اشارہ قریب نہیں۔ اشارہ بعید ہے۔ مگر انہوں نے کہ اگر مترجمین اس کا ترجمہ "یہ" کرتے ہیں۔ المصنف نے اسے اصل معنی میں لے کر اس کا ترجمہ "وہ" کیا ہے۔ اور عبادت کا حق بھی قائم ہے۔"

(3)

ذٰلِكَ کی حکمت کوئی نہ سمجھ سکا | بعد فیروز اکڑ محمد طاہر القادری صاحب فرماتے ہیں۔

"جتنے مترجمین چاہیں دیکھئے۔ اس "ذٰلِكَ" کی حکمت کسی مترجم کے ترجمہ میں بھی دکھائی نہیں دیتی۔ وہ معنویت جو اس اشارہ بعید کے استعمال کی ہے۔ "وہ" کہنے کی جو معنویت ہے "یہ" نہیں کہا۔ اس کا اظہار کسی ترجمہ سے نہیں ہوتا۔ کنز الایمان سے ہوتا ہے۔ کنز الایمان ترجمہ کرتا ہے۔ "وہ بلند ترین کتاب (قرآن)"۔ اب آپ سوچ رہے ہونگے کہ "بلند ترین کتاب" کا معنی کہاں سے آگیا ہے؟ یہ ذٰلِكَ کی معنویت ہے۔ "قرآن" دونوں کا ہوتا ہے۔ قرآن حسی اعتبار سے تو آپ کے قریب ہے کہ پڑھنے والا اسے پڑھ رہا ہے۔ دیکھنے والا اسے دیکھ رہا ہے اور سننے والا اسے سن رہا ہے۔ جہاں قرآن کے حسی وجود کا تعلق ہے "وہ" نہیں بلکہ "یہ" ہے۔ یہ (قرآن) قریب ہے۔ بعید نہیں..... (لیکن قرآن میں)

ذَٰلِكَ یعنی ”وہ“ کا کلمہ استعمال کرنے کی حکمت و معنویت کیا تھی؟۔ بعض اوقات ایک چیز وجود کے اعتبار سے قریب ہوتی ہے۔ لیکن اتنی بزرگ، اتنی بلند، اتنی عظیم اور اتنی بالا ہوتی ہے۔ کہ آپ کے فہم و ادراک کے اعتبار سے بہت دور ہوتی ہے۔

لہذا ذَٰلِكَ الْكِتَابُ کا اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کیا ”وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن)۔“

2۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری تقریر موضوع ”کنز الایمان اور اس کی فنی حیثیت“

بمقام سیمینار 1982ء - 1-23

ذَٰلِكَ الْكِتَابُ

(4)

حسینی اعتبار اور حسی اعتبار | پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری آگے بیان فرماتے ہیں۔

”کتاب قرآن مجید“ دکھائی دینے میں تو بہت قریب ہے۔ لیکن اس کی شکل بنانے والے میں بہت دور ہے۔ پڑھے جانے میں بہت قریب ہے۔ مگر اس کی عظمت اتنی بلند ہے کہ اسے چھوا نہیں جاسکتا۔ وہ بلند اتنی ہے۔ اس تک پہنچا نہیں جاسکتا۔ اور ادنیٰ اتنی ہے کہ ساری انسانیت مل کر اس کی آیت کی شکل نہیں بنا سکتی۔ لہذا قرآن ”حسینی اعتبار“ سے تو قریب ہے۔ لیکن ”حسی اعتبار“ سے بعید۔ ”وجود کے اعتبار“ سے قریب۔ مگر عظمت کے اعتبار سے انسانی ذہن کی پرواز سے بہت دور۔ لہذا قرآن کی عظمت اور بلندی جس نے قرآن کو قریب ہوتے ہوئے سب سے دور بنا دیا۔ اس ”وہ“ (ذَٰلِكَ) کی معنوی حکمت بیان کرتے ہوئے (اعلیٰ حضرت) انا مرفعانے فرمایا۔

”وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی خشک کی جگہ نہیں۔“

اندازہ فرمائیے کہ قرآن حکیم میں اسم اشارہ (بعید) ذَٰلِكَ کی جو معنوی حکمت ہے۔ وہ اس ترجمہ کنز الایمان (اعلیٰ حضرت کے اردو ترجمہ) کی بھی ہے۔

(5)

کنز الایمان تفسیر و نیکے
مطالعہ سے بے نیاز کر دیتا ہے
تہ وہ حکمتیں ہیں جو تفسیروں کے
ادراک پڑھنے سے معلوم ہوتی ہیں۔
لیکن یہ کنز الایمان (علی حضرت مجدد
امام رضا کا اردو ترجمہ قرآن) آسان جامع ہے۔ آسان کامل و آتم ہے۔ کہ ایک
لفظ کا وہ معنی آپ کے سامنے رکھتا ہے کہ
سبے نیاز کر دیتا ہے۔

(6)

ذِ لَک کے معنوی مقام سے
ناستثنائی کی وجہ
سورہ فاتحہ و السحر کے بعد
قرآن کریم کا پہلا لفظ "ذِ لَک" ہے۔
اور تمام مترجمین اس لفظ کا
صحیح ترجمہ کرنے میں ناکام رہے۔ اور اس عربی لفظ "ذِ لَک" کے حقیقی
معانی بیان کرتے سے قاصر رہے۔ تمام مترجمین سے یہ بھول اور غلطی کیسے
ہوئی اسکی وجوہات میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) مترجمین فہم و ادراک اور تجربہ علمی کی اُس بلندی پر نہیں تھے کہ
وہ عربی لفظ "ذِ لَک" کے معنوی مقام کا احاطہ کر سکتے۔
حالانکہ انہیں علم تھا کہ لفظ "ذِ لَک" کے معنی "وہ" ہیں لیکن
وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اس "وہ" کی معنویت کیا ہے۔
لہذا ان کی سوچ اور فکر عام سطح سے آگے نہ جاسکی۔ جس

مؤلف پروردگار محمد علی قادری نقیر بعنوان "کنز الایمان اور اُسکی فنی حیثیت" بمقام سپر مال - مندرجہ 82

کی بنیاد انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ کتاب و قرآن مجید کو "وہ"
کہا جائے۔ اور انہوں نے اپنی طرف سے ہی "ذِ لَک"
کے معنی "وہ" لکھے۔ اور اس لئے ہر جگہ بھی کہ "ذِ لَک"
کے معنی "وہ" ہیں۔

(۱۱)

ترجموں کے آغاز کی یہ اتنی بڑی بھول اور خامی کا دوسرا سبب
ی تھا کہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے لفظی ترجمہ،
اور شاہ عبدالقادر کے "با معادہ ترجمہ" کو سامنے رکھ کر بعد
کے اردو مترجمین نے قرآن مجید کا "اردو میں ترجمہ کیا۔ اور اپنے علمی
مردم اور توفیق و توفیق کو بروئے کار لاتے ہوئے ترجمہ کرنے کی اہمیت
سے محروم رہے۔ بلکہ انہوں نے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور شاہ
عبدالقادر کے "اردو تراجم" میں ترمیم و اضافہ کر کے اپنے ترجموں
کو مکمل کیا۔ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور شاہ
عبدالقادر کے ترجمہ مداخل "اردو ترجموں" کی ابتداء تھی۔
اور یہ کام ابتدائی مراحل میں وقعت طلب ہوتا ہے۔ اور وقت کے
سے ساتھ ساتھ ابتدائی کام کی دشواریاں اور خامیاں دور ہوتی چلی جاتی
ہیں۔ لیکن افسوس کہ علماء کا ایک طبقہ (دیوبند علماء پیش پیش) اسی طرف
توجہ دینے کی بجائے "قدیم اردو ترجموں" کی نقل و تشریح کرنے
میں مصروف رہا۔

تبلیغی درس 27 (حصہ اول)

ذَٰلِكَ الْكِتَابُ

(6)

(ii)

مولانا محمود الحسن خود تسلیم کرتے ہیں

اردو ترجمہ کیسے کیا۔ وہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ ”مبدہ (محمود الحسن) کے باب میں اول عاشق الہی صاحب سلمہ ساکن میرٹھ نے ترجمہ کیا۔ اس کے بعد مولانا اشرف علی تھانوی صاحب سلمہ اللہ نے ترجمہ کیا۔ احقر نے دونوں ترجموں کو تفصیل سے دیکھا ہے۔ جو ان خرابیوں سے پاک صاف ہیں اور عمدہ ترجمے ہیں۔ پھر کسی جدید اردو ترجمہ کی کیا حاجت ہے۔“

”اگر غور و احتیاط کے ساتھ (شاہ عبدالقادر کے ترجمہ میں) ان الفاظ مترکہ کی جگہ الفاظ مستعملہ لے لئے جائیں اور اختصار و اجمال کے موقوں کو تدبیر کے ساتھ لفظ مختصر فرماید کہ کچھ کھول دیا جائے۔ تو انشاء اللہ حضرت شاہ صاحب کا یہ صدقہ فاضلہ بھی جاری رہ سکتا ہے۔“

مولانا عاشق الہی میرٹھی (دیوبندی) اور مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)

1. ترجمہ مولانا محمود الحسن حاشی مولانا شبیر احمد عثمانی صفحہ

2. ترجمہ مولانا محمود الحسن حاشی مولانا شبیر احمد عثمانی صفحہ

کے تراجم بھی شاہ رفیع الدین محدث دیوبند اور شاہ عبدالقادر کے ترجموں کے تحت ہوئے۔ اسی لیے ان کے ترجموں کے قرآن مجید کی آیات کے لیے اردو لکھنؤ کے ترجمے ہوتے ہیں۔ پہلی لائن پر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کا اردو ترجمہ درج ہوتا ہے اور اُس کے نیچے دوسری لائن پر مولانا اشرف علی تھانوی دوسرے کا اردو ترجمہ تحریر ہوتا ہے۔ یہ مثال اس لیے مشہور عالم کیا ہوا ہے کہ لوگوں میں یہ تاثر قائم کیا جاسکے کہ ہمارے تراجم — ابتدائی تراجم اردو کے مطابق ہیں۔

(iii)

ہم ہر دور کی بلند مقام علمی شخصیت کو قدر و فخر کی نگاہ سے دیکھیں

عالم کے جیس گروہ نے شاہ رفیع الدین محدث دیوبند علیہ الرحمۃ اور شاہ عبدالقادر کے علمی مقام کو حرف آخر سمجھ لیا تھا (قدیم دور میں اُن کا مقام واقعی بہت بلند تھا) انہوں نے اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے تھا کہ علمی مراتب کی کوئی حد نہیں ہوتی ہے۔ ضرورت کے مطابق قدرت کسی کو بہت زیادہ علم عطا کرتی ہے۔ اور کسی کو اُس سے بھی زیادہ — دیکھنا صرف یہ چاہئے کہ ہر دور کی علمی شخصیت کا ہم غیر جانبداری کے ساتھ جائزہ لیں۔ اگر وہ علمی شخصیت سابقہ علماء سے بڑھ کر ہے۔ تو پھر اُس کی فہم و ذکر اور تحقیق و افکار سے استفادہ حاصل کرنے میں اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہئے — علم قدرت کے خزانہ کا حصہ ہے۔ ہم اندھی تقلید کا شکار نہ ہوں بلکہ خدا کے ساتھ ہر دور کی بلند مقام شخصیت کو قدر و فخر

کی نگاہ سے دیکھیں۔ اور یہی ہمارے کامل مسلمان ہونے کی دلیل ہے بعورت دیگر ہم میں اور گمراہوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا ہے۔

عربی لفظ ذلک کے کی معنوی حیثیت اگر ہمیں اعلیٰ حضرت مجدد امام رضا کے ترجمہ قرآن سے نصیب ہوئی ہے تو اس کی فراخ دلی کیسا تھا اس کی تعریف کرنی چاہئے تھی۔ اور اسی طرح قرآن مجید میں دیگر ہزاروں مقامات کی اصل معنویت اور کاملیت کا علم ہمیں کمزور ایمان کے ذریعے حاصل ہوا ہے تو پھر اس کے مترجم اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا دہلوی کا ہمیں احسان مند ہونا چاہیے۔ اور ایسی عظیم شخصیت کی فکر و تحقیقات سے مزید استفادہ حاصل کرنے میں کوتاہی و تعصب کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

کاش ہم ”حق اور سچ“ بات کہنے، سننے اور تسلیم کرنے کی نعمت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور گردہ می تعصب سے تو بہ تائب ہو جائیں۔ فرقہ پرستی کے آلہ کار بننے کی بجائے صرف ایک بات ہمارے پیش نظر رہے کہ — ”حق کیا ہے“

ذک الکتاب

(7)

ابوالاعلیٰ مودودی کا ترجمہ قرآن | ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی عربی لفظ

”ذالک“ کا ترجمہ ”یہ“ کیا ہے۔ حیرت ہوئی ہے کہ ابوالاعلیٰ سید مودودی دہریدہ کے ”ترجمہ کزیراں“ میں سے تھے۔ اور جب انہوں نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ ”تفہیم القرآن“ کیا کہ اس کی قرآن وقت فردا ریت کا وہ جنون کم ہو چکا تھا۔ جو کہ 1935ء سے قبل عروج پر تھا۔ لہذا مودودی صاحب کو قدرے پُر سکون مذہبی ماحول میں ترجمہ کرنے کا موقع ملا۔ میرے ذہن میں یہی تھا کہ مولانا مودودی نے اپنے ترجمہ ”تفہیم القرآن“ میں دوسروں کی نسبت کم غلطیاں کی ہوں گی۔ مولانا مودودی نے چونکہ کسی مذہبی مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ اور انکی سکول کی تعلیم بھی آٹھ جماعت تک تھی۔ انہوں نے جو کچھ بھی پڑھا، مطالعہ کیا اور علم حاصل کیا وہ گھریں ذاتی محنت سے حاصل کیا۔ لہذا میں یہی سمجھتا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے دوسرے اکابرین کی فکر و تحقیق کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت مجدد امام رضا سے بھی استفادہ حاصل کیا ہوگا۔

لیکن اس کتاب کی تالیف کے دوران میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ

قرآن مجید کے ترجمہ میں جتنی غلطیاں اور غزشیں مولانا مودودی سے ہوئی ہیں۔ اُس کے لیے تو واقعی ایک الگ کتاب چاہئے۔

یہی مولانا مفتی محمد حسین قادری کی رائے سے متفق نہیں تھا۔ لیکن جب تجھے خود تقابلی جائزہ لے کر دیکھ کر گھبرا کر آگے بڑھنا پڑا تو میری غلط فہمی دور ہو گئی ہے۔ مولانا قادری رضوانہ اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین کا کتاب ”قرآن خریف“ کے غلط ترجموں کی نشاندہی اس کے معنی میں ہے۔ مولانا مفتی محمد حسین قادری شیخ الحدیث دارالعلوم غوثیہ مسکو کا بیان ہے۔

”ابوالاعلیٰ مولانا مودودی اور مولانا فتح محمد جالندھری کے

ترجمے سے احتساب اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ خاص انہیں کے ترجمے کے تقابلی پر ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔“

تاہم اس کتاب میں جو نمونہ میں نے بہت سی آیات کے ترجموں میں مولانا مودودی کا ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے۔ اور اس کا تقابلی جائزہ لیا ہے۔ لیکن جید غلطیوں کو چاہئے کہ وہ مولانا مودودی کے ترجمہ ”تفہیم القرآن“ کو سامنے رکھ کر تقابلی تراجم پر الگ کام کریں۔ تاکہ ترجمہ ”تفہیم القرآن“ کے غیر مستند ہونے پر ایک تفصیلی رائے قائم کی جاسکے۔

بہت عرصہ ہوا روزنامہ امروز میں مولانا مودودی کے ترجمہ کی غلطیوں کی نشاندہی پر کئی ایک علماء مفاہین شائع ہوا تھا۔ روزنامہ امروز کی طرف سے ان تراشوں کی فائل دستیاب ہونے پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس مسئلہ صحابین میں بیان کردہ غلطیوں کی حقیقت کیا تھی۔ اور مولانا مودودی نے ان غلطیوں کو دور کرنے کیلئے کیا اقدامات اٹھائے۔ مولانا قادری رضوانہ اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین مسجد کراچی اور مفتی محمد حسین قادری شیخ الحدیث دارالعلوم غوثیہ مسکو سے درخواست ہے کہ وہ اس موضوع پر الگ کام کریں۔

لَارِبِ فِيْهِ

(1)

”دوسرے ترجمہ میں لے کر لیا گیا ہے۔“ اس کتاب (قرآن) میں کوئی ٹنک نہیں۔ ”جنگ الملوک“ میں لے کر لیا گیا ہے۔ ”جنگ کی جگہ نہیں“۔ اصل میں اس مقام کی ظاہری عبارت پر ایک نہایت اعتراض وارد ہوتا ہے۔ قرآن مجید کو لَارِبِ فِيْهِ کہنا مشابہہ کے بھی خلاف ہے۔ اور قرآن کریم کی بعض آیات کے بھی خلاف ہے۔ مشابہہ تو ایسا ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت بھی آج تک قرآن بھی قرآن کریم میں ٹنک کرنے والے بہت سے لوگ موجود ہیں۔ تو پھر اسکو لَارِبِ فِيْهِ کہنا کیسے درست ہوا۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

”وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُورَةٍ مِّثْلِهٖ“

(ترجمہ)۔ اور اگر تمہیں کوئی شک (رہے) ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ۔

بقرہ 23۔

”وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا نَزَّلْنَا اِلَيْكُمْ“

(ترجمہ)۔ اسے سننے والے اگر تجھے کچھ شبہ ہو اس میں جو ہم نے تیری

علی حضرت (مجدد امام رضا) کے ترجمہ (کنز الایمان) نے شک کی ایک نوعیت کو متعین نہیں کیا۔ بلکہ شک کی ساری نوعیتوں کو رد کر دیا۔
یہ اس کی معنویت ہے۔

(4)

ملک شیر محمد خاں اعوان آف کالا باغ نے اپنی مقبول کتاب "محاسن کنز الایمان" کے صفحہ 29 پر "لادیک فیہ" کے تمام اردو ترجموں میں سے علی حضرت مجدد امام رضا کے ترجمہ کو اشکال سے پاک ترجمہ قرار دیتے ہوئے دلنیش اور شیریں انداز میں تحریر فرمایا ہے۔

"عربی محاورہ کے مطابق یہاں جنس ربیب کی نفی ہے اور لفظ فیہ کا مدخول ظرف متلب ہے۔ کبھی زمان اور کبھی مکان — تو اب معنی ہوگا کہ قرآن مجید جنس ربیب (شک) کا محل نہیں بنتا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں کسی نے شک نہیں کیا۔ حالانکہ دوسرے مقام پر ہے

وَأَن كُنْتُمْ فِي دَيْبٍ فَمَا تَلْمِزُوا لَهُ مَا يَرْفَعُهُ (سورہ بقرہ 23)

ترجمہ :- اور اگر تمہیں کوئی شک (دیب) ہو اس میں ... اور اس سے واضح ہے کہ قرآن حکیم "محل دیب" بنا اور لوگوں نے اس میں ربیب (شک) کیا ہے۔ یہی وہ اشکال تھا جس کو رفع کرنے کیلئے علامہ تقی زانی نے مطول میں اور علامہ بیضاوی نے اپنی تفسیر میں طویل عبارات لکھی ہیں۔ لیکن علی حضرت (مجدد امام رضا) نے ترجمہ کے چند الفاظ میں اشکال رفع کر دیا۔

ملاحظہ فرمائیے: تقریر پر دیکھیں کہ علامہ القادری بھٹوان "کنز الایمان" اور اس کی فنی حیثیت - ساہیوال موافقہ 29
محاسن کنز الایمان از ملک شیر محمد خاں اعوان صفحہ 29

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سلام

(از ... علی حضرت مجدد امام رضا)

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
طبع ہر دم ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ مہر کی بات پہ روشن درود	محلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام
شبِ امرا کے دولہا پہ دامِ درود	نوشہ ہر دم جنت پہ لاکھوں سلام
لیجِ بابِ نبوت پہ پہلے حد درود	ختمِ دور رسالت پہ لاکھوں سلام
پہلو اسمِ ذاتِ احد پر درود	نوشہ جامعیت پہ لاکھوں سلام
چہرے پہ کس کی دولت پہ لاکھوں درود	محب سے بے کس کی قوت پہ لاکھوں سلام
بچی لاکھوں کی شرم و حیا پر درود	ادنیٰ بچی کی رفعت پہ لاکھوں سلام
ان کے خدا کی سہولت پہ پہلے حد درود	ان کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام
پہلے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود	بے تکلف ملاححت پہ لاکھوں سلام
لطفِ بیداری شب پہ پہلے حد درود	علمِ خواب راحت پہ لاکھوں سلام
ان کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود	ان کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام
کا ملاں طریقت پہ کامل درود	حاصلانِ شریعت پہ لاکھوں سلام

محب سے خدمت کے قدی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام



- 1 - ایک قرآن ایک ترجمہ جلد اول تعاقب ترجمہ تسمیہ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ تا مشہور آیات مع رسالہ "ذمہ دار حکومت یا تاریخ دان"
- 2 - ایک قرآن ایک ترجمہ جلد دوم سورہ توبہ تا اناس مشہور آیات مع رسالہ "اعلیٰ حضرت اور معیشت مصطفوی"
- 3 - ایک قرآن ایک ترجمہ مکمل مع رسالہ "ذمہ دار حکومت یا تاریخ دان" اور "اعلیٰ حضرت اور معیشت مصطفوی"
- 4 - ذمہ دار حکومت یا تاریخ دان حکومت اور مؤرخین متوجہ ہوں -
- 5 - اعلیٰ حضرت اور معیشت مصطفوی معیشت دان اور علماء متوجہ ہوں -

تصانیف (زیر کتابت)

- 6 - ارباب سیاست توجہ کریں سیاست دان متوجہ ہوں -
- 7 - علمائے کرام کی خدمت میں علمائے کرام توجہ فرمائیں -

تصانیف (زیر تالیف)

- | | |
|---------------------------------|--|
| 8 - سپر مین | 9 - سپر مین چودہویں صدی |
| 10 - سپر مین پندرہویں صدی | 11 - بدعتوں کا اصل مخالف |
| 12 - تین گروہ اور بدعتیں | 13 - چوتھا گروہ کفار |
| 14 - مجدد امام اور دوقومی نظریہ | 15 - سیاسی اقتدار اور فرقہ پرستی کا واحد فارمولا |
| 16 - موازنہ حدیث فہمی | 17 - موازنہ قرآن فہمی |

ناشر: دفتر "فکر و رضا و طاہر"، ارادہ ماؤس، چوک رحمانیہ ٹیکسٹائلز، فیصل آباد (پاکستان)

ایک قرآن ایک ترجمہ

جستہ دوم (تہنیتی درس نمبر 30)

جلد اول

ارشاد خداوندی
جل جلالہ

أَفَلَا
يَتَذَكَّرُونَ
أَمْرًا عَلَى
قُلُوبٍ
أَفْأَلَاهَا
۝

(سورہ محمد - 24)

ترجمہ
(تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعض دلوں پر
ان کے قفل لگے ہیں)

صلی اللہ علیہ وسلم

تم پہ کروڑوں درود

کعبے کے بدرالذی طے ، تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الفیض ، تم پہ کروڑوں درود

اور کوئی غیب کیا ، تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا ، تم پہ کروڑوں درود

تم ہو جواد و کرم ، تم ہو روف الرحیم
بھیک ہو داتا عطا ، تم پہ کروڑوں درود

ایک طرف اعدائے دیں ، ایک طرف حاسدین
بستہ ہے تہہا شہا ، تم پہ کروڑوں درود

کیوں کہوں بے کس ہو میں ، کیوں کہوں بے بس ہو میں
تم ہو میں تم پہ فدا ، تم پہ کروڑوں درود

ہم نے خط میں نہ کی ، تم نے عطا میں نہ کی
کٹھن کمی سرور ، تم پہ کروڑوں درود

(اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا)



کارشاد

علم زندگی ہے ۔ اور

جہالت موت ہے ۔

قول صورت ہے ۔ اور

عمل اسکی روح ہے ۔

تصرف یہ ہے ۔ کہ

بصری دنیا سے

تعلق کر کے

مخلوق خدا کی

خدمت کرے

از کتاب پیران پیر صفحہ 127 -

پروفیسر محمد فیاض مکتبہ نبویہ لاہور -

تبلیغی درس ۱ (حصہ دوم)

جلسہ پر محمد کرم شاہ کا ترجمہ | ہم نے اس کتاب کے حصہ اول کے آخری دروس میں "ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ"

کے تراجم کا تعاقب جاری رکھا۔ گذشتہ تمام تعاقب تراجم میں جتنے بھی مترجمین کے تراجموں کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ تمام مترجمین اس دافغانی سے کونج کر کر گئے ہیں۔ لہذا کتاب کے حصہ اول کی تکمیل کے بعد خیال آیا کہ ایسے مترجمین کے تراجموں کو بھی دیکھ لیا جائے۔ جو کہ اب حیات ہیں۔ لہذا اجلاس پر محمد کرم شاہ ایم۔ اے (الازہر) سجادہ نشین بھرہ شریف کے ترجمہ و تفسیر "صیاء القرآن" میں سورہ فاتحہ اور "ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ" کے تراجموں پر نظر ڈالی تو یہ ترجمے بھی دوسروں کی طرح ناکمل پائے گئے۔

جلسہ پر محمد کرم شاہ کے متعلق سب جانتے ہیں۔ کہ وہ اعلیٰ حضرت مجدد ام رضا کے معتقدین و متفقیں میں سے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے ترجمہ کیا تو دوسرے علماء کی طرح وہ بھی مذکورہ بالا آیات کے حقیقی مفہوم تک رسائی نہ کر سکے۔ ظاہر ہے کہ ان کے پیش نظر اعلیٰ حضرت کا ترجمہ کنز الایمان بھی ہوگا۔ اس کے باوجود ان کا دھیان اعلیٰ حضرت کے اردو ترجمہ میں موجود الفاظ کی معنویت کی طرف نہیں جاسکا۔ جس کے سبب وہ ترجمہ میں بھول سے نہ بیکر سکے۔ انہوں نے سورہ فاتحہ کی دونوں مشہور آیات (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) اور (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ بَعَثْنَاكَ نَسْتَعِينُ) اور سورہ بقرہ کی آیت "ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ" کا ترجمہ کرتے وقت اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے مکمل استفادہ نہ کیا۔ یا پھر اعلیٰ حضرت کے ترجمہ

میں موجود اردو الفاظ کی معنویت پر غور نہ کیا۔

پیر صاحب کیلئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے | پیر صاحب پر محمد کرم شاہ صاحب حیات ہیں اور ترجمہ کی حکمرانیاں ان کے علم میں آجائیں گی۔ ظاہر ہے کہ وہ نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ اور پیر صاحب کیلئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ لکھتے اور پھر آگے نیچے اپنا ترجمہ تحریر کرتے تو شاید یہ غلطیاں بھی ان کے ترجمہ میں نہ ہوتیں۔

ثابت ہوا کہ یہ تعاقب تراجم غیر جانبدارانہ ہے | اسلامی ماحقق! ہم نے تعاقب تراجم

کی اس کتاب میں اعلیٰ حضرت مجدد ام رضا کے معتقد جلسہ پر محمد کرم شاہ کے ترجمہ میں بھی غلطی کی نشاندہی کی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کتاب کے ذریعے جو تعادل تراجم پیش کئے جا رہے ہیں۔ ان میں صرف اور صرف غیر جانبدارانہ جذبہ کار فرما ہے۔ اور کسی مخصوص وابستگی و لگاؤ سے قطع نظر محض خدمت و تبلیغ دین اور رضائے الہی کیلئے یہ کام سرانجام دیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس (سند میں قطرے سے بھی کم) خدمت کو قبول فرمائے۔

آمین

جو کہ ترجمہ کے ادھورا پن کو دور کر دیتے ہیں۔ دوسرے مترجمین نے ترجمہ کیا ہے۔ "اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔" خرچ کہاں کرتے ہیں۔ خرچ اللہ کی راہ میں ہی ہوتا ہے۔ اور خرچ صرف (پہلے) خرچ کے تحت ہی ہوتا ہے۔ لیکن حضرت مجدد امام رضا (علیہ السلام) نے اس ترجمہ کو لکھا کہ ایک طرف یہ ترجمہ ہے اور دوسری طرف ایک لفظ ہے۔ "وہ خرچ کرتے ہیں" ہماری راہ میں اٹھائیں۔ یعنی ہماری راہ میں خرچ کریں، مقصد یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے یہ بھی بتا دیا کہ ہماری راہ میں خرچ کریں، یعنی ہماری (اللہ کی) راہ میں۔

(۱) اعلیٰ حضرت مجدد امام رضا (علیہ السلام) نے "ہماری راہ میں اٹھائیں" یعنی "ہماری راہ میں خرچ کریں" کے الفاظ استعمال کر کے معنی کو حال اور مستقبل دونوں پر عادی کر دیا ہے۔ جسکے معانی ہیں "ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔"

پھر دوسرے مترجمین نے صرف زمانہ حال کو لیا ہے۔ اور ترجمہ کیا ہے "اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

(۲) "راہ میں اٹھائیں" جس کے معنی ہیں "راہ میں خرچ کریں" اعلیٰ حضرت مجدد امام رضا کے ادبی کمال کو ظاہر کرتا ہے۔ حالانکہ "اس دور میں اردو (زبان) اس قدر ترقی یافتہ نہیں تھی جتنی آج ہے۔ مگر انہوں نے جو کچھ برسوں پیشتر لکھا ہے۔ اُسے پڑھکر یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے کوئی آج کا ادیب ترجمہ تحریر کر رہا ہے۔"

۱۔ لفظ "اٹھائیں" کے معنی "خرچ کرنا" کتابت جو اصلاحات صفحہ ۱۷ سطر ۱۷ بائیں۔
۲۔ محسن کنز الایمان از ملک شیر خاں اعوان صفحہ ۶۸۔

تبلیغی درس ۳ (حصہ دوم)

سورۃ البقرہ 3	الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ
ترجمہ از	
(۱) جو کہ یقین کرتے ہیں۔ یہ دیکھی چیزوں کا اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ ہم نے روزی دی ہے۔ ان کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔	
(۲) وہ خدا سے ڈرتے والے وہ ہیں کہ یقین لائے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ دیا ہے ہم نے ان کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔	
(۳) جو غیب کی باتیں جانتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اور ہمارے دینے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں۔	
(۴) جو ان دیکھی باتوں پر یقین کرتے ہیں کہ اسی کو غیب کہتے ہیں (ان اور نماز کو درست سے ادا کرتے ہیں۔) اور جو ہم نے ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔	
(۵) جو غیب پر ایمان لاتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں جو زندگی ہم نے ان کو دیا ان میں سے خرچ کرتے ہیں۔	

6	وہ جو یہ کہیں ایمان لائیں کہ اور نماز قائم کریں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہمارا راہ میں اٹھائیں	مجدد امام احمد رضا
---	---	--------------------

تقابل تراجم

(۱)

(۱) تمام مترجمین نے ترجمہ کیا ہے۔ کہ جو ہم نے روزی دی یا ہم نے انکو (رزق) دیا ہے "اس میں سے خرچ کرتے ہیں"۔ جیکہ اعلیٰ حضرت مجدد امام رضا (علیہ السلام) نے ترجمہ کیا ہے۔۔۔۔۔ ہماری دی ہوئی روزی میں "ہماری راہ میں اٹھائیں" یعنی اس روزی میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور خرچ کرتے رہیں گے۔

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں "ہماری راہ میں" کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنذِرْتَهُمْ
أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ٥

سورة البقرہ ٥
ترجمہ از

- (1) ایک جو لوگ کافر ہیں انکو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہ لائیں گے مولانا محمد حسن دیوبندی
- (2) ایک جو لوگ کافر ہو چکے۔ برابر ہیں انکی حق میں خواہ آپ انکو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہ لائیں گے مولانا شرف علی تھانی دیوبند
- (3) وہ لوگ جو انکری ہیں جنکو ترسنا اور نہ سمجھنا برابر ہے۔ وہ نہیں ایمان لائیں گے مولانا محمد اکرسی دیوبند
- (4) جو لوگ منکر ہوئے ان کو برابر ہے تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ نہ ایمان لائیں گے نواب حمید الرحمن حیدر آباد دہلی
- (5) جو لوگوں نے ان کو ڈرا کر ایمان نہ لایا تو ان کو ڈرا کر دیا۔ ان کے لیے یہ حکم ہے۔ خواہ تم انہیں خبر دے کر ڈرائے یا نہ دے۔ ہر حال میں ان سے ایمان نہ لائیں گے۔ ابوالاعلیٰ مودودی

6 کتب و جن کی قیمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ محمد امجد رضا دیوبندی

تقابل تراجم

(1)

دوسرے ترجمین نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔ کہ

جو لوگ کافر یا منکر ہو چکے ہیں۔ برابر ہے

خواہ آپ انکو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان

نہیں لائیں گے۔

حالانکہ بہت سے کافر ایسے تھے جو ایمان لائے تھے۔ اور بہت سے منکر بھی ایمان لے آئے تھے۔ لہذا مولانا محمد الحسن (دیوبندی)، مولانا شرف

تھانی (دیوبندی)، مولوی ثناء اللہ اکرسی (المحدثین)، نواب حمید الرحمن (مستطاب دیوبند)، اور ابوالاعلیٰ مودودی (جماعت اسلامی) کے اردو ترجمے خلاف واقع ہیں۔

اس آیت کا جو ترجمہ حضرت محمد امجد رضا نے کیا ہے وہ حقائق پر مبنی ہے۔

”جو لوگ منکر ہو چکے ہیں۔ برابر ہیں انکی حق میں خواہ آپ انکو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہ لائیں گے۔“

یہ ترجمہ مولانا محمد اکرسی کے ہے۔ ترجمہ آنا حاج ہے کہ تفسیر کی حاجت الٰہی نہیں رہ جاتی ہے۔

(2)

(تقابل تراجم از مولانا مفتی غلام علی اوکاڑوی)

”جو لوگ کافر ہو گئے۔“ کا ترجمہ صرف یہ کیا کہ ”جو لوگ کافر ہو گئے۔“

”جو لوگ منکر ہو گئے۔“ اگرچہ وہ ترجمہ لغو کے اعتبار سے صحیح ہے۔ لیکن معنی اعتبار سے آیت کا اگلا حصہ ”ہر کافر“ اور ”ہر منکر“

بارہا حق نہیں آتا ہے۔ بلکہ بہت سے کافر اور منکر مسلمان ہو گئے اور انکو تبلیغ کا فائدہ پہنچا۔ اس لیے اہل حضرت محمد امجد رضا (دیوبندی) نے ”کفر“

کے ترجمہ میں ”کفر“ کا اضافہ فرمایا تاکہ آیت مابعد اور ماقبل آپس میں مربوط ہو جائے۔ اب آیت کا معنی یہ ہوا کہ جو علم الہی میں

ازلا ابد کافر ہیں اور کفر ان کیسے دہیشہ کیسے مقسوم ہے۔ ان کو ڈرانا نہ ڈرانا برابر قرار دیا گیا ہے۔ جیسے ابوجہل۔ ابولہب۔ عقبہ۔ شیبہ۔ و انشا اللہ

<p>سورہ البقرہ ۹</p> <p>ترجمہ</p>	<p>يَخْذَعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْذَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ</p>
<p>مولانا محمد الحسن دہلوی</p>	<p>(۱) دعا بازی کرتے ہیں اللہ سے ایمان والوں سے اور وہ اس کسی کو دعا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سوچتے۔</p>
<p>مولانا اشرف علی تھانوی دہلوی</p>	<p>(۲) دعا بازی کرتے ہیں اللہ اور ان کو جو ایمان لائے ہیں اور وہ اس کسی کو دعا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سوچتے۔</p>
<p>مولانا شاہد الدین آفریدی دہلوی</p>	<p>(۳) خدا کو اور عام مسلمانوں کو دعوہ کرتے ہیں اور (اللہ تکبیر کو) بھی جانتے ہیں۔ لیکن سمجھتے نہیں۔</p>
<p>نواب عبدالرزاق حیدر آبادی دہلوی</p>	<p>(۴) اللہ اور مومنوں سے دعا بازی کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو دعا دیتے ہیں کہ ان کو اللہ اور ایمان لانے والوں کیلئے دعوہ کر دے۔ مگر وہ اس کو خود اپنے آپ سے کہہ کر دعوہ کرتے ہیں اور اس کو اس کا تصور نہیں۔</p>
<p>مولانا علی گودوی</p>	<p>(۵) اللہ اور ایمان والوں کیلئے دعوہ کر دے۔ مگر وہ اس کو خود اپنے آپ سے کہہ کر دعوہ کرتے ہیں اور اس کو اس کا تصور نہیں۔</p>
<p>مجتہد امام احمد رضا دہلوی</p>	<p>۶ خرب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کی حقیقت میں خرب نہیں دیتے مگر اپنے جان کو اور انہیں سمجھتے نہیں۔</p>

تغایل تراجم

412

(آراء مولانا مفتی غلام علی اکوٹادی پرنسپل جامعہ اشرفیہ مدرس اکوٹا)

جملہ تراجم میں غور فرمائیں اور پھر اعلیٰ حضرت مجدد انام احمد رضا (بریلوی) کے ترجمہ کی غفلت اور شان کا اندازہ لگائیں۔ عام مترجمین نے جو ترجمہ کیا کیا ہے۔ اُس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ منافق اللہ کو دھوکہ دیتے تھے۔ مگر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ دھوکہ دینا چاہتے تھے۔ کیونکہ حقیقت میں

اللہ کو کوئی دھوکہ دے نہیں سکتا ہے ۔

(2)

اسلامی سائنس:

تمام تر کہ آپ کے سامنے ہیں اور سب سترتہا میں نے ترجمہ

اور انہی کو دیکھ کر وہ بھی ہنس پڑے۔

”وَمَا أَتَىٰ الْأَرْضَ إِلَّا بَأْسٌ مُّذِ بَطَلَتْ دَوَابُّهَا ۚ وَأُنَادُوا عَالِیًّا ۚ

و قاضی حرمین تہا نہ سوچ سکے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور اس کے و دراصل

حضرت محمد (ص) نے شانِ خداوندی کو کمال درجہ
 عطا کر رکھتے ہوئے فرمودہ کیا ہے کہ

اور فریاد کیا جا رہے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو۔

(3)

مبشس میر محمد کریم شاہ نے ترجمہ کیا ہے۔

”فرب دہا ہستے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو ۱۰“

یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے مطابق ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا کے ترجمہ میں "سنتا ہے" کے بعد
استہفا میں نشان (۱) لگا ہوا ہے۔ جو اس فقرے کو خبردار رہنے
کے استعمال کرنے پر واضح نشان ہے۔ جب بطور استہفا کسی
کو یوں کہا جائے۔

سنتا ہے! (خجائی میں کہتے ہیں "سن دا"
تو اس میں زائد نہیں ہے۔) (خجائی میں کہتے ہیں "سن دا"
اسے! "جہاں کی کوئی چیز کراہی دانا ہوتا ہے")
"الا" عربی میں حرف تنبیہ ہے۔
اور سن دا کہیں لے آکا ترجمہ کیا ہے۔

"جان لو"

"پرشیار رہو"

"دسن لو"

"خبردار!"

یہ ترجمہ بھی درست ہیں۔

تبلیغی درس 5 (حصہ دوم)

سورہ البقرہ 12/13	الَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ الَا اِنَّهُمْ هُمُ السَّافِهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَخْتُمُونَ
ترجمہ از	
مولانا محمد اسحاق (دیوبندی)	(۱) جان لو وہی ہیں۔ خرابی کرنے والے لیکن نہیں سمجھتے۔ جان لو وہی ہیں۔ بے وقوف لیکن نہیں جانتے۔
مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)	(۲) یاد رکھو یہ تک یہی لوگ مفسد ہیں۔ لیکن وہ اسکا شعور نہیں رکھتے یا درکھو بے شک یہی ہیں بے وقوف لیکن وہ اسکا علم نہیں رکھتے
نواب وحید الزماں حیدر آبادی (اہل بیت)	(۳) پرشیار رہو۔ بیک یہی مفسد ہیں۔ مگر سوچتے نہیں۔ پرشیار رہو۔ وہی بیوقوف ہیں۔ لیکن نہیں جانتے۔
مولوی شام اللہ امرتسری (المحدثین)	(۴) سن لو یہی لوگ فسادی ہیں۔ پر نہیں سمجھتے۔ سن لو۔ وہ خرد اتویں۔ پر نہیں سمجھتے۔
ابوالاعلیٰ مودودی (جماعت اسلامی)	(۵) خبردار۔ حقیقت میں یہی لوگ مفسد ہیں۔ مگر انہیں شعور نہیں ہے خبردار۔ حقیقت میں تو یہ خود بیوقوف ہیں۔ مگر یہ جانتے نہیں ہیں

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (دبریلوی)	سنتا ہے! وہی فسادی ہیں۔ مگر انہیں شعور نہیں۔ سنتا ہے! وہی احمق ہیں۔ مگر جانتے نہیں۔
--	--

تقابل تراجم

(از مولانا مفتی غلام علی اوکاڑوی، پرنسپل جامعہ اشرف المدارس - اوکاڑہ)

سورہ البقرہ 15	ترجمہ از	اللہ کیسے ہرگز نہیں دیکھتا اور نہ ہی سنا کرتا۔ وہم طعنا لیس نہیں
مولانا محمد حسن (دیوبندی)	(1)	اللہ نہیں کرتا ہے اُن سے اور ترقی دیتا ہے انکو اپنی مرضی میں (اور) حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں۔
مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)	(2)	اللہ تعالیٰ ہی آہنہ کر رہے ہیں انکے ساتھ اور ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں انکو وہ اپنی مرضی میں حیران و سرگرداں ہو رہے ہیں۔
عاشق الہی میرٹھی (دیوبندی)	(3)	اللہ نہیں کرتا ہے۔ ان کے ساتھ.....
ناشر نور محمد (دیوبندی) صبح المطابع	(4)	اللہ طعنا کرتا ہے۔ ان سے.....
نواب وحید الزمان حیدر آبادی (اہل حدیث)	(5)	اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کر رہا ہے اور انکو ڈھیل چھڑ دیتا ہے۔ شرارت میں بھگتے ہوئے۔
ابوالاعلیٰ مودودی (جماعت اسلامی)	(6)	اللہ اُن سے مذاق کر رہا ہے وہ ان کی دلی دراز کئے جاتا ہے اور اپنی مرضی میں انھوں کی طرح بھگتے چلے جاتے ہیں۔
محمد امام احمد رضا (بریلوی)	7	اللہ اُن سے آہنہ فرماتا ہے (جیسا اہل شانہ کے لائق ہے) اور نہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی مرضی میں بھٹکتے رہیں۔

تقابل تراجم

(1) حیرت ہوتی ہے کہ اتنے بڑے بڑے "مفکرین" اور "مفسرین" آیات کو یوں ترجمہ کرتے نظر آتے ہیں۔ جیسے کول "یہ سوچے کچھ" "تلم چلا" "راہو" "مولانا محمد حسن" (دیوبندی)، نواب وحید الزمان (دیوبندی)، ابوالاعلیٰ مودودی (جماعت اسلامی) اور نور محمد (دیوبندی) آیت کے پہلے حصہ کا ترجمہ کرتے ہیں۔

"اللہ نہیں کرتا ہے۔ ان سے۔"

"اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کر رہا ہے۔"

"اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے۔"

"اللہ طعنا کرتا ہے ان سے۔"

ابھی لا ازالہ اللہ انہما لاجناب اپنی کتاب تیار تھ پر کاش صفحہ 35 > باب 14 پر لکھتا ہے۔

"انسان دنیٰ الہی میں ششکا کیا کرتے ہیں۔ لیکن خدا کا کسی کے ساتھ ششکا کرنا نہیں دیکھتا۔ بات ہے۔ یہ قرآن ہے۔ یا بچوں کا کھیل۔" یہاں اگر فرقہ پرست افراد (جسکا دین ہی ہٹ دھرمی اور اندھی تقلید ہے۔ اور جو کھینچ تان کر پہلے مقصد بات کو صحیح ثابت کرنے کیلئے تاویلات پیش کرتے ہیں) یہ کہتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ کا جو ترجمہ یا معنی "قبائے" دیا گیا ہے۔ وہی کرنا پڑا ہے۔ اگر قرآن کی آیت میں ایک عربی لفظ کا ترجمہ ہی ٹھٹھا یا مذاق بن جائے تو ترجمہ ان کے معنی کس طرح تبدیل کر دے۔ لیکن فرقہ پرست افراد کی یہ دلیل غلط ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) نے ترجمہ

کیا ہے۔

”اللہ تعالیٰ بھی استہزاء کر رہے ہیں اُن کے ساتھ“
اور یہ ترجمہ بالکل درست ہے۔ اب اگر ”یَسْتَهْزِئُ“ کا ترجمہ
ٹھٹھا اور مذاق کے سوا کوئی اور لفظ کے تحت ناممکن ہے۔ تو پھر
مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) ترجمہ میں دوسرا لفظ کیسے لے
آئے۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی) نے بھی شانِ
الوہیت کے شایانِ شان اس عربی عبارت کا بالکل صحیح ترجمہ کیا ہے۔
”اللہ اُن سے استہزاء فرماتا ہے۔“ (جیسا اُس کی شان کے
لائی ہے)
یعنی

”سزا دے رہا ہے۔“ انہیں اس مذاق کی۔

————— (ترجمہ از جسٹس بیر محمد کرم شاہ) —————

(۲)

زیر نظر آیت قرآن مجید کی ”آیات متشابہات“ میں سے ایک
ہے۔ اور ایسی آیات کا ترجمہ کرتے وقت یہ خیال رکھنا از حد ضروری ہے۔ کہ
خالق کو مخلوق کے درجہ میں نہ لاکر دکھایا جائے۔

سورہ البقرہ ۲۱	يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَخْلُقُونَ
ترجمہ از	اے انسانوں! اللہ کے خوف سے اپنے آپ کو ڈالو جو تم کو
مولانا محمد رفیع	خلق کر رہا ہے۔ اور جس کی طرف تم لوگوں کو لوٹنا پڑے گا۔
(دیوبندی)	
مولانا اشرف علی تھانوی	اے انسان! اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم لوگوں کو لوٹنا پڑے گا۔
(دیوبندی)	
نواب وحید الرحمن حیدر آبادی	اے انسان! اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم لوگوں کو لوٹنا پڑے گا۔
(الہمدیش)	
ابوالاعلیٰ محمد سی	اے انسان! اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم لوگوں کو لوٹنا پڑے گا۔
(جماعت اسلامی)	

مفت محمد امجد رضا خان	اے انسان! اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم لوگوں کو لوٹنا پڑے گا۔
(بریلی)	

تقابل تراجم

(۱) (از: ملک شیر محمد خان اعوانی)
کتاب محاسن کنز الایمان صفحہ ۳۰

*

سب مترجمین اس طرف گئے ہیں کہ لفظ ”لَعَلَّ“، بمعنی لگی، ہے

یعنی — تاکہ تم پر میرا کاربن جاؤ — لیکن علامہ بیضاوی نے اس کے متعلق فرمایا۔

”لغو ثبت في اللغة مثله“

(یعنی لغت میں اس کی مثال ثابت نہیں)

پھر علامہ محدوح نے فرمایا کہ یہ حال ہے ”ضمیر“ المحمدی اسے مطلب یہ ہوا وہ المحمدی و اداجین ان تخت طوافی مسلک المتقین“
”یعنی عبادت کرو، یہ امید کرتے ہوئے کہ تم متقیوں کی صف میں شامل ہو جاؤ۔“

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا نے اپنے ترجمہ میں اسی استدلال کو اختیار فرما کر دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

(ج)

(از مولانا غلام علی اذکار ڈوی پرنسپل جامعہ خفیفہ اشرف المدارس لاٹھ)

*

نحو کی چھوٹی بڑی سب کتابوں میں موجود ہے کہ لَیْتَ — تمنی
(تمنا کا مصدر) کھیلے ہے اور لَحَلْ ترجمہ کھیلے ہے۔ اسکا یہی حقیقی
معنی ہے۔ اسی کو ملحوظ رکھ کر اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا نے
ترجمہ فرمایا ہے اور یہی علامہ بیضاوی کا ارشاد ہے۔

سورۃ البقرہ 45	وَأَشْتَقُّنَا إِلَى الْكُتُبِ وَالصَّلَاةِ وَآلِهَا
ترجمہ از	لکھنے والا خط کتابت کے
مولانا محمد اسحاق	اور عبادت اور نماز اور نماز کے
(دیوبندی)	نماز کے
مولانا اشرف علی تھانی	اور کتابت اور نماز اور نماز کے
(دیوبندی)	نماز کے
نواب وحید الزماں حیدر آبادی	اور کتابت اور نماز اور نماز کے
(الجمہوریہ)	نماز کے
ابوالاعلیٰ مودودی	اور کتابت اور نماز اور نماز کے
(رحمت اسلامی)	نماز کے

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی)	اور عبادت اور نماز اور نماز کے
	نماز کے

تعاہل تراجم

(1)

(از مولانا مفتی غلام علی اذکار ڈوی)
پرنسپل جامعہ خفیفہ اشرف المدارس لاٹھ

*

خشوع کا معنی قلبی عاجزی ہے۔
مگر ہر عاجزی محمود نہیں ہوتی ہے۔ دنیاوی جاہ و طمع کیلئے بھی عاجزی ہوتی ہے،

اس لئے اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی) کا ترجمہ ترجمہ بھی ہے اور تفسیر بھی ہے۔ وہ ترجمہ فرماتے ہیں۔

وجود سے میری طرف جھکتے ہیں،
جھکنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکنا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں دوسری ارشاد فرمایا۔
وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ
إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ غُثٍّ غُلِيظٍ اللَّهُ - آل عمران ۱۹۹
(ترجمہ بیشک کچھ کتابی ایسے ہیں۔ کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس پر جو تمہاری طرف اترا۔ ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے)
لہذا اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی موجودگی میں تفسیر کی حاجت باقی نہیں رہی ہے۔

سورة البقرة 48 ترجمہ از	وَالْمَوَدَّاتِ يَوْمَ لَا يَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يَقُولُ مِنْهَا شَفَاعَةً وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا يَنْفَعُ مِنْهَا
اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آئے کوئی شخص کسی کے کچھ بھی اور قبول نہ ہو اس کی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائے اس کی طرف سے بدلہ اور نہ اس کو مدد پہنچے۔	1
اور ڈرو تم ایسے دن سے کہ کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ مطالبہ نہ کر سکتا ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے۔ اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جاسکتا ہے۔ اور نہ ان لوگوں کی طرف سے کوئی بدلہ لیا جاسکتا ہے۔	2
اور اُس دن سے ڈرو جب کوئی کچھ کام نہ آدینگا۔ نہ اس کی سفارش کسی جاگیر کی نہ بدلہ (یعنی مدد پر غیر بطور قدیم کے) منظور ہوگا۔ نہ مدد ملے گی۔	3
اور ڈرو اس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آدینگا نہ کسی کی طرف سے سفارش قبول ہوگی نہ کسی کو فدیہ لیکر چھوڑا جائیگا۔ اور نہ مجرموں کو کہیں سے مدد مل سکے گی۔	4
اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دہرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی اور نہ (کافر کیلئے) کوئی سفارش مانی جائے۔ اور نہ کچھ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے اور نہ اس کی مدد ہو	5

تقابل تراجم

(۱) مولانا مفتی غلام علی اوکاڑوی

انبیاء علیہ السلام اور بالخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے
بإذن اللہ گنہگاروں کیلئے سفارش کرنا۔ احادیث متواترہ المعنی سے

ثابت ہے۔ اور فقہاء اسلام نے اپنی کتابوں میں تصریح کی ہے کہ اس شفاعت کے منکر کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

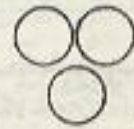
حتیٰ کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی شرح موقفا میں ایسا ہی ذکر کیا ہے۔ اس بنا پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے آیت کے ترجمہ برکیٹ میں لفظ "کافر کیلئے" ذکر فرمایا ہے۔ تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ آیت میں جس شفاعت کی نفی ہے۔ وہ کفار کے حق میں ہے۔ گنہگار مومنوں کیلئے باذن اللہ شفاعت اپنی جگہ ثابت ہے۔ آیت میں اس کے خلاف کوئی بات نہیں ہے۔

لہذا ترجمہ ہوا کہ وہ دن ایسا ہوگا کہ

— نہ (کافر کیلئے) کوئی سفارش مانی جائے گی۔

— نہ (کافر کیلئے) کچھ لے کر (اسکی) جان چھوڑی جائے گی۔

— نہ (کافر کیلئے) اس کی مدد ہوگی۔



تبلیغی درس 10 (حصہ دوم)

وَلَيْنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَ هَمَمِ الْعَذَى جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا وَفٍّ

سورہ البقرہ 120

ترجمہ اردو -

مولانا محمد الحسن

(دیوبندی)

1

اگر انصاف تو ابدی کرے انکی خواہشوں کے بعد اس علم کے جو تھو کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنا اور نہ مددگار۔

مولانا شرف علی تھانوی

(دیوبندی)

2

اگر آپ اتباع کرنے لگیں انکے غلط خیالات کا علم (قطعاً نہت باوجود) آچکے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچا ہوا لایا نہ نکالے نہ مددگار۔

مولانا عبد الماجد دریابادی

(دیوبندی)

3

اور اگر آپ بعد اس علم کے جو آپ کو پہنچ چکا ہے۔ ان کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے۔ تو آپ کے لئے اللہ کی گرفت کے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ ہوگا۔

نواب وحید الزمان حیدر آبادی

(اہل حدیث)

4

اور اگر علم آنے سے بعد تو انکی خواہشوں پر چلے تو اللہ سے تیرا حمایتی اور بچانے والا کوئی نہیں ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی

(جماعت اسلامی)

5

ہر نہ اگر اس علم کے بعد جو تمہارے پاس آچکا ہے۔ تم نے انکی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کی پکڑ سے بچا ہوا کوئی دوست اور مددگار تمہارے لئے نہیں ہے۔

شاہ ولی اللہ

محدث دہلوی

6

اگر پیروی کوئی آرزو ملے باطل باتیں پس آنچہ آمدہ است بتواندش نہ باشد تیرا برائے اخلاص از عذاب خدا بیش دوستی و یارے دیندار۔

7	اور اللہ اگر پیردی کرے گا تو خواہشوں انکے کچھ اس چیز کے آئی تیرے پاس علم سے نہیں واسطے تیرے اللہ سے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار	شاہ رفیع الدین محرث دہلوی
8	اور کبھی چلا تو ان کی پسند پر بعد علم کے جو کچھ کو بچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا - نہ مددگار -	شہ عبد القادر
9	اور اسے پیغمبر اگر تم اس کے بعد تمہارے پاس علم یعنی قرآن آچکا ہے۔ ان کو خواہشوں پر چلے تو پھر تم کو خدا کے غضب سے بچا تو تیرا کوئی دوست ہوگا۔ اور نہ کوئی مددگار -	ڈپٹی نذیر احمد (دیپجری / دیوبند)
10	اور دے سننے والے کہے باشند اگر تو انکی خواہشوں کا پیرد ہوا بعد انکے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے تیرا کوئی بچا تو تیرا نہ ہوگا اور نہ مددگار	اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (دہلوی)

تقابل تراجم

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا کے ترجمہ کو چھوڑ کر باقی تمام مترجمین کے ترجموں میں اس آیت کا مفہوم گذشتہ بارہ سو سال کے دوران مفسرین نے اس آیت کا جو مفہوم لیا۔ اس کا مطالعہ کیا جائے تو تفسیر خازن جلد اول صفحہ 8 پر صاف لکھا ہوا ہے۔

وہ خطیب البیہی صلی اللہ علیہ وسلم والمراد بہ امتہ

(یعنی :- یہ خطاب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ لیکن اس سے مراد امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے)

لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ کسی مترجم نے یہ زحمت گوارہ نہیں کی کہ اس آیت کے حقیقی مفہوم کی تلاش کیلئے ماضی کے ”علمی ذخیرہ“ سے استفادہ حاصل کر لیا جائے۔ ہر ترجمہ کو نوالے پر داغ تھا۔ کہ اس کے ترجمہ کے الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہو رہی ہے۔ لیکن نہ جانے اتنی بڑی جرات ان سے کیسی ہوئی۔ کہ ہر ترجمہ کرنے والے کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈپٹ کی جا رہی ہے۔ کہ اگر تم قرآنی علم آجانے کے بعد بھی ان (کفار) کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے۔ تو پھر آپ کے لیے اللہ کی گرفت کے مقابلہ میں کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

مولانا اشرف علی تھانوی
کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں۔
”اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان (کفار) کے غلط خیالات کا۔ علم قطعی ثابت بالوحی آپکے بعد۔ تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نیکلے نہ مددگار“

اور ڈپٹی نذیر احمد نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے۔ اسکو پڑھ کر تو خدا سے گردن جھک جاتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گستاخی اور بے ادبی کیسے مترجم کو اردو میں مزید سخت گستاخانہ الفاظ نہیں ملے۔ ورنہ وہ ان کو اپنے ترجمہ میں لے آتا۔ وہ ترجمہ کرتے ہیں۔
”اور اسے پیغمبر اگر تم اس کے بعد تمہارے پاس علم یعنی قرآن آچکا ہے۔“

اُن (کفار) کی خواہشوں پر چلے تو پھر تم کو خدا کے غضب سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہوگا۔ اور نہ کوئی مددگار۔

ایک عام مسلمان بھی جانتا ہے

ایک عام مسلمان بھی یہ بات جانتا ہے۔ کہ کسی پیغمبر اور نبی پر خداوند کریم کا "غضب" نہیں ہوا۔ بلکہ خدا کا عتاب ہوا ہے۔

غضب غیروں پر ہوتا ہے۔ اور انہوں پر عتاب ہوتا ہے حضرت یٰقوب علیہ السلام پر تکلیفوں کے پہاڑ آئے۔ لیکن ڈپٹی نذیر احمد دینوری دیوبندی نے پہلے تو اس آیت کا مفہوم ہی غلط اخذ کیا اور مراد اُمتِ مسلمہ کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی لئے۔ اور دوسرے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غضب کا لفظ استعمال کر کے واضح طور پر یہ ثابت کر دیا کہ وہ قرآن مجید کے ترجمہ کی اڑ میں مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں دانستہ اختلافات کھڑے کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ اور یہی ہوا کہ مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ ان غلط ترجموں کے جھانسنے لگے۔ اور یوں یہ ترجمے مسلمانوں میں عقائد کو مستحکم کرنے کی بجائے اُن کے عقائد کو خراب کرنے کا ذریعہ بن گئے۔

ہمیں خدا کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ ان تمام غیر محتاط اردو ترجموں کی تادیبی میں اعلیٰ حضرت مجددِ انام رضا کا اردو ترجمہ ایک روشن چراغ کی صورت میں آج اُمتِ مسلمہ کے اندر موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت اس آیت کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں۔

— (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو اُن کی خواہشوں کا پیرد ہوا

بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ اور نہ مددگار۔ — سورہ بقرہ آیت ۱۲۵

ریکٹ میں (اے سننے والے کسے باشد) کے الفاظ اس آیت کی تفسیر اور حقیقی مفہوم ہیں اور یہی مفہوم تفسیر خازن میں بھی موجود ہے۔ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں۔ بلکہ اُمتِ محمدیہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ بعض علماء کا یہ کہنا کہ

آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ پورا قرآن ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ خدا کے لئے "خطاب" مراد "میں فرق سمجھ جائیے۔

(۲)

سورہ بقرہ آیت ۱۲۵

وَقَابِلِ تَرَاثِمِ ابْنِ مَرْثَمٍ رِضَا الْمُصْطَفَى خَطِيبِ نَبِيِّمِينَ مَسْجِدِ كَرَامِي

”بنی مہصوم جن کی نسبت قرآنی صفحات بھرے ہیں چٹکو

طہ
یسین
مزل
مدثر

چنانکہ اس قدر زبرد تو بیچ کے کلمات سے اللہ تعالیٰ ان کو مخاطب کرے؟

سیاق و سباق سے بھی کسی تہدید کا پتہ نہیں چلتا۔ لہذا مترجم کو چاہئے کہ کھوج لگائے۔ نہ یہ کہ براہ راست کلمات کا ترجمہ کر دے۔ جو بات ان کی عظمت کے خلاف ہے۔ وہ کیسے امکانی طور پر انکی طرف منسوب کی جاسکتی ہے۔ لہذا اعلیٰ حضرت نے اسکی تحقیق فرمائی۔ اور تفسیر خازن کی روشنی میں انہوں نے ترجمہ فرمایا کہ مخاطب کو مراد ہر سامع ہے۔ نہ کہ بنی مہصوم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح کتب معانی و بیان میں بھی اس بات کی تصریح ہے۔ تراجم مذکورہ میں بعض مترجمین نے خاصی حاشیہ لڑائی

کی ہے۔ مگر کسی مترجم کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ غور کرے کہ ڈانٹ ڈپٹ کے الفاظ حضور کی شان میں کیوں کہے جا رہے ہیں۔ جب کوئی وجہ نہیں تو مخاطبیت اللہ کے محبوب سے خاص نہیں بلکہ ہر سننے والے سے خطاب ہے۔

(۳)

(تقابل تراجم از ناشر قرآن کمپنی - 38 اردو بازار لاہور)

”..... سوائے اعلیٰ حضرت کے تمام مترجمین سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر نہ چہرہ تو بیچ (ڈانٹ ڈپٹ) کی جا رہی ہے کہ تم قرآنی علم آجانے کے بعد ان (کفار) کی پیروی کرو گے لہذا ایسا کیا تو خبردار تم کو ایسی پکڑ پکڑیگے کہ کوئی چھڑانہ سکے گا۔ بھلا بتائیے یہ کیا بات ہوئی حالانکہ تفسیر خازن میں ہے۔
در اثنتہ خطاب لبنتی صلی اللہ علیہ وسلم والمراد بہ ائمتہ، یہ خطاب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ لیکن اس سے مراد ائمتہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایسا تھا تو ان حضرات کو ترجمے میں یہ بات واضح کرنی چاہئے تھی نہ کہ ایسا ترجمہ کرتے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہوتی ہو۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے اس لفظ کے ترجمے میں یہ کمال کیا کہ ترجمہ وہ کر دیا جو منشاء مولیٰ اور تقاضائے ادب تھا، یہ

تقابل تراجم

(1)

اس آیت میں لفظ "لَنَعْلَمَنَّ" قابل توجہ ہے۔ اس لفظ کا مترجمین نے حسب ذیل ترجمہ کیا ہے۔

- "معلوم کریں" — مولانا محمود الحسن (دیوبندی)
 • "ہم کو معلوم ہو جائے" — مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)
 • "ہم جان لیں" — سر سید احمد خاں (علی گڑھی انجیری)
 • "ہم معلوم کر لیں" — ڈپٹی نذیر احمد (نیچری)
 • "ہمیں معلوم ہو جائے" — مرزا حیرت دہلوی (دیوبندی)

○

یہ مترجمین۔

• "اتنا نہ سوچ سکے کہ" معلوم ہو جائے، کا محاورہ اس کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ جس کو پہلے سے معلوم نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا ازی اور ابدی طور پر عالم ہے۔ تو پھر اس کے حق میں "معلوم ہو جائے"، کیا معنی؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ ترجمہ قرآن کیلئے صرف عربی دانی کام نہیں دے سکتی۔ بلکہ اسکے ساتھ خود قرآن کے مخصوص انداز و محاورے کو پہچاننا۔ آیت محکم و متشابہ میں امتیاز کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت نے آیت مذکورہ بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

• "اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے۔ ہم نے وہ اسی لئے

تبیغی درس 12 (حصہ دوم)

بقرہ 143	وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ
ترجمہ از	
مولانا محمود الحسن (دیوبندی)	(1) اور ہمیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کو جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کہ کون طابع رہے گارہوں کا اور کون پھر جائے گا۔ اٹے پاؤں۔
مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)	2 اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس لئے تھا۔ کہ ہم کو معلوم ہو جاوے کہ کون (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹتا ہے

اعلیٰ حضرت مجتہد ام احمد رضا خاں (بریلوی)	3 اور اے محرو ب تم پہلے جس قبلہ پر تھے۔ ہم نے وہ اسی لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔
---	---

مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے۔ اور کون
الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔
(صفحہ 376 امام احمد رضا اور ان کے مخالفین از مولانا بدرالدین احمد قادری)
(2)

”معلوم ہو جائے۔“ اور معلوم کریں۔“ کی نسبت اللہ کی طرف کسی طرح
درست نہیں۔ کیوں اسے سب معلوم ہے۔
وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ اس کے بجائے ”دیکھیں۔“ یا
”ظاہر کریں۔“ شان الوہیت کے موافق اور محاورہ لغت کے
عین مطابق ہے۔ (مولانا عبد الستار خاں نیازی۔ کنز الایمان کے
خلاف سازش اور اس کا مثبت جواب صفحہ 181)

(3)
جس پر محمد کرم شاہ ایم۔ اے (الازہر) نے بھی لفظ ”لَعَلَّكُمْ“
کا ترجمہ ”ہمیں معلوم ہو جائے۔“ یا ”ہم جان لیں۔“ کی بجائے
”ہم دیکھ لیں۔“

کیا ہے۔ جو کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ ”دیکھیں۔“ کے مطابق ہے۔
سُبْحَانَ اللَّهِ۔ ان ترجموں میں شان الوہیت کا کتنا لحاظ رکھا گیا
ہے۔ جبکہ دوسرے مترجمین کی بے احتیاطی سے مسلمانوں کے دلوں
کو دکھ پہنچا ہے۔

تبلیغی درس 13 (حصہ دوم)

بقرہ 173
وَمَا أَهْلًا بِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ (173)
ترجمہ از

(1) ”جس میں نیت کہ حرام کردہ است بر شمار اور راد خون راد گوشت حرام را
— داچہ آواز بلند کردہ شود در زنج دے بغیر خدا۔“
شہ ولی اللہ
محدث دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ

(2) سوائے اس کے نہیں حرام کیا تمہارے اوپر مراد اور لہو اور گوشت سور کا۔ اور جو
کچھ بکرا جائے اوپر ان کے واسطے غیصہ اللہ کے۔“
شہ ولی اللہ
محدث دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ

(3) اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو اور خون کو (جو پتیا سو) اور خوک
کے گوشت کو (اسی طرح ان کے سب اجزا کو بھی)۔ اور ایسے جانور کو جو حلقہ قریب
غیر اللہ کے نام نامزد کر دیا ہو۔“
مولانا خرق علی
تھانوی
(دہلوی)

4
اُس نے یہی تم پر حرام کیا ہے۔ مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو
غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔
اعلیٰ حضرت
مجدد مام احمد
رضا بریلوی

تقابل تراجم

اس آیت کا جب مفہوم تبدیل کر دیا گیا یہ آیت بھی اُن آیات میں سے
تو اُمتِ مسلمہ فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئی
تقسیم ہو گئی۔ اس آیت کا غلط مفہوم اور ترجمہ بیان کرنے والے علماء نے اس
آیت کے آخری حصے -

وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَعْنٍ إِلَّا رَجُلٌ

کا ترجمہ کرتے وقت ٹھوکر کھائی۔ اور مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)
نے اس کا ترجمہ کر دیا۔

”اور ایسے جانور کو (حرام کر دیا گیا ہے) جو بقصدِ تقربِ غیر اللہ کے نام
نامزد کر دیا ہو،“ (اور یہی ترجمہ مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے کیا) حالانکہ
بابرکت کاموں کیلئے نامزد اور مقرر کئے گئے جانور ہرگز حرام نہیں ہیں۔ اگر
ان معنوں کو درست مان لیا جائے تو۔

* شادی کیلئے نامزد کیا گیا جانور حرام ہوگا۔

* صدقہ کیلئے نامزد کیا گیا جانور حرام ہو جائے گا۔

* عقیقہ کیلئے نامزد کیا گیا جانور حرام ہوگا۔

* قربانی کیلئے نامزد کئے گئے جانوروں کا گوشت بھی حرام ہوگا۔

— حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ اس طرح نامزد کرنے سے جانور کا گوشت
حرام ہرگز نہیں ہوتا ہے۔ ہم اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کی شادی کیلئے ارادہ
کر کے جانور خرید لیتے ہیں۔ اور اُس جانور کو شادی کیلئے نامزد اور مقرر کر دیتے
ہیں تو کیا اس جانور کا گوشت حرام ہو جائے گا؟ (نعوذ باللہ) ہرگز نہیں۔
اصل بات یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت جو ہم اللہ کا نام پکارتے

ہیں۔ یعنی بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہیں۔ اگر اسکی بجائے کوئی
دوسرا نام لے لیا جائے اور غیر اللہ کا نام پکارا جائے تو پھر ایسے جانور کا
گوشت حرام ہوگا۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت مجددِ امام احمد رضا نے ترجمہ کیا۔
”اور وہ جانور جو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔“

بقصدِ تقرب

یہ کہنا کہ مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) نے
اپنے ترجمہ میں فقرہ کے شروع میں برکیٹ کے اندر ”بقصدِ تقرب“ کا
لفظ استعمال کیا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ کب ہوا کہ
عربی لفظ ”أَهْلٌ“ کے معنی ”نامزد“ ہیں۔ ہم کہتے
ہیں کہ ”أَهْلٌ“ کے معنی ”نامزد کرنا“ نہیں ہیں بلکہ یہاں
پر اس کے معنی ہیں۔

”ذبح کے وقت آواز بلند کرنا اس کو اہلال کہتے ہیں۔“

(2)

(سورہ بقرہ 173)

یہ معنی گذشتہ تیرہ سو سال
میں کسی نے بھی نہ لئے تھے

مُسلّمٰوَن کے ساتھ کتنا بڑا غلط فہم
لفظ "أَهْلًا" کے معنی "نامزد"
گذشتہ تیرہ سو سال کی پوری تاریخ
میں آئمہ کرام اور کسی مفسر و مترجم نے نہیں لئے تھے۔ اور نہ ہی لغت و ادب
اور تفسیر و ترجمہ کی کسی کتاب میں "أَهْلًا" کا مفہوم "نامزد" کیا
گیا تھا۔ پھر مولانا اشرف علی تھانوی کو کیا سوچھی کہ آیت کے معنی و مفہوم کو
ہی اپنی طرف سے بدل ڈالا اور یوں اُمتِ مسلمہ کو گمراہوں اور تفرقوں
میں تقسیم کر دیا۔

اصل بات یہ ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی علمیت اور سمجھ
کے مطابق "أَهْلًا" کا ترجمہ "نامزد" کر دیا۔ لیکن جب اس ترجمہ
پر اعتراض ہوا۔ اور یہ غلطی منظر عام پر آگئی تو چاہئے تو یہ تھا۔ کہ مولانا
تھانوی کے پیروکار اور عقیدت مند علماء و فرائض دلی سے اس غلطی کو تسلیم
کر کے اسکی اصلاح کر لیتے۔ لیکن برصغیر میں دینی حلقوں کے اکابرین "اندھی
تقلید" کے موزی مرض میں اس قدر مبتلا ہو چکے ہیں کہ اچھے خاصے جید عالم دین
اور محققین بھی اپنے گمراہی کے پیشوا کی ہر اچھی بُری بات کو "حق" ثابت
کرنے کیلئے رات دن ایک کر دینے کو "دین اسلام" سمجھتے ہیں۔ بیشک گذشتہ

تیرہ سو سال میں کسی لغت و تفسیر کی کتاب میں وہ بات موجود ہی نہ ہو۔
بالکل یہی معاملہ اس آیت کے غلط ترجمہ کے بعد پیش آیا۔ مولانا اشرف علی
تھانوی کے گمراہی کے اچھے خاصے سمجھدار علماء نے بھی اس غلطی کی حمایت
میں سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ انہوں نے یہ تک نہ سوچا کہ ہمارے اس فعل
سے اُمتِ مسلمہ میں تفرقہ بڑھے گا۔ مگر انکو تو صرف ایک ہی فکر تھی کہ کہیں
ہمارے پیشوا کی کوئی بات غلط ثابت نہ ہو جائے۔

(3)

اس کتاب میں پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے۔ کہ مولانا اشرف علی
تھانوی (دلیو بندی) کے اردو ترجمے میں دو سطور ترجمہ ہوتا ہے۔ پہلی
سطر میں شاہ رفیع الدین محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
کے بیٹے) کا ترجمہ ہوتا ہے۔ اور دوسری سطر میں مولانا تھانوی کا ترجمہ ہوتا
ہے۔ یہ اسلئے کیا جاتا ہے۔ کہ لوگوں میں یہ تاثر قائم کر دیا جائے کہ مولانا تھانوی
کا ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے ترجمہ کے مطابق ہے۔

مسلمان سمجھو! اس آیت کے ترجمے آپکے سامنے ہیں۔ لفظ "أَهْلًا"
کے معنی "نامزد" نہ ہی شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے لئے اور نہ ہی محدث شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی نے لئے تھے۔ بلکہ تیرہ سو سال کی تاریخ میں کسی بھی لغت و ادب اور تفسیر و
معانی کی کتاب میں یہ معنی بیان نہیں ہوئے تھے۔ جب یہ بات ہے تو پھر پہلی سطر میں شاہ
رفیع الدین محدث دہلوی کا ترجمہ اور مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ دوسری سطر میں
تحریر کرنے کی کیا حکمت باقی رہ جاتی ہے۔

تبلیغی درس 15 (حصہ دوم)

(4)

دور حاضر کے نوجوان محقق
ڈاکٹر طاہر القادری فرماتے ہیں

عمر حاضر کے عظیم مفسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اس آیت کے خلاف ترجمہ پر بے چین ہو جاتے ہیں۔ اُن

کے دل کی گہرائیوں سے نکلے والے الفاظ حق کے متلاشیوں کو قرآن مجید کی صحیح فہم کا شعور عطا کرتے ہیں۔

اوستائیں کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لت پت یہ نوجوان مفکر اسلام کیا کہتا ہے —

”ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارنا اہلال کا مفہوم (اٹلی حضرت محمد نام احمد رضا نے) بیان کیا۔ یہ وہ مفہوم تھا جو اٹلی حضرت سے پہلے پوری تیرہ (3) سو سال کی تاریخ میں ہر ترجمہ ہی معنی بیان کرتا چلا آ رہا تھا۔ ہر مفسر ہی معنی کرتا چلا آیا تھا۔ میں کس کس مفسر کا نام گنواؤں۔ اگر آپ اس اس میز پر ایک سو (100) قدیم تفسیروں کا انبار لگا دیں۔ جس تفسیر کو اٹھالیں۔ یہی ترجمہ نظر آئے گا۔ کوئی اور ترجمہ نہ ہوگا۔ اٹلی حضرت نے وہی ترجمہ کیا ہے جو پوری تاریخ کے ائمہ تفسیر، ائمہ حدیث، ائمہ فقہ اور ائمہ لغت و ادب کرتے چلے آئے تھے۔ اور وہ تھا۔

”ذبح کے وقت آواز بلند کرنا اس کو اہلال کہتے ہیں“

”لیکن اٹلی حضرت کے بعد کے بعض ترجموں نے بجائے اس معنی

کے اہلال کا معنی یوں کر دیا کہ

”وہ جانور یا فہ چیز جو غیر اللہ کے نام نامزد کر دی جائے یا غیر اللہ کے نام منسوب کر دی جائے۔“

غیر اللہ کے نام نامزد کرنا — اہلال کا یہ معنی اس طرح تک نہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی کی لغت و ادب میں بیان ہوا تھا۔ نہ یہ تفسیر نے بیان کیا تھا۔ نہ یہ آئمہ ادیب نے بیان کیا تھا۔ اہلال دراصل ”اہلال“ ہی سے تھا۔

”پہلی رات کے چاند کو عرب اہلال کہتے۔ (پھر) پہلی رات کے چاند کو دیکھتے ہی جو آواز بلند ہوتی تھی کہ

— وہ چاند نظر آگیا۔“

اُس آواز کو اہلال کی وجہ سے اہلال کہہ لیا گیا۔ (اور یوں) پہلی رات کے چاند کو دیکھ کر آواز بلند کرنا یہ اہلال ہو گیا۔

چلتے چلتے لغت عربی میں اہلال کا یہ معنی پایا گیا۔ کہ کسی خاص موقع پر جو آواز بلند ہوتی اُس پر بھی اہلال کے لفظ کا اطلاق ہو گیا۔

”و اسی طرح بچہ کے تولد کے موقع پر جو اُس کے رونے کی آواز بلند ہوتی اُسے اہلال کہہ دیا جاتا۔“

پھر عربوں نے یہ کیا کہ جانور کو ذبح کرتے وقت کوئی کہتا

”یا لات“ (لات اُن کے ایک بت کا نام تھا)

”یا منات“

”یا عزی“

اپنے بتوں کے نام لیتے۔ کسی کو یہ پتہ نہ ہوتا کہ جانور خدا کیلئے ذبح

ہو رہا ہے۔ یا توں کیسے۔ جب کسی جانور کو گراتے تو چھری چلاتے ہوئے اسے ذبح کرتے ہوئے اپنے بُت کا نام پکارتے۔ ذبح کے وقت جس بُت یا شے کا نام پکارا جاتا یا بلند کیا جاتا۔ اسے اہلال کہہ لیا گیا۔ یہاں تک یہ اہلال مطلقاً ذبح کیسے مختص ہو گیا ہے۔

جب تک اصل ترجمہ بحال رہا | نوجوان محقق ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القاری
امت کسی انتشار کا شکار نہ تھی | آگے بیان کرتے ہیں۔

دو تمام مفکرین کے معنی کو سامنے رکھتے ہوئے (علیٰ حضرت نے) ترجمہ کیا کہ وہ جانور جو ذبح کے وقت غیر اللہ کے نام سے ذبح کر دیا گیا وہ حرام ہے۔ اور (اگر ذبح کے وقت خدا کا نام لیا گیا۔ اور اس کے آگے سچے ایصالِ ثواب کے خیال سے جس کی طرف سے چاہیں منسوب (نامزد) کر دیں۔ وہ حلال ہے۔ جب تک یہ ترجمہ بحال تھا۔ امت کسی فرقہ کسی انتشار کا شکار نہ تھی۔ جب اس ترجمہ کی بجائے دوسرے ترجمہ کو لایا گیا یہ امت فتنوں کا شکار ہو گئی۔

فرقہ بندی کا آغاز

ہو گیا۔ تفرقہ بازی کا آغاز ہو گیا۔

(5)

اس آیت کا جو ترجمہ علحضرت نے کیا ہے۔ وہ "وہ" عربی لغت کے

اعتبار سے بھی درست ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور سلف صالحین کے تراجم و تفاسیر کے عین مطابق ہے۔
"آیت زیر نظر میں "أَهْلٌ بِهِ لَغْوُ اللَّهِ" کے الفاظ برصغیر پاک و ہند کے دو مکاتب فکر (بریلوی اور دیوبندی) کے درمیان مایہ النزع بن کر رہ گئے ہیں۔

اس سے دیوبندی مکتبہ فکر یہ مطلب اخذ کرتا ہے کہ جس جانور کو بھی غیر اللہ کے نام سے منسوب کر دیا جائے پھر چاہے ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام بھی پڑھا جائے۔ وہ جانور حرام ہو جائے گا۔ یہ مکتبہ فکر اس معاملہ میں انتہائی متشدد ہو گیا ہے۔ بریلوی مکتبہ فکر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آیت صرف اسی مذہب کو حرام کہتی ہے۔ جس پر ذبح کے وقت اللہ کی بجائے غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ اصل میں سارا نزاع لفظ "أَهْلٌ" سے پیدا ہوا۔ بریلوی حضرات کے نزدیک اہلال کے معنی "دفع الصوت عند الذبح" جب کہ دیوبندی حضرات اسے مطلق منسوب کرنے کے معنوں میں لیتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ نزاع مولوی اشرف علی تھانوی کی جدت سے پیدا ہوا ہے۔ "شاہ صاحب (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) نے "اہلال" کا ترجمہ نامزد وغیرہ نہیں کیا بلکہ صاف الفاظ میں "اودان بلند کردہ شود در ذبح دے" لکھا ہے۔ اور یہ ترجمہ بالکل وہی ہے۔ جو علحضرت نے پیش کیا ہے۔

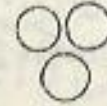
۱۔ کنز الایمان کے خلاف سازش اور اس کا مثبت جواب صفحہ 19 از مولانا عبداللہ خان باری
۲۔ کتاب محاسن کنز الایمان صفحہ 33 از ملک شیر محمد خاں اٹوان آف کالاباغ۔



○
 "تم ہمیشہ مسکینوں (غریبوں) کو ناراض کرتے ہو۔
 اور چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ اُسکی رضا
 تمہارے ہاتھ نہ لگے گی۔ بلکہ غضب الہی میں پلٹے کھاؤ گے،"

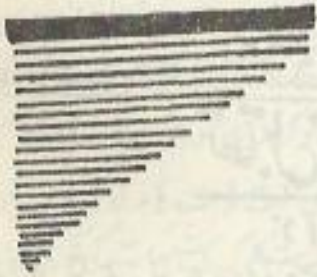
○
 "اگر اپنے مال اور مرتبہ اور اہل اور اسباب پر توکل کیا تو
 اللہ کے غضب میں پڑا۔ اور یہ چیزیں بھی جاتی رہیں گی۔"

○
 "مال دار! اللہ کو چھوڑ کر مال میں مشغول نہ ہو۔ شاید
 کہ کل (کادن) آئے اور تو فقیر ہو جائے،"



فتح ربانی ۲۱۰، ۲۲۶، ۲۳۹

سورہ آل عمران



54 آل عمران	وَمَكْرُؤٌ وَاوْمَكْرُؤٌ وَاللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّا كُرِّهُوا
ترجمہ از	
مولانا محمود الحسن (دہلوی)	(۱) اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ داؤ سب سے بہتر ہے
شاہ رفیع الدین محدث دہلوی	(۲) اور مکر کیا انہوں نے (یعنی کافروں نے) اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر مکر کرنے والا ہے۔

3	اور کافروں نے مکر کیا۔ اور اللہ نے ان کے ہاک کرنے کی خفیہ تدبیر (زانی اور اللہ سب سے بہتر چھی تدبیر کرنے والا ہے۔)
علی حضرت مجدد ام احمد رضا (دہلوی)	

تقابل تراجم

(۱)
(مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان مصنف محاسن کنسہ الایمان صفحہ 34)
”مکر کے لغوی معنی

خفیہ تدبیر کرنے کے ہیں۔ مگر اردو میں یہ لفظ دھوکہ اور فریب جیسی مبتذل صفات کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ سوچئے کہ خدا کی ذات سے ”مکر“ اور ”داؤ“ — جیسے الفاظ کا استعمال کس قدر سوء ادبی متعل ہے۔“

(۲)

(حبش پر محمد کرم شاہ تفسیر ضیاء القرآن جلد اول صفحہ 234)

تقریباً ہر زبان میں بلا استثناء

ایسے مشترک الفاظ پائے جاتے ہیں۔ جو متعدد معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اہل زبان ان الفاظ کو بلا تامل ان کے مختلف معنوں میں استعمال کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب وہی لفظ کسی دوسری زبان میں استعمال ہونے لگتا ہے۔ تو وہ اپنے اصلی مختلف معنوں میں سے کسی ایک معنی میں مشہور ہو جاتا ہے۔ اب جب ہم اُسے اس کی اصلی زبان میں متعل ہو گئے پاتے ہیں۔ تو اس کا وہی ایک معنی جو ہمارے ذہن نشین ہو چکا ہوتا تو پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس کی ایک مثال لفظ ”مکر“ ہے۔ اس کے معنی جیلہ سازی بھی ہے۔ اور یہی لفظ عربی میں صرف تدبیر کرنے اور کسی کی نہاں سازش کو خفیہ طریقہ سے ناکام بنادینے کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اردو میں ہم اس لفظ ”مکر“ کو صرف دھوکہ دہی اور فریب کاری کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ اور جب اس فعل کی نسبت ذات باری کی طرف ہوتی ہے۔ تو ہمارا ذہن بلا وجہ طرح طرح کے شکوک و شبہات کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ حالانکہ جب اس کا فاعل وہ ذات مقدس ہو جو بر عیب ہر نقص اور نازیبا فعل سے پاک ہے۔ تو ہم لفظ ”مکر“ کا معنی صرف تدبیر یا وہ خفیہ طریقہ جس سے دشمنان حق کے شیطانی منصوبوں کو خاک میں ملانا مقصود ہوتا ہے۔ کریں گے۔ اب کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔

قال المفضل ودبروا ودبر الله دالمکس لطف التدبیر (بجرحیط)

(3)

(مولانا عبد السار خاں نیازی کنسہ الایمان کے خلاف سازش اور اُس کا مثبت جواب صفحہ 19)

لغت عربی میں مکر خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں۔ اردو میں یہ لفظ دھوکہ اور فریب جیسی مبتذل صفات کے اظہار کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کیلئے مکر اور داؤ جیسے الفاظ کا استعمال صریح گستاخی اور دیدہ دہنی کا مظاہرہ ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ شان الہمیت کے مطابق ہے۔

(4)

ایسی آیات کو ”آیات متشابہات“ کہتے ہیں۔ ان آیات کا ترجمہ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ خالق کو مخلوق کے درجہ میں نہ لاکھڑا کیا جائے۔

۵۵	اَلْاِمْرَانِ	وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ
ترجمہ از		
شاہ رفیع الدین محدث دہلوی	(۱)	جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ تحقیق میں پھر لینے والا ہوں تجھ کو۔
مولانا شرف علی عثمانوی (دہلوی)	(۲)	جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بلکہ میں تم کو وفات دینے والا ہوں۔
نواب وحید الزماں حیدر آبادی (لاہور)	(۳)	جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے (وقت پر) اپنی موت سے ماروں گا۔
اعلیٰ حضرت مجدد الم احمد رضا (بریلوی)	4	یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں پوری عمر تک پہنچاؤں گا۔

تقابل تراجم

(۱)

اسیت کے اس حصہ میں لفظ ”مُتَوَفِّیْکَ“ قابل توجہ ہے۔ لفظ ”توفی“ پر غور کریں۔ تو یہ لفظ موت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا یہ معنی مجازی ہے۔

علم معانی کا اصول ہے کہ اگر کسی لفظ کے حقیقی اور مجازی دونوں معانی ہوں تو حقیقی معانی کو مجازی معانی پر ترجیح دی جائے گی۔ بلکہ حقیقی

معانی کو ہی لکھا جائیگا۔ مگر اس آیت کے ترجمہ میں مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) نے لفظ ”توفی“ کے مجازی معانی پیش نظر رکھ کر ترجمہ کیا ہے۔ جو کہ غلط ہے۔ جبکہ اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا نے اس کے حقیقی معانی کو لیا ہے۔ حقیقی معانی تک رسائی میں مشکل کے پیش نظر مجازی معانی پر اکتفا کرنا ہوتا ہے۔ لیکن یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ کسی لفظ کے حقیقی معنی سامنے ہوں۔ اور ہم مجازی معنی پر توجہ دیں۔

حقیقی اور مجازی معانی کی آڑ میں بھیا تک غلطیاں

بہت سے علماء نے لغت و تفسیر و ادب پر مکمل عبور نہ ہونے کے سبب جگہ جگہ غلطیاں کی ہیں۔ مگر غلطیاں نہ ماننے کیلئے اکثر اس بات کا سہارا لیتے ہیں کہ ہم نے تو اس کے مجازی معانی لئے تھے۔ کوئی اُن سے پوچھے کہ حقیقی معانی کی موجودگی میں مجازی معانی کیوں لئے تھے۔؟

جریدہ ”نگار“ کراچی جون ۱۹۶۲ء صفحہ ۳۲-۳۳ پر جناب نیاز فتح پوری نے سائل سید ذکی الدین آف کلکتہ کے سوال کا جواب دیا۔ سوال تھا

قرآن مجید میں کئی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ ”استغفر لذنوبک“ اور ذنب کے معنی گناہ کے ہیں مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی اس کے معنی گناہ لکھے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ مجازاً گناہ کہہ دیا ہے۔ اور یہ نہیں بتایا گیا کہ اگر ذنب بہ معنی گناہ مجازی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ تو اُس کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟

اس سوال کا جواب کافی معینہ اور پڑھنے کے لائق ہے۔ (حالانکہ جواب دینے والے نیاز فتح پوری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ آزاد مذہب رکھتے تھے یا ملحد ہے) مگر اس جگہ پر ہم صرف سوال بھیجنے والے سائل کے ان الفاظ کی قدر کرتے ہیں۔ جن میں اُس نے بڑی خوبصورتی سے حقیقی اور مجازی معانی پر گرفت کی ہے۔ یعنی

”اگر ذنب بہ معنی گناہ مجازی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ تو اس کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟“

(2) جسٹس پر محمد کرم شاہ کی دل پذیر وضاحت

جسٹس پر محمد کرم شاہ نے حقیقی اور مجازی معانی کی بے نظیر تفسیر بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

”علم معانی کا یہ مسلمہ قائم ہے کہ اگر کسی لفظ کا ایک حقیقی معنی ہو اور دوسرا مجازی تو حقیقی معنی کو مجازی معنی پر ترجیح دی جائے گی۔ ان اگر کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جس کے ہوتے ہوئے حقیقی معنی متعذر ہو تو اس وقت معنی حقیقی کو ترک کر کے معنی مجازی مراد لیا جائے گا۔ لیکن اگر ایسے قوی قرائن موجود ہوں جو حقیقی معنی مراد لینے کے ہی مؤید ہوں تو اس حالت میں حقیقی معنی کو ترک کر کے مجازی معنی مراد لینے پر اصرار کرنا تو الٹی گنگناہانے کے مترادف ہے۔ اب آپ لفظ ”توفی“ کے معنی پر غور فرمائیے۔ تاج العروس میں لفظ ”توفی“ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ و توفاه ای لحرید مع منہ شیئا۔ یعنی پورے کا پورا لے لیا۔ اور اس سے کوئی چیز باقی نہیں رہنے دی۔ امام ابی عبد اللہ القرطبی الجاسع لاحکام القصر ان میں لکھتے ہیں۔ توفیت مالی من فلان ای قبضتہ یعنی میں نے اس سے سارا مال واپس لے لیا۔ یہ تو ہے لفظ توفی کا حقیقی معنی۔

ان یہ موت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے لیکن یہ اس کا مجازی معنی ہے۔ جیسے صاحب تاج العروس نے لکھا ہے۔ ومن المجاز اذ کتبه الوفاة ای الموت والمنیة وتوفی فلان اذ مات وتوفاه اللہ عز و

جل اذا قبض روحہ۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیے کہ ایک لفظ کا حقیقی معنی ترک کر کے بغیر قرینہ کے اس سے مجازی معنی اخذ کرنے پر اصرار کرنا اس لفظ کے ساتھ کتنی بے جا زیادتی ہے اور یہاں صرف اتنا ہی نہیں کہ مجازی معنی لینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں بلکہ ایسے قوی قرائن موجود ہیں۔ جو اس لفظ کے حقیقی معنی لئے جانے پر دلالت کرتے ہیں۔ آپ پوچھیں گے کہ وہ کون سے ایسے قرائن ہیں تو اس کے متعلق عرض ہے کہ ایک تو اس آیت کا سیاق و سباق اس امر کا قوی قرینہ ہے۔

یہاں گفتگو خیران کے عیسائیوں سے ہو رہی ہے جو حضرت مسیح کی الوہیت کے قائل تھے۔ مقصد کلام ہے اثبات توحید باری اور لطلان الوہیت مسیح۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہوتے تو کتنی صاف بات تھی کہ خیران کے عیسائیوں سے کہہ دیا جاتا کہ جن کو تم خدا مانتے ہو وہ تو مرچکے ہیں۔ اور جو مرچ جائے کیا وہ بھی کہیں خدا بن سکتا ہے۔ لیکن قرآن کا اس اسلوب کو اختیار کرنا بلکہ اس انداز کو اپنانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن کی اس آیت کا مدعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو بیان کرنا نہیں۔ دوسرا واضح قرینہ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی ہے۔ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو فرمایا کہ عیسیٰ مرے نہیں اور قیامت سے پہلے وہ تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔ ان تصریحات کی موجودگی میں حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے جمہور مفسرین اس حقیقی معنی کو نظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔ متوفیک ای مستوفی

اجلك و مؤخرک الى اجلك المسى بما صما اياك عن
قتلهم : (بیضاوی)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی مقررہ مدت تک زندہ رکھے گا اور
تمہیں قتل سے بچائے گا۔

متوفيك اى مستوفى اجلك معناه انى عاصمك من
ان يقتلك الكفار (کشاف)

امام ابن جریر کہتے ہیں وادلى الاقوال بالصحة عندنا قول
من قال معنى ذلك انى قابضك من الارض
الاخبار من رسول الله ﷺ

یعنی میرے نزدیک صحیح ترین قول یہ ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھے زمین
سے قبض کرنے والا ہوں۔ اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ کیونکہ حضور
علیہ السلام کی احادیث متواترہ سے یہی چیز ثابت ہے کہ آپ کو زندہ آسمان
پر اٹھایا گیا (مزید وضاحت کیلئے سورۃ النساء کی آیت نمبر 156
کا حاشیہ ملاحظہ ہو)۔

م۔ 1۔ تفسیر ضیاء القرآن جلد اول صفحہ 235

تبلیغی درس 19 (حصہ دوم)

وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا أَعْيُنُكُمْ أَلَأَأَنَا مَلِكٌ ۚ

الْخَيْطُ قُلْ مَوْتُوْا بِالْغَيْطِ كُھ

(3/119) ترجمہ از :-

(1) اور جب اکیلے ہوتے ہیں۔ کاٹتے ہیں۔ اوپر تمہارے انگلیاں
عقہ سے کہہ کر مر جاؤ ساتھ عقہ اپنے کے۔

(2) اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر انہی انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے
ہیں۔ مارے غیظ کے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم مر رہے اپنے عقہ میں

(3) اور جب اکیلے ہوتے ہیں۔ تو عقہ کے مارے تم پر اپنی انگلیاں
دانوں سے جاتے ہیں (اسے پیچیر) کہہ دو کہ اپنے عقہ میں جل رہا۔
روز بروز اسطفا کی ترقی ہوتی جاتے گی۔

(4) مگر جب جدا ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف ان کے غیظ و غضب کا
حال یہ ہے کہ اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں۔ اسے کہہ دو کہ
اپنے عقہ میں آپ جل رہے۔

5 اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چائیں عقہ سے نیم فرا دو کہ
مر جاؤ اپنی گھٹن میں۔

الحقیر محمد عابد
(بریلوی)

تقابل تراجم

(۱)

اس آیت میں دو الفاظ قابل توجہ ہیں۔

”عَصَوُا“

”الْغَيْظُ“

”عَصَوُا“ کا ترجمہ اکثر مترجمین نے ”کاٹ کاٹ کر کھانا“

کیا ہے۔ حالانکہ اس لفظ کے یہ معنی نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے معنی ہیں۔

”انگلیوں کو چبانا“

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی) نے بھی اس کا ترجمہ
 ”انگلیوں کو چبانا“ کیا ہے۔ جو کہ صحیح ہے۔ لیکن مولانا اشرف علی
 تھانوی (دیوبندی) اس لفظ کے اصل معنی تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔
 اور انہوں نے اس کا ترجمہ ”کاٹ کاٹ کر کھانا“ کر دیا۔ اہل زبان
 و علم اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ان دونوں معنی میں زمین آسمان
 کا فرق ہے۔

اعلیٰ حضرت سے پہلے جتنے بھی قدیم ”اردو ترجموں“ کو اٹھا کر دیکھ
 لیں۔ تقریباً سب ترجموں میں لفظ ”عَصَوُا“ کے معنی ”انگلیوں کو
 چبانا“ نہیں ملیں گے۔ اس سے اعلیٰ حضرت کی صحیح قرآن فہمی
 کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آؤ اندازہ کریں۔ مستند اور قابل اعتبار مفسر قرآن کون سے ہیں
 ”الْغَيْظُ“ کو پیش نظر رکھا

جائے۔ تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ آیت بھی اُن سیکڑوں آیات
 میں سے ایک ہے۔ جس سے اردو ترجمہ کرنے والے علماء کی وسعت
 علمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اور صاف پتہ چل سکتا ہے کہ قرآن
 مجید کے ترجمہ کرنے والوں میں سے کونسا عالم دین ایک مستند اور قابل
 اعتبار مفسر قرآن ہے۔

اس آیت میں ”غَيْظُ“ کے اصل معانی یہ ہیں۔ کہ

پہلے غیظ کے معنی غصہ اور

دوسرے غیظ کا مفہوم شدت غصہ سے پیدا ہونے والی

”گھٹن“ ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے تمام اردو

مترجمین نے ”غیظ“ کا مفہوم دوسری جگہ بھی ”غصہ“ ہی لیا ہے۔

آپ کسی بھی مترجم کا ترجمہ اٹھا کر دیکھیں۔ ہر مترجم پہلے غیظ اور دوسرے

غیظ دونوں کا ترجمہ ”غصہ“ ہی کرتا ہوا ملے گا۔ دراصل کوئی مترجم

بھی اتنی تحقیق میں نہیں گیا کہ دوسری مرتبہ آنے والے لفظ ”غیظ“

کی معنوی حکمت کیا ہے۔ اور کسی مترجم کی توجہ عربی لغت و ادب کی کتابوں

سے اس باریک نکتہ کو تلاش کرنے کی طرف نہ گئی۔

(2)

سورہ آل عمران آیت 119

تَقَابُلِ تَرَاجُمِ اَزْدَاكُ طَاهِرِ الْقَادِرِ (i) "لفظ "عَصَوٌ" قابل

توجہ ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کا ترجمہ مترجمین نے کیا کہ وہ غصہ سے "اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں"۔ حالانکہ اس عَصَوٌ کا ترجمہ کاٹ کاٹ کر کھانا نہیں ہے بلکہ "انگلیوں کو چبانا" ہے۔ اعلیٰ حضرت (اردو) مترجمین کی (اعلیٰ حضرت کے دور سے پہلے کی) پوری صف میں واحد شخصیت ہیں جنہوں نے عَصَوٌ کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے "عَصَوٌ کا معنی کیا کہ اکیلے ہوں تو تم پر" انگلیاں چبائیں۔

اعلیٰ حضرت ہم تیرے احسان مند ہیں (ii) "تمام مترجمین کو بلا استثناء میں نے دیکھا ہے۔ ہر مترجم

دوسری جگہ "غیظ" کا معنی "غصہ" ہی کرتا ہے۔ اس لئے کہ غ۔ ی۔ ظ۔ تین حروف پر مشتمل ایک ہی لفظ (غیظ) ایک ہی آیت میں دو مرتبہ استعمال ہوا۔ لفظی ترجمہ کرنے والوں نے بھی اور بامحاورہ ترجمہ کرنے والوں نے دونوں نے اس آیت میں دونوں جگہ "غیظ" کا معنی غصہ کیا۔ کسی کا ذہن معنوی عظمت کے اُس کمال تک نہ پہنچ سکا کہ پہلا "غیظ" شدت غضب کی نشاندہی کر رہا ہے۔

اور دوسرا "غیظ" طبیعت کی گھٹن کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ جو کہ غصہ کی وجہ پیدا ہوتی ہے۔ میں نے امام راغب اصفہانی کو دیکھا۔ امام راغب اصفہانی نے کہا کہ ایک "غیظ" تو شدت غضب یعنی غصہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا معنی ہے۔ جب غصہ شدت اختیار کر جائے تو اُس کے نتیجے میں جو گھٹن پیدا ہوتی ہے۔ کہ آدمی کچھ کر سکتا ہے۔ اور نہ خاموش رہ سکتا ہے۔ گھٹن کی اس کیفیت کو بھی "غیظ" کہتے ہیں۔

"تو اس غیظ کیلئے پہلا "غیظ" سبب ہے۔

اور پہلے "غیظ" کو غصہ سے تعبیر کیا۔ اس لیے کہ یہ سبب تھا۔ دوسرے "غیظ" کو غصہ سے تعبیر کیا۔ اس لیے کہ یہ سبب تھا۔ دوسرے "غیظ" کو نتیجہ سے تعبیر کیا۔ اس لیے کہ یہ سبب تھا۔

"مترجمین (اردو) کی پوری صف میں قرآن جانی اعلیٰ حضرت آپ کی عظمت اور آپ کے ترجمہ کے منہائے کمال کے تصور سے کہ تو نے عربی لفظ کی تمام تفصیلات کو "غیظ" کا معنی "غصہ" اور دوسرے "غیظ" کا معنی طبیعت کی گھٹن کیا۔

"وہ شکوہ جو لفظی ترجمہ سے تھا کہ لفظی ترجمہ سے لفظوں کا معنی تو سمجھ آتا ہے۔ لیکن مضمون اور عبارت کا رابطہ ختم ہو جاتا ہے۔ اُلیٰ حضرت ہم تیرے احسان مند ہیں۔ کہ تو نے لفظی ترجمہ بھی کیا۔ لیکن اس لفظی ترجمہ کے سقم کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا۔ اور بامحاورہ ترجمہ میں جو یہ نقص تھا۔ کہ اُس سے عبارت بوجھل ہو جاتی ہے۔ تو نے بامحاورہ ترجمہ کر کے نظم، اس کے رابطہ اور مضمون کی روانی کو بھی قائم کر دیا۔ اور عبارت میں محاورات کی کثرت استعمال سے جو بوجھ تھا۔ اُسے بھی ختم کر دیا

اس لیے تاریخ ترجمہ میں ترجمہ کی دو قسمیں تھیں۔
ایک ترجمہ لفظی تھا۔

دوسرا ترجمہ با محاورہ تھا۔

جس طرح خدا نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں حدود کے درمیان رہا اعتدال پر چلنے والی امت بنایا۔ اسی طرح

تھانے اعلیٰ حضرت کو توفیق دی

کہ لفظی اور با محاورہ دونوں ترجموں کے درمیان ایک رہا اعتدال کریں۔
نہ لفظی ترجمہ کی انتہا پسندی نہ ہی اور نہ با محاورہ ترجمہ کی انتہا پسندی۔

یہ تقریر بعزوان درکنز ایمان اور اسکی فنی حیثیت، ۱۱، بنگالہ مدرسہ مسجد نبوی آبادی ساہیوال
مؤرخہ 23 ستمبر 1982ء۔

تبلیغی درس 207

آل عمران 140

ترجمہ از

وَلْيَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ
شُرَكَاءَ ۖ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٠﴾

شاہ فرید الدین
محدث دہلوی۔

(۱) اور تو کہ ظاہر کرے اللہ ان لوگوں کو ایمان لائے ہیں۔ اور تو کہ کہہ دے
تم میں سے شہید اور اللہ تعالیٰ انہیں دوست رکھتا ظالموں کو۔

مولانا اشرف علی تھانوی
(بریلوی)

(۲) اور تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لیں۔ اور تم میں سے بعضوں کو
شہید بناتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے۔

جسٹس پریم چند کرم شاہ
(بریلوی)

(۳) اور تاکہ اس لیے کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ انکو جو ایمان لائے۔ اور بنا لے
تمہارے کچھ اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

نواب وحید الزماں
حیدر آبادی

(۴) اور تاکہ جو کافروں کو بفتح ہوئی (اسلئے بھی تھی) اللہ تعالیٰ ایمان والوں
کو (انگ کر کے) دیکھ لے۔ اور چند لوگوں کو تم میں سے شہادت درجہ عطا
فرمائے۔

ابراہیم علی مودودی
جماعت اسلامی

(۵) تم پر یہ وقت اس لیے لایا گیا کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ تم میں کچھ
مومن کون ہیں۔ اور ان لوگوں کو جھانٹ لینا چاہتا تھا۔ جو واقعی
(امی کے) گمراہ ہوں۔ پھر تاکہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں

اعلیٰ حضرت مجدد امام
احمد رضا (بریلوی)

6 اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پہچان کرادے۔ ایمان والوں کی۔ اور تم میں
سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے۔ اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو

تقابل تراجم

(1)

اس آیت کے ترجمہ میں واضح فسرق ہمارے سامنے ہے۔ برصغیر میں سب سے پہلا اردو ترجمہ کرنے والے مترجم شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ترجمہ کیا۔

یعنی ”ظاہر کرے اللہ“

لیکن اس ترجمہ کو پہلی سلسلہ میں جگہ دیگر دوسری سطر میں اپنا ترجمہ تحریر کرنے والے مترجم مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) اور نواب وحید الزماں (امجدیث) نے ترجمہ یوں کر دیا۔

”وہ اور تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لیں“

”اللہ ایمان والوں کو (الگ کر کے) دیکھ لے“

گویا اللہ تعالیٰ پہلے ایمان والوں کو جانتے ہی نہ تھے۔ شاہ رفیع الدین کے ترجمہ کی تقلید کرنے والے عالم دین دوسری بے شمار آیات کی طرح یہاں بھی آیت کے مفہوم بیان کرنے میں شاہ رفیع الدین کے ترجمہ سے اختلاف کر رہے ہیں۔ مگر ظاہر یہی کیا جا رہا ہے۔ کہ یہ ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ کے عین مطابق ہے۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ نے ترجمہ کیا کہ

”وہ کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ ان کو جو ایمان لائے“
پیر کرم شاہ صاحب اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تسلیم کرتے ہیں کہ۔

”وہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا ہر شخص کے ظاہر و باطن کا تفصیلی اور یقینی علم ازل سے حاصل ہے۔ تو پھر یہاں ”وَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ“ (تاکہ اللہ جان لے) سے کیا مراد ہے؟“

اور پیر صاحب آگے تحریر کرتے ہیں۔

”در علماء کرام نے بڑی شرح و بسط سے اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔ بعض نے یہ فرمایا کہ یہاں مضاف مخذوف ہے۔ مقصد ہے ”وَلْيَعْلَمَنَّ“ اولیاء اللہ (یعنی تاکہ اللہ کے دوست مومن اور کافر کو جان لیں) بعض نے کہا کہ ”لَعْلَمَنَّ“ بمعنی ”یسمیٰ“ و ”یعلم“ ہے۔ کہ

”اللہ تعالیٰ دوسروں کو جانتا ہے“

پیر صاحب نے تفسیر میں وہی بات بیان کی ہے۔ جو کہ علم حضرت نے علی طور پر اپنے خوبصورت اور جامع ترجمہ کی صورت میں مسلمانوں کے سامنے پیش کر دی ہے۔ وہ ترجمہ فرماتے ہیں۔

”وہ اور اس لیے کہ اللہ پہچان کر دے ایمان والوں کو اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے“
”سُبْحَانَ اللَّهِ“۔ کتنا شاندار اور شک و شبہات سے پاک صاف ترجمہ ہے۔

تبلیغی درس 22 (حصہ دوم)

وَلَا يَخْلُمُ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَا يَخْلُمُ الصَّابِرِينَ ۝	آل عمران 143
(1) اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں — اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو۔	مولانا محمد حسن (دیوبندی)
(2) حالانکہ شہروز اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو اور نہ ان کو دیکھا جو ثابت قسم رہے والے ہیں	مولانا اشرف علی تھانی (دیوبندی)
3 اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا۔ اور نہ صبر کرنے والوں کی آزمائش کی۔	علفرت مجدد امام

تقابل تراجم

(1)
اب اللہ تعالیٰ متعلق یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم نہیں
کہ تم میں سے کون لڑنے والے ہیں۔ یہ چیز تو خدا کے عالم الغیب ہونے کے
خلاف ہے۔ کیا خداوند کریم کو علم نہیں ہے — بیشک اللہ کو ہر چیز کا

علم ہے۔ غلطی صرف مترجمین کی ہے۔ کہ وہ آیت کا صحیح ترجمہ نہ کر سکے۔
افسوس کہ دوسرے بہت سے مترجمین کے ترجموں میں بھی یہ کمزوری موجود
ہے۔ مثلاً وہ ترجمہ کرتے ہیں۔

* ”اور ابھی معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے تم میں“ — شاہ عبدالقادر
* حالانکہ ابھی اللہ نے ان لوگوں کو جانا نہیں جنہوں نے جہاد کیا“ — عبدالجبار
* اور ابھی تک اللہ نے نہ تو ان لوگوں کو جانچا جو تم میں سے جہاد کرتے ہیں۔

ڈپٹی نذیر احمد (نیچری)
* حالانکہ ابھی خدا نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا
ہی نہیں — مولانا فتح محمد (دیوبندی)

جبکہ کتب لغت و تفاسیر

کے مطابق اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (دہلوی) نے اس آیت کا ترجمہ
کیا ہے۔
”اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا۔ اور نہ صبر کرنے
والوں کی آزمائش کی“

(2)

علمائے کرام نے اس آیت کے ترجموں کا تقابلی جائزہ لیا ہے۔

(3)

مولانا محمد حسن صاحب (دیوبندی) کے ترجمہ میں خدا تعالیٰ کیلئے لاعلمی
کا اظہار۔ جو صریحاً سورت ادب ہے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ شانِ خداوندی
کے مطابق ہے۔ ”مولانا عبد الستار خاں نیازی صفحہ 19، کنز الایمان

کے خلاف سازش اور اُس کا مثبت جواب

(i)

”واقع کے وقوع سے پہلے نہ اُسے (خدا تعالیٰ کو) معلوم ہے۔ نہ وہ جانتا ہے۔ نہ دیکھتا ہے۔ کس قدر شان الوہیت کی تنقیص دے ادبی ہے۔“ (عاجزادہ خواجہ غلام حمید الدین صفحہ 11۔ پاسبان کمنز الایمان)

(iii)

(مولانا محمود الحسن کے) ”ترجمہ سے یوں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے خدا کو پہلے کسی بات کا علم نہیں تھا۔ اور یہ چیز خدا کے عالم الغیب ہونے کے سراسر منافی ہے۔“ (مولانا ملک شیر محمد خاں صفحہ 35 محاسن کمنز الایمان)

(iv)

”ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ اور دوسری طرف اس قدر بے خبری کہ مؤمنین میں سے کون لوگ جذبہ جہاد سے سرشار ہیں؟ — اللہ کو اس کا علم نہیں۔ ابھی اُس نے جانا ہی نہیں۔“ (مولانا قاری رقتدار المصطفیٰ خطیب نیومین مسجد کتاب قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی صفحہ 5)

(v)

اسی آیت کریمہ کا ترجمہ شیخ دیوبند مولانا محمود الحسن نے اس طرح لکھا ہے۔ ”اور ابھی تک معلوم نہیں کیا۔ اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو۔“ — فتح محمد جالندھری (دیوبندی) نے یوں لکھا ہے۔ ”حالانکہ ابھی

خدا نے تم میں جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور یہ کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔“ (دیکھئے تاہید ربانی سے محمدی کے باعث یہ مترجمین کتنی بُری طرح ہچکولے کھا رہے ہیں۔)

اب تو ناظرین کو بھی اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ ترجمے مسلمانوں کے ایمان کو غارت کر دینے والے ہیں۔ (مولانا بدر الدین احمد کتاب احمد رضا اور اُس کے مخالفین صفحہ 376)

تقابل تراجم تسمیہ ماوراء فاتحہ اور نذرہ بقرہ تا
مشہور آیات

سورہ توبہ تا الناس مشہور آیات

۱- ایک قرآن ایک ترجمہ جلد اول

۲- ایک قرآن ایک ترجمہ جلد دوم

۳- ایک قرآن ایک ترجمہ مکمل

۴- ذمہ دار حکومت یا تارخیدان

۵- اعلیٰ حضرت اور محنت مصطفوی

تصانیف

۶- ارباب سیاست توجہ کریں

۷- علمائے کرام کی خدمت میں

تصانیف

۸- پیر میں

۱۰- پیر میں پسند ہوئی صدی

۱۲- تین گروہ اور بدعتیں

۱۴- مجید نام اور دو قومی نظریہ

۱۶- موازنہ حدیث خمی

نہ سلطان المجاہد طاہری

قصد ارادہ

ناشر: دفتر انجیری فکر رضا و طاہر ارادہ ماڈس چوک رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز فیصل آباد پاکستان

سورہ

○ النساء آیت ۱-

○ انعام آیت ۱-

○ احکام آیت ۱-

تبلیغی درس 23 (حصہ دوم)

سورہ النہار ترجمہ از	اِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ
مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	(1) یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔
شاہ رفیع الدین محدث دہلوی	(2) تحقیق منافق فریب دیتے ہیں اللہ کو اور وہ فریب دینے والا ہے۔ ان کا
مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)	(3) جیسے منافق لوگ چال بازی کرتے ہیں۔ اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی چال کی ستر انکو دینے والے ہیں۔
نواب وحید الزماں (المحدث)	(4) منافق دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو فریب دیتے ہیں۔ اور (یہ نہیں جانتے کہ) اللہ ان کو فریب دے رہا ہے۔
مولانا محمد الحسن (دیوبندی)	(5) ابتر منافق دغا بازی کرتے ہیں۔ اللہ سے اور وہی انکو دغا دے گا۔

6	بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا جاتے ہیں۔ اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔
امام حضرت مجدد ام احمد رضا دیرپوری	

تقابل تراجم

(1)

لفظ "يُخَادِعُونَ" کے معنی دو ہیں۔ اس کے ایک معانی تو "دھوکہ

دینے کی کوشش کرنا ہے، اور دوسرے معنی "دھوکہ دینا ہے" ہے جب خدا تعالیٰ کیلئے یہ لفظ بولا جائے گا۔ تو صاف ظاہر ہے کہ اس کے معنی "دھوکہ دینے کا ارادہ کرنا" ہوں گے۔ اس لئے کہ خداوند کریم کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا ہے۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام مترجمین میں سے صرف اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا واحد مترجم ہیں۔ جو کہ اس آیت کا حقیقی مفہوم بیان کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ وہ ترجمہ کرتے ہیں۔

"بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا جاتے ہیں" مسلمان سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کہ تمام مترجمین آیت کے حقیقی معنی اس تک رسائی حاصل نہیں کر سکے ہیں۔ بلکہ یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے بے سوچے سمجھے ایک مترجم دوسرے مترجم کی نقل کئے جا رہا ہے۔ وہ ترجمہ کرتے ہیں۔

* منافق فریب دیتے ہیں اللہ کو۔۔۔۔۔ شاہ رفیع الدین
* منافقین دغا بازی کرتے ہیں۔ اللہ سے۔۔۔۔۔ شاہ عبد القادر
* منافق لوگ چال بازی کرتے ہیں اللہ سے۔۔۔۔۔ مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)
* وہ اللہ کو فریب دیتے ہیں۔۔۔۔۔ نواب وحید الزماں (المحدث)

* مولانا مودودی تو کچھ زیادہ ہی بے قابو ہو گئے ہیں۔ اور ترجمہ کرتے ہیں۔

"یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں"

مترجمین عربی الفاظ کے اصل ترجمہ مفہوم کیلئے لغت و ادب کی کتابوں کے گہرے مطالعہ سے قاصر رہے تو اتنا ہی سہی سوچ لیتے کہ ان کا بیان کردہ مفہوم عقلی بنیاد پر صحیح ہے۔ یا نہیں۔۔۔۔۔ بھلا اللہ تعالیٰ کو کوئی

دھوکہ یا فریب دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر انہیں چاہئے تھا۔ کہ وہ لفظ ”يُخْلَعُونَ“ کے حقیقی مفہوم کی تلاش کیسے لغت و ادب کی کتابوں سے استفادہ حاصل کرتے۔

اسی طرح اس آیت کے آخری حصہ کا ترجمہ بھی متعدد مترجمین نے صحیح نہیں کیا ہے۔ وہ ترجمہ کرتے ہیں۔

”وَاللّٰهُ اَنْ كُوْزِبَ دَعَاہُ“۔ نواب وحید الزماں (المجلد 1) ”وہی (اللہ) ان کو دعا دے گا۔“۔ مولانا محمود الحسن (دیوبندی) حالانکہ آیت کے اس حصہ کا اصلی ترجمہ یہ ہے۔

”اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔“ اور یہ تفسیری ترجمہ لغت و ادب اور تفاسیر کی کتابوں کے مطابق ہے۔ المجلد 1 اور دیوبند حضرات کا یہ کہنا کہ آیت کے اس حصے کا ترجمہ ہی یہ نیا ہے کہ ”وَاللّٰهُ اَنْ كُوْزِبَ دَعَاہُ“۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اگر اس کے سوا کوئی دوسرا ترجمہ نہیں بنتا۔ تو مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) نے یہ ترجمہ کیسے کر دیا کہ

”وَاللّٰهُ تَعَالٰی اِس چال کی سزا ان کو دیتے والے ہیں۔“

*

عرف عام میں دغا باز (دغا دینے والے کو)۔ فریب اور دھوکہ دینے والے کو فریبی اور دھوکہ باز کہتے ہیں۔ اور اس آیت میں یہ منافقوں کی صفت بیان کی گئی ہے۔ اور یقیناً منافق ہی دغا باز، فریبی، دھوکہ باز اور چال باز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے ایسے الفاظ استعمال کرنا جو کہیں انسان کے لائق ہوں۔ سراسر بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اور قرآن کریم کے مفہوم کے خلاف ہے۔ خداوند تعالیٰ کو ہمیشہ اچھے ناموں سے پکارنا چاہئے۔ کیونکہ ”لِیْسَ اِلٰہًا اِلَّا الْحَسَنُ“ (یعنی) اُسکے لیے تو اچھے نام ہیں۔

تبلیغی درس 24 حصہ دوم

(2)

ڈاکٹر طاہر القادری کی تقریر سے اقتباس | اس آیت کا ترجمہ عام مترجمین یہ کرتے ہیں کہ

”منافق دغا بازی کرتے ہیں“ معاذ اللہ اور ”اللہ ان کو دغا دے گا“۔ ان کا جو ترجمہ جی چاہے اٹھائیے۔ اکثر مترجمین دامن ادب الوہیت کو اپنے ہاتھ سے چھوڑتے ہوئے یہ ترجمہ کرتے ہیں۔ لیکن خدا کی ذات جس کو فہم عطا کرتی ہے۔ بعیرت عطا کرتی ہے۔ پھر معارف قرآنی اور

معارف ادب بھی اس پر آشکار

ہوتے ہیں۔ (تقریباً تمام مترجمین نے) یہی سمجھا کہ چونکہ اس آیت میں دونوں جگہ خدا سے مشتق کا لفظ بیان ہوا ہے۔ لہذا (انہوں نے سوچا کہ) دونوں جگہ دھوکہ ہی مراد لیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کیا کہ

”منافق اپنے گان میں اللہ کو دھوکہ دیتا چاہتے ہیں۔“ اس لیے کہ کوئی خدا کو دھوکہ نہیں دے سکتا ہے۔ وہ دنیا تو چاہتا ہے۔ لیکن دینے میں ناکام رہتا ہے۔ (اسی طرح اعلیٰ حضرت نے آگے ترجمہ کیا۔ ”اور وہی انکو غافل کر کے مارے گا۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے حبیب اللہ و پیغمبر مبعوث ایک تارے کو اور چاند کو "ھَذَا رَبِّي" (یہ میرا رب ہے) کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ "ھَذَا رَبِّي" سے پہلے ہمزہ استفہام محذوف ہے۔ لہذا اردو میں ترجمہ کرتے وقت اردو کے فقرہ میں استفہامی انداز کا اظہار ہونا چاہئے۔ تاکہ ترجمہ پڑھنے والے قاری پر آیت کا اصل مفہوم واضح ہو جائے لیکن کسی مترجم میں اتنی صلاحیت نہ تھی۔ کہ وہ اس کا اظہار اپنے اردو ترجمہ میں بھی کر دیتا۔ ترجموں میں غلطی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے سوا مذکورہ تمام مترجمین نے اپنے ترجموں کو شاہ ربیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے ترجموں کی نقل کر کے مکمل کیا۔ لہذا ترجمہ کی خامی اور کمزوری ختم نہ ہو سکی۔ اعلیٰ حضرت نے ان آیات کا کتنا شاندار ترجمہ فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"ایک تارہ دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو۔"
"پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب بتاتے ہو۔"

نواب وحید الزماں (المحدث) نے آیات کا جو ترجمہ غلط کیا ہے۔ وہ تو ہمارے سامنے ہے۔ لیکن وہ اپنی تفسیر حاشیہ میں لکھتے ہیں۔
"حضرت ابراہیم نے اپنی قوم سے یہ بات یا تو استفہام انکاری کے بوجھ میں فرمائی۔ یعنی کیا یہ میرا رب ہے۔ یا بطور ایسے مفردہ کے جو صحیح نہیں ہو سکتا۔ تاکہ آگے چل کر دشمنین طریقہ سے ان کے عقیدہ

کی غلطی واضح کی جا سکے۔ (رازی) "ع"

یعنی یہ مفہوم رازی نے بیان کیا ہے۔ نواب وحید الزماں (المحدث) کا ترجمہ وہی ہے۔ جو کہ اُس نے کر دیا ہے۔ افسوس ایسے ترجموں پر اور ایسے ترجمہ کرنے والوں پر کہ ترجمہ تو غلط کر دیا۔ اور تفسیر میں ایک حوالہ بھی نقل کر دیا۔ تاکہ اگر کوئی گرفت کرے تو تفسیر کے حوالے سے دفاع کیا جائے۔ ورنہ ترجمہ تو غلط ہے ہی۔ یعنی باقی باتیں درست لیکن پرالہ اپنی جگہ پر ہی رہے گا۔

اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

مولانا مودودی

"ایک صحیح الدماغ اور سلیم النظر انسان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) جس نے سراسر شرک کے ماحول میں آنکھ کھولی تھی۔ اور جسے توحید کی تعلیم کہیں سے حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ کس طرح آثار کائنات کا مشاہدہ کر کے اور ان پر غور و فکر اور ان سے صحیح استدلال کر کے امر حق معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔" ع

ع۔ قرآن حکیم اشرف المواہی صفحہ 165 نتائج کردہ مہتاب کینی لاہور۔

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے زیر نظر آیت کا ترجمہ تو غلط کیا ہی تھا۔
تفسیر میں رہی یہی کسر پوری کردی

پھر وضاحت

اس کتاب میں آیات کے صرف اردو ترجموں کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ تفسیر پر بات کسی دوسرے موقع پر ہوگی۔ تفسیر سے قطع نظر — ہم یہ کہتے ہیں کہ اردو ترجموں میں غلطیاں ہیں یا نہیں ہیں۔ ان کے سادہ لوح محقق یہ کہہ دیتے ہیں کہ چلو ترجموں میں یہ بات رہ گئی ہے۔ لیکن تفسیر میں موجود ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس بات کا اظہار ترجمہ میں کیوں نہیں کیا گیا — ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ اردو ترجمے غلط ہیں۔ اور اس کتاب میں صحیح اور غلط ترجموں کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ کوئی دوسرا موضوع زیر بحث ہی نہیں ہے۔

پیر کریم شاہ ایم۔ اے (الانہ سرائے) نے ان آیات کا ترجمہ انتہائی حقیقت پسندانہ کیا ہے۔ پیر صاحب ترجمہ فرماتے ہیں:-

”دیکھا انہوں نے ایک ستارہ بولے (کیا) یہ میرا رب ہے؟“

”پھر جب دیکھا چاند کو چمکتے ہوئے تو کہا (کیا) یہ میرا رب ہے؟“
سبحان اللہ ترجمہ کیا ہے۔ ایک مکمل تفسیر بھی ہے۔ پیر صاحب زیر نظر آیت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

”یہ اصل میں اِهْذِ اِذْ تَقِي اسْتَقَام انکار ہے۔ یعنی اے میری قوم کیا یہ میرا رب ہے؟ ہرگز نہیں۔“

یہ خیال کرنا کہ اس وقت حضرت ابراہیم کو عرفان توحید حاصل نہ تھا۔ اس لئے وہ ایک ٹمٹماتے ہوئے تارے کو اپنا رب سمجھنے لگے۔ سخت غلطی ہے۔ پیغمبر کا دامن نبوت سے پہلے بھی کفر و شرک سے پاک ہوتا ہے۔۔۔۔۔

سورہ انعام 78 (پھر)	فَلَمَّا رَأَى السُّمُسُ بَارِزَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا الْكَبِيرُ
1	پس جب دیکھا سورج کو روشن۔ کہا یہی پروردگار میرا۔ یہ سب سے بڑا
2	پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا۔ تو فرمایا اگر میرا رب ہے۔ یہ سب سے بڑا ہے
3	پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا (بہت چمکتا ہو) کہنے لگا میرا مالک ہے۔ یہ سب سے بڑا ہے۔
4	پھر جب دیکھا سورج چمکتا ہوا یہ میرا رب۔ یہ سب سے بڑا ہے
5	پھر جب دیکھا سورج چمکتا ہوا یہ میرا رب۔ یہ سب سے بڑا ہے
6	پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ ہے۔ میرا رب
7	پھر جب سورج چمکتا ہوا دیکھا۔ بولے اے میرا رب کہتے ہو۔ یہ تو ان سب سے بڑا ہے۔

تقابل تراجم

عظیم حضرت محمد نام احمد رضا (بریلوی)

(1)

(از شیخ القرآن ابوالبلیدان مولانا مفتی غلام علی ادکار دی)

○

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا نے آیت کے ترجمہ میں اس چیز کو ملحوظ رکھا ہے کہ ”هَذَا اَرْبَعٌ“ سے پہلے ہمزہ (ع) استفہام مخدوف ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ فرمایا۔

”اے میرا رب کہتے ہو“

اس ترجمہ سے یہ اعراض ختم ہو گیا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے موجد (خدا کو ایک ماننے والے) نے ستارے چاند سورج کو ”هَذَا رَبِّي“ (یہ میرا خدا ہے) کس طرح کہہ دیا۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی تائید تفسیر منطہری اور دیگر معتبر تفاسیر میں موجود ہے۔

قرآن پاک میں اس کی دوسری مثال یہ ہے۔

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ مِّنْهَا عَلَىٰ أَنْ تَعْبُدَہُ
بِحُجَّتِہِ اسْرَ اِبْرٰہِیْمَ
(شعراء 25)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا۔ کیا یہ جہان جو تم مجھ کو جلاتا ہے۔

”تِلْكَ“ سے پہلے یہاں بھی حرف استفہام مقدم ہے۔ بعض اوقات

لہجہ سے کلام کا مفہوم معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کلام استفہامی ہے۔ یا نہیں

اس لیے قرآن کریم کو صحابہ بعد والے لوگوں سے زیادہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اس کو حضور علیہ السلام سے براہ راست سنا تھا۔

تبلیغی درس 27

سورہ اعراف آیت 98
(7) ترجمہ از

○

اَوَلَمْ تَعْلَمُوْاۤ اَنْ فِیْ صُلٰتِنَاۤ اَقَالَ اَوَّلُوْکُمْ کَاۤرِہِیۡنَ ۝

1	یا تم پھر اُدھارے دین میں۔ بولا کیا ہم بیزار ہوں تو بھی؟	شاہ عبدالقادر
2	یا یہ کہ تم لوٹ اُدھارے دین میں۔ بولا کیا ہم بیزار ہوں تو بھی؟	مولانا محمد الحسن دیوبندی
3	یا تم لوگ (چاروناچار) ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ گے۔	ڈپٹی نذیر احمد دہلوی (پجری)
4	یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ۔ شعیب نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آجا دیں گے۔ گو ہم اسکو دلیل بعیرت مکرہ سمجھتے ہیں۔	مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)
5	یا پھر اُدھارے دین میں پھر آ جاؤ گے۔ کہا اگرچہ ہو دیں ہم خوش رہنے والے	شاہ رفیع الدین
6	یا تم پھر ہمارے دین میں (مجدد ہو کر) آ جاؤ گے شعیب نے کہا بھلا اگر ہم (اس کو) برا سمجھتے ہوں۔	نواب وحید آغا (پٹنہ)

7	یا تم ہمارے دین میں آ جاؤ کیا کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں۔	اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (دیوبندی)
---	---	---

تقابل تراجم

(۱)

(از مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

(زیر لفظ)

د زیر نظر آیت (پارہ نمبر ۹ پہلی آیت ہے) حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا ہم آپ کو اور دوسرے مومنوں کو گاؤں سے نکال دیں گے۔
 ”اَوَلْتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا“ اس کا ترجمہ تھانوی صاحب (اور دیگر مترجمین) نے یہ کیا کہ یا تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔ جس کا مطلب یہ نکلا کہ (معاذ اللہ) شعیب علیہ السلام پہلے اُن کے دین پر تھے۔
 اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ترجمہ کیا۔
 ”یا تم ہمارے دین میں آ جاؤ۔“

اس میں وہ قیاحت لازم نہیں آتی۔ دراصل عاد و ثمود کبھی فعل تام کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کا معنی لوٹنا ہوگا۔ (دیگر مترجمین نے) یہی کیا۔ اور کبھی یہ فعل ناقص کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس وقت یہ ”صار“ کے معنی میں ہوگا۔ اس کا معنی ”ہو جانا“ ہوگا۔

○

(2)

جن مترجمین نے زیر نظر آیت کے غلط ترجمے کئے ہیں۔ ان کے پروردگار اپنے مترجمین کو صحیح ثابت کرنے کیلئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اعلان نبوت سے پہلے چونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کفار میں رہتے تھے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ کفار بھی سمجھتے رہے ہوں کہ اُن کا دین بھی ”دین کفار“

ہی تھا۔ اور اس لئے کفار نے حضرت شعیب علیہ السلام کو یہ کہا ہو کہ

”تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔“

یہ دلیل غلط ہوگی۔ اس لیے کہ اس سے آگے کی آیت ۸۹ میں حضرت شعیب علیہ السلام نے کفار کو جواب دیا۔ اُس کا ترجمہ یہ مترجمین یوں کرتے ہیں۔

”حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اہم سے تو یہ ہو نہیں سکتا کہ تمہارے دین لوٹ آئیں۔“

معزز اسلامی سائنسدان! دیکھا آپ نے کہ ان مترجمین نے آیت کے ترجمہ میں خیانت کر کے حضرت شعیب علیہ السلام کی زبان سے بھی یہ کہلوا لیا۔ کہ ہم کفار کے دین میں لوٹ کر نہیں جائیں گے۔ گویا پہلے حضرت شعیب علیہ السلام کفار کے دین میں ہی تھے۔ نعوذ باللہ۔ (آیت نمبر ۸۹ کا تعادل تراجم اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُوذَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ دِينَانَا

سورہ اعراف آیت 89

(89) ترجمہ از ۱۔

1	اور ہمارا کام نہیں کہ پھر آئیں اُس میں۔ مگر کبھی اللہ چاہے رب ہمارا	شاہ عبدالقادر
2	اور ہمارا کام نہیں کہ لوٹ آئیں اُس میں گریہ کر کے چاہے اللہ	مولانا محمود الحسن (دیوبندی)
3	اور ہم سے توبہ ہو نہیں سکتا کہ تمہارے دین میں لوٹ آئیں۔ مگر کہ خدا جو چاہا	ڈپٹی کمشنر احمد دہلوی (پنجابی)
4	اور نہیں لائے ہم کو یہ کہ پھر آئیں ہم۔ بچ اس کے مگر جو چاہے اللہ پر درگاہ ہمارا۔	شاہ رفیع الدین محدث دہلوی
5	اور ہم سے یہ ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آجائیں۔ لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے (ہمارے) مقدر (میں) کیا ہو۔	مولانا اشرف علی دیوبندی تھانوی
6	اور ہم سے توبہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تمہارے دین میں پھر آجائیں۔ مگر ہاں خدا کی مرضی ہو جو ہمارا مالک ہے۔	نواب وحید الزمان (امجدی)

7	اور ہم مسلمانوں میں کسی کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔	اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی)
---	--	---

تقابل تراجم

(1)

پیارے اسلامی ساتھیو! اس سے قبل ہم زیر نظر آیت سے پہلی آیت نمبر 88 کا مقابل تراجم پڑھ چکے ہیں۔ اُس میں تو کفار نے یہ کہا تھا کہ اے شعیب علیہ السلام تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔ لیکن اس آیت میں دیگر مترجمین پہلے والی غلطی سے بھی بڑی غلطی کر بیٹھے ہیں۔ کہ اب شعیب علیہ السلام کفار کی پیشکش کا جواب دے رہے ہیں۔ کہ

”ہم سے توبہ ہو نہیں سکتا کہ تمہارے دین میں لوٹ آئیں“

”لوٹ آنا“ کا معنی یہی ہے کہ ہم پہلے کفار کے دین میں تھے۔ لیکن اب نہیں ہو سکتا۔ کہ ہم دوبارہ اُسی دین میں لوٹ آئیں۔

کفار کے متعلق توبہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ انہوں نے غلط فہمی کی بنیاد پر حضرت شعیب علیہ السلام کیلئے ”لوٹ آئے“ کا لفظ استعمال کیا۔ اب حضرت شعیب علیہ السلام بھی ان مترجمین کے مطابق تسلیم کر رہے ہیں۔ کہ ہم سے (یعنی بمع حضرت شعیب علیہ السلام) ہو نہیں سکتا۔ کہ تمہارے دین میں لوٹ آئیں (نعوذ باللہ)

اعلیٰ حضرت نے غلطیوں سے اور شکوک و شبہات سے پاکیزہ ترجمہ فرمایا فرمایا ہے۔

”اور ہم مسلمانوں میں کسی کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔“

(2)

تقابل تراجم

(از مولانا مفتی غلام علی اوکاڑوی۔ پرنسپل اشرف المدارس ملتان روڈ اوکاڑہ)



”لَعُوْذُ“، یہاں لوٹ آنا کے معنی میں نہیں ہے۔ باقی تراجم سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے۔ کہ شعیب علیہ السلام پہلے ان کفار کے دین پر تھے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمے میں ”لَعُوْذُ“ کا فاعل شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو قرار دیا ہے۔ اب اس ترجمہ میں کوئی قباحت اور اعتراض نہیں ہے۔

”اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔“ (اعلیٰ حضرت مجدد نام)

سورۃ الاعراف 99	اَقَامْتُمْ اَمْرَ اللّٰهِ فَلَا يَأْمُرُ بِكَ اللّٰهُ اِلَّا الْفَعْلَ الْحَسَنَ ۝۹۹
ترجمہ از	
مولانا محمود الحسن (دیوبندی)	(1) کیا بے ڈر ہو گئے اللہ کے داؤ سے سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر خرابی میں پڑنے والے۔
اعلیٰ حضرت مجدد ام احمد رضا (بریلوی)	(2) کیا اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خبر ہیں۔ تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے ڈر نہیں ہوتے۔ مگر تب ہی والے۔

تقابل تراجم

عربی کا لفظ ”مَكْرٌ“ کے معنی ”خفیہ تدبیر“ کے ہیں، اور اللہ کھیلے جب اس لفظ کا مفہوم لیا جائے گا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ لغت کے معنی کے مطابق

”خفیہ تدبیر“ لیکن مولانا محمود الحسن (دیوبندی) کا ترجمہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ وہ اس لفظ کے معنی ”داؤ“ کر رہے ہیں۔ اور مولانا مودودی نے اس کا ترجمہ اللہ کی ”چال“ کیا ہے۔ خدا کے لیے ایسا تصور پیش کرنا کہ خدا تعالیٰ داؤ کرتا ہے۔ یاد دھوکہ کرتا

ہے۔ قابل تاویل بات ہے۔ اعلیٰ حضرت نے لفظ ”مکر“ کا حقیقی ترجمہ ”خفیہ تدبیر“ کیا ہے۔

پھر خدا عرش پر چڑھا | رات دن توحید توحید کر نیوالے

افراد کے متعلق یہ سوجھا بھی نہیں جا سکتا کہ جب وہ قرآن مجید کا ترجمہ کرنے بیٹھیں گے تو شان الوہیت ان کے نزدیک بھی نہیں رہے گی۔ میں تو یہی کہوں گا کہ شان الوہیت سے روگردانی انہوں نے دانستہ نہیں کی ہے بلکہ قرآن فہمی میں انکی علمیت اور سمجھ ہی اتنی تھی کہ وہ قرآنی الفاظ کے معنی و مفہوم سے پوری طرح واقف نہ تھے۔

سورہ الاعراف آیت 54 کا حصہ ”تَعَرَّاسْتَوِي عَلَى الْعَرْشِ“ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

* خدا ”پھر تخت پر چڑھا“ (نواب وحید الزماں (المجددین)

* ”پھر اللہ عرش بریں پر جا براجا“ (ڈپٹی نذیر احمد نیچری)

* ”پھر عرش پر چڑھ کر بیٹھا“ (محمد ارسٹ کا کردی)

* ”پھر قائم ہوا تخت پر“ (عاشق الہی دیوبندی)

کہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ اس پر جہور کا اتفاق ہے۔ ترجمے کرتے وقت جماعتی عقیدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے خالق کو مخلوق کے درجہ میں نہ لاکر دکھایا جائے اعلیٰ حضرت ترجمہ فرماتے ہیں ”پھر عرش پر استوار فرمایا جیسا کہ اسکی شان کے لائق ہے“۔ اہل علم سمجھتے ہیں کہ ”جیسا کہ اسکی شان کے لائق ہے“ کے الفاظ دراصل لفظ ”استوی“ کی معنویت ہیں۔

تبلیغی درس 30 (حصہ دوم)

4۔ کیا علماء سے یہ غلطیاں دانستہ ہوئیں | علماء سے یہ

کیے ہوتی رہیں۔ یہ ایک طویل دلچسپ حقیقت ہے۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور شاہ عبد القادر کے ترجموں میں خامیاں اور کمزوریاں اس لیے ہوئیں کہ برصغیر میں انہوں نے فارسی اور اردو ترجموں کی ابتداء کی۔ اور ابتداء میں ہر کام میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی کمی رہ جاتی ہے۔ لہذا قرآن مجید کے ترجموں کے کام میں اس قسم کی کمی واقع ہونا قدرتی بات تھی۔ لیکن بعد کے علماء کا تو فرض تھا کہ وہ تحقیق کے میدان میں عرق ریزی کر کے اردو ترجموں کی غلطیوں اور کمزوریوں کو ختم کرتے۔

مگر ہوا یہ کہ

مگر ہوا یہ کہ شاہ ولی اللہ کے خاندان کے بعد جو بھی مترجمین منظر عام پر آئے۔ تقریباً تمام نے ان ابتدائی ترجموں کی تقلید کی۔ اور تحقیق کے میدان میں جمود طاری ہو گیا۔ اس طرف توجہ نہیں دی کہ قرآنی آیات کے ان کے بیان کردہ اردو مفہوم ماضی کی تعلیم و لغت کے مطابق بھی ہیں یا نہیں۔ اور اسی پر بس نہیں کیا کہ قرآنی آیات کے جو مفہوم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

کامیاب نہالیا۔ اور اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو صحیح ثابت کرنے کیلئے بے مقصد بحث مباحثہ میں پڑ گئے۔ اور تاویلات پیش کرنا شروع کر دیں۔ اور تاویلات کے دوران مزید غلطیاں سرزد ہو گئیں۔ پھر ان علماء کے تحقیق سے عاری شاگردوں نے اپنے پیشواؤں کی حمایت میں اندھی تقلید کرتے ہوئے ان کے غلط عقائد اور قرآنی آیات کے خود ساختہ مفہوم کو صحیح ثابت کرنے کیلئے آسمان سر پر اٹھالیا۔ دولت کو پانی کی طرح بہایا گیا۔ اور لٹریچر اور کتابوں کی بھرمار کر دی گئی۔ اور اس طرح وقتی طور پر بے شمار سادہ لوح مسلمان غلط عقائد کا شکار ہو گئے۔ جو کہ دیوبندی، جماعت اسلامی، تادیانی اور نچری نظریات سے متفقین کی شکل میں آج بھی ہمارے سامنے محبتِ عمرت بنے ہوئے ہیں۔

رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان نے اردو الفاظ میں منتقل کئے تھے۔ انکی مزید تاویلات کر کے بہت سی آیات کے مفہوم اپنی طرف سے ہی اخذ کر لئے۔ اور اس طرح قرآنی آیات کے خود ساختہ مفہوم ایجاد ہونا شروع ہو گئے۔ کسی مترجم نے تحقیق پر توجہ نہیں دی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں ہر مترجم شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر کے اردو ترجموں کی نقل کر کے ترجمہ دکھانی دیتا ہے۔

2۔ بہت سے مترجمین نے ابتدائی ترجموں کی خامیوں اور کمزوریوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اور اپنے اپنے کو بہت بڑا عالم ثابت کرنے کے لیے اپنے خود ساختہ مفہوم ایجاد کر لیئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان سے یہ غلطیاں دانستہ ہوئیں بلکہ انکی علمیت ہی اتنی تھی۔

3۔ بہت سے غیر مقلد دوہابی و الحمد للہ علماء حضرات نے اردو کے ان ابتدائی ترجموں میں سے اپنی مطلب کی باتیں نکال لیں۔

4۔ سانحہ پر سانحہ یہ ہوا کہ شاہ ولی اللہ کے خاندان کے بعد منظر عام پر آنے والے قرآن مجید کے مترجمین (علماء) کے اردو ترجموں میں جو خامیاں، کمزوریاں اور غلطیاں واقع ہوئیں تو چاہئے تو یہ تھا۔ کہ جو جو یہ غلطیاں ترجمہ کرنے والے علماء کرام کے علم میں آتی جائیں۔ وہ ان کو درست کرتے جاتے۔ مگر ان علماء نے اپنی انا

سلام

بھٹورہ علی اللہ علیہ وسلم

مُصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے سرسرداں خم رہیں
دُور و نزدیک کے سنتے والے وہ کان
جس کے ماتھے شفاعت کا سہارا
جس کے سجدے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم اُٹھ گیا
بتلی بتلی گلِ قدس کی پتہ سیال
وہ دہنِ جگرِ مہربانِ دہیِ بر خدا
جس سے کھاری کنویںِ تیرہ جابنہ
وہ زباں جگو سب کُن کی کبھی کہیں
جس کی تسکین سے روتے ہو نہیں پر
ہاتھ جس سمت اٹھا عستی کر دیا
جگو بار دو عالم کی پروا نہیں

مجھ سے خدمت کے قدری کہیں ہاں رضا
مُصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

● (اعلیٰ حضرت مجددِ امام احمد رضا)

ایک قرآن

ایک ترجمہ

(موضوع)

قرآن کے صحیح غلط اردو ترجموں کی پیمائش

جلد دوم

حصہ سوئس وھیپارم

قَاتِن

کے صحیح

اور غلط

اُردو

ترجموں

کی پہچان

حصہ سوئم (تبلیغی درس نمائش)

جلد دوم

الْقُرْآن

اَفَمِنْ شَرِّح

اللّٰهُ صَدْرُكَ

لِلْاِسْلَامِ

فَهُوَ عَلٰى

نُورٍ مِّنْ

رَبِّكَ ط

(سورہ زمر-22)

ترجمہ :-
 وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کیسے کھول دیا۔
 تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

(نور الدین عقیدت بھنور مسل علیہ السلام)

کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

اعلیٰ حضرت محمد امام احمد رضا

* وہ کمال حسن حضور ہے، کہ گمان نقص جہاں نہیں
بھی بھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

* میں شائیر سے کلام پر، بل یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو، وہ بیان چسکا یا نہیں

* بخدا خدا کا ہی ہے در، نہیں اور کوئی معسر مقر
خود ہاں سے ہو یہیں آگے ہو، جو یہاں نہیں تو دہاں نہیں

* وہ لامکاں کے مکیں ہوئے، سرعش تخت نشیں ہوئے
وہ بنی ہیں جسکے ہیں یہ مکاں، وہ خدا ہے جسکا مکاں نہیں

* کروں تیرے ناک پہ جہاں فدا، نہ بس ایک دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

* کروں مدح اہل دول رفا۔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا۔ میرا دین پارہ ناں نہیں۔

علیہ السلام

ارشادات

رعنی اللہ تعالیٰ عنہ

دار: کتاب "فتح الربانی" (حضرت غوث اعظم)

نذیب کے بارے میں یہ جانتے ہیں
کو ترک کر اور ایسے کلام میں لگو جو نہیں
دنیا اور آخرت میں نفع دے
(صفحہ 25)

جس کے ساتھ تم محبت کرو گے اُس
کے اور تمہارے درمیان قرابت ہو جائے
گی۔ تو نگاہ رکھو کس شخص سے محبت
رکھتے ہو

ایسے کی تلاش کرو تیرا رہبر ہے۔
تو یہ خبر ہے۔ باخبر کی جستجو کر۔
جب ملے تو اس کو پیٹ جا۔ اُمکی
رائے اور فرمان کو قبول کر

محبت کی شرط یہ ہے کہ محبوب
کے ارادے کے ساتھ تمہارا ارادہ
نہ رہے۔

اپنی اولاد کو صنعت سکھاؤ اور
خود اللہ کی عبادت کیلئے فارغ
ہو جاؤ۔

دل و غظوں سے غیر حاضر رہ کر اندھا
ہو جاتا ہے۔
(صفحہ 137)

(صفحہ 132)

خطیب حضرات اور والدین سے گزارش

(1)

کتاب "ایک قرآن ایک ترجمہ" دو جلدوں اور چار حصوں (ہر جلد میں دو حصے) پر مشتمل ہے۔ اور ہر حصہ میں تیس تیس تبلیغی درس ہیں۔ کل 120 درس ہیں۔ اپنے گھر میں یا محلہ کی مسجد میں روزانہ ایک درس پڑھا جائے تو چار ماہ میں یہ کتاب ختم ہو سکتی ہے۔

(2)

یہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ کہ چاند کی پہلی تاریخ کو تبلیغی درس مکمل کر لیں، دوسری تاریخ کو تبلیغی درس مکمل کر لیں اور اسی طرح باقی درس پڑھ جائیں۔ یعنی اگر چاند 29 کا ہو تو 29 کے بعد پہلی تاریخ کو تبلیغی درس مکمل کر لیں اور دوسری دو درس (پڑھائے جائیں تاکہ تاریخوں کی کمی بیشی کا حساب برابر ہو جائے) مقصد یہ ہے کہ چاند کی جو بھی تاریخ آئے تبلیغی درس کا وہی نمبر ہو۔ اس طرح سننے اور سنانے والوں کو احساس رہے گا۔ کہ آج چاند کی کوئی تاریخ ہے۔ اور سنا لے جانے والے درس کا نمبر کیا ہے۔

تبلیغی درس (دفعہ سوم)

(5)

ایک بہت بڑا سوال

قرآن مجید کا غلط اردو ترجمہ کرنے والے علماء کی توجہ جب قرآنی آیات کے ان کے بیان کردہ غلط معنوں کی طرف مبذول کر دائی جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں ہماری کتاب کے فلاں صفحہ پر یہ دیکھو ہمارے تو یہ نظریات ہی نہیں ہیں۔ کبھی وہ کہتے ہیں فلاں قرآن مجید کی تفسیر و حاشیہ میں فلاں مقام پر دیکھو ہمارے تو نظریات ایسے نہیں ہیں۔

میں ان سے پوچھتا ہوں کہ پہلے وہ یہ بتائیں کہ قرآن مجید کے ترجمہ میں غلطیاں ہیں یا کہ نہیں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ قرآن مجید کا ترجمہ تو غلط ہو۔ اور اس غلطی کا ازالہ کیسے دوسری کتابوں کے حوالے دینا شروع کر دیئے جائیں۔

چونکہ بات قرآن مجید کے اردو ترجموں کی ہو رہی ہے۔ لہذا موضوع یہی رہنا چاہئے۔ دوسری کتابوں کا موضوع الگ ہے۔ اس کیلئے الگ بات ہوتی چاہئے۔ پہلے ہم نے یہ فیصلہ کر لیتا چاہئے۔ کہ قرآن مجید کے اردو ترجموں میں سب سے زیادہ مستند، صحیح اور غلطیوں و خامیوں سے پاک "اردو ترجمہ کونسا ہے"

اس کتاب میں آگے چل کر یہ بیان ہو گا کہ فرقہ کیسے بنتے ہیں اس کتاب میں آگے تعاقب ترجمہ میں اپنے مقام پر یہ بات سامنے

آئے گی۔ کہ قرآنی آیات کے مفہوم جب ہمارے علم نے اپنی طرف سے ہی تبدیل کر دیئے۔ اور ایسے مفہوم ایجاد کر لیے کہ گذشتہ بارہ سو سال کی تاریخ میں وہ مفہوم نہ آئے کرام اور مفسرین نے بیان کئے تھے اور نہ تفسیر و ادب و لغت کی کتابوں میں ان کے وہ معنی لئے گئے تھے۔

جب سے قرآنی آیات کے مفہوم کو تبدیل کر دیا گیا۔ اُسی وقت سے اُمت مسلمہ فرقوں اور گروہوں کا شکار ہو گئی۔ وگرنہ اس سے قبل اس قدر فرقے و گروہ نہ تھے۔

اسلامی ساتھیو! اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ گذشتہ بارہ سو سال سے آیات کے جو مفہوم لئے جا رہے تھے۔ ان میں تبدیلی کس نے کی (یہ تفصیل آگے تقابلی تراجم کے دوران آئے گی۔

سورہ اعراف

آیت

==

سورہ انفال

آیت

==

تبلیغی درس

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ
فَأَمَّا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ الْأُمِّيَّ

سورہ اعراف آیت 157-158

ترجمہ از :-

(1)	وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں۔ رسول کی عربی ہے۔ ان پڑھا۔ پس ایمان لاؤ اللہ کے رسول کے جو عربی ہے۔ ان پڑھا۔	شاہ رفیع الدین محمد دہلوی
(2)	جو لوگ کہ ایسے رسول بنی امی کا اتباع کرتے ہیں۔ سو ایسے اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے (ایسے) بنی امی پر بھی۔	مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)
(3)	جو اس پیغمبر بنی امی کی پیروی اختیار کریں۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے بنی امی پر۔	مولانا مودودی (جماعت اسلامی)
(4)	یہ لوگ وہ ہیں۔ جو اس پیغمبر ان پڑھ بنی امی حضرت محمد کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اس کے پیغمبر ان پڑھ بنی امی پر ایمان لاؤ۔	نواب وحید الزماں حیدر آبادی (المجربیت)

5	وہ جو غلامی کریں گے اس رسول ہے پڑھ غیب کی خبر دینے والے کے۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول کے پڑھ غیب بتانے والے پر۔	المجربیت محمد امجد احمد رضا (بریلوی)
---	--	---

تقابل تراجم

(1)

اگر ان دو آیتوں کا صحیح ترجمہ کر دیا جاتا تو آج مسلمانوں کو
یہ دن نہ دیکھنا پڑتا

کہ چاروں طرف سے قادیانی، امریکی اور روسی نواز "دانشوروں
کے حلقے" اور نام نہاد تنظیمیں کھلے بندوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "ان پڑھ"
اور تعلیم سے "نا بلد" کہہ کر لفظ "امی" کا مفہوم بیان کر رہے ہیں۔
اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے مذکورہ افراد نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور اسلام کے خلاف منظم جہم شروع کر رکھی ہے۔
پہلے ان دو آیتوں کے

دو حصوں کے اردو ترجموں کا تعابلی جائزہ لے لیا جائے۔
تقابل جائزہ | قرآن مجید میں "امی" کا لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے صرف دو مقام پر آیا ہے۔ پہلا مقام سورہ
اعراف کی آیت 157 ہے۔ اور دوسرا مقام سورہ اعراف کی آیت 158

ع۔ خواتین کی تنظیم "دومن ایکشن فورم" کی مجسدا پر ایک وکیل عاصم جیلانی نے 17/5/17
کی شام اسلام آباد ہوش میں منعقدہ سیمینار میں شریعت بل کے خلاف تقریر کرتے ہوئے لفظ "امی"
کی تشریح کرتے ہوئے تعلیم سے "نا بلد" اور "ان پڑھ" کے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے استعمال کئے۔ یہ معاملہ جماعت اسلامی کی ممبر قومی اسمبلی اخترہ شاز خانہ نے تحریک کی شکل
میں قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ سپیکر حلد ناصر چوہدری نے رد گفت دی پھر رد گفت کی تردید کر دی گئی۔

ہے۔ قرآن مجید میں صرف ان دو معانی پر لفظ "اقتی" کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھلے بولا گیا ہے۔ لیکن یہ ایک لفظ "اقتی" نہیں بلکہ پورا لفظ آیت 157 میں "الرَّسُولُ الْبَشَرِ الْأَمِّيُّ" اور آیت 158 میں "رَسُولُ اللَّهِ الْبَشَرِ الْأَمِّيُّ" ہے۔

اب قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ "اقتی" نہیں ہے بلکہ دونوں آیتوں میں پورا لفظ "الرَّسُولُ الْبَشَرِ الْأَمِّيُّ" استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی و مفہوم یہ ہیں۔

_____ "رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے"

_____ "رسول بے پڑھے غیب تپانے والے"

لہذا صاف ظاہر ہو گیا کہ لفظ "اقتی" کا مفہوم قرآن نے یہ بیان کیا

(بقیہ حاشیہ) دوسرا ایکشن فورم کی عاصم جہانگیر کی حیات میں پروفیسر وارث میر نے روزنامہ جنگ 14/8/86 میں مولانا مودودی کے خلاف (کرامس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پڑھے کہا اور مودودی کے دیگر حوالوں کو منظر عام پر لانے کا عزم ظاہر کیا۔ یہ انداز یہ ہے کہ پروفیسر صاحب مولانا مودودی کی ان تحریروں کو منظر عام پر لانا چاہتے تھے جس کے تحت مودودی صاحب گستاخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب ہوئے۔) اپنے مصنفوں کی پہلی قسط شائع کی۔ لیکن ااق قسط شائع کرنے پائے تھے۔ کہ محترمہ شرافت زہرا کا مصنف "شہناز رسالت امہ اُس کے تعاضے" شائع ہو گیا۔ اس مصنف کے جواب میں اُس سے اگلے ہی دن (19/8/86) پروفیسر وارث میر کا مصنف "اقتی کا مفہوم کیا ہے" شائع ہو گیا۔ اس کے بعد خیر شاہ ہرئی کہ دوسرا ایکشن فورم تنظیم کی خاتون وکیل عاصم جہانگیر قادیانی ہیں۔ پھر عاصم جیلان نے خود تسلیم کیا کہ اُس کے شوہر قادیانی ہیں۔ اب کیا تھا۔ دونوں فریقوں کی حالت غیر ہو گئی۔ حجت

ہے کہ ایسا رسول جو بغیر پڑھے غیب کی خبریں دیتا ہے۔ اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور علم کا اندازہ لگائیں۔ اللہ اکبر کیا اب بھی یہ تصور ذہن میں آ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم سے "ناابلہ" اور "ان پڑھے" تھے۔ نحوذی اللہ۔

(بقیہ حاشیہ) اسلامی کی لابی کے سامنے پروفیسر وارث میر کے مفادین کا بقایا قسطیں تھیں۔

جو کہ شائع ہونا باقی تھیں جس میں مولانا مودودی کے غلط عقائد اور قابل اعتراض تحریروں کو منظر عام پر آنا تھا۔ اور عاصم جہانگیر (مستند قادیانی) کی حاشیہ لابی کی حالت یوں غیر مرگ کہ ان کے مفادین کے جواب میں حجت ہمدانی والے اس بات کو اچھا نہیں گے کہ عاصم جہانگیر قادیانی عورت ہے۔ لہذا دونوں فریقوں نے شعوری طور پر بلا شعوری طور پر اس موضوع بحث سے ہاتھ کھینچ لیا۔

اور ایک دوسرے کی کمزوریوں سے ڈر کر خود ہی معاملہ رفع دفع کر لیا۔ اب یہ بات پروفیسر وارث میر یا روزنامہ جنگ سے کوئی بوجھ کر یا تو پروفیسر وارث میر صاحب کی پہلی قسط بھٹ شائع نہیں کرنی چاہئے تھی اور اگر (بے شک غلطی سے یہ ہیں) مصنفوں کی پہلی قسط بھٹ 4 اکتوبر کو شائع ہو گئی تھی تو پھر ااق قسطیں بھی شائع کر دی جاتیں۔ میں نے بھی اس بحث میں حصہ لیتے ہوئے اپنا مصنف بھٹ 4 کو روزنامہ جنگ لاہور بھیجا لیکن شہناز ادب پر بیان کردہ صورت حال کے سبب میری تحریر بھی شائع نہیں کی گئی۔ میں تو یہی کہوں گا کہ۔

"اگر یہ صحیح ہے کہ دوسرا ایکشن فورم کی عید پر عاصم جہانگیر ایڈیٹر کی قادیانی ہیں۔ تو یہ انتہائی باہت شرع بات ہے۔ لفظ "اقتی" کی

تشریح مطلوب ہے۔ تو یہ کام مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ اور خاص کر تنازعہ اور اختلاف کے موقع پر ایک قادیانی عورت کی تشبیہ کی حیات ہیں دن رات ایک کر دینا۔ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اس طرح پاکستان کے مسلمانوں میں ہمارے دانشوروں اور صحافیوں کے متعلق اچھا تاثر پیدا نہیں ہوتا ہے۔

لفظ الامیون اور الامیتین

قرآن مجید میں لفظ "الامیون" صرف ایک مرتبہ سورہ بقرہ آیت

نمبر 87 میں آیا ہے۔ لیکن یہ لفظ ان پڑھ کتابوں کیلئے بولا گیا ہے جو کہ کتاب (توریت) نہیں پڑھ سکتے تھے (ان پڑھ تھے) علاوہ ازیں "الامیتین" قرآن مجید میں تین مقامات پر آیا ہے۔ اور تینوں مقامات پر اس کے معنی "غیر کتابی" کے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہودی توریت کی وجہ سے "اہل کتاب" تھے۔ یعنی "کتابی" لوگ تھے۔

اور جن لوگوں میں الہامی

کتاب نہیں اتری تھی وہ غیر کتابی یعنی "الامیتین" تھے۔ ظاہر ہے کہ اس دور میں "غیر کتابیوں" میں بہت سے افراد پڑھ لکھ بھی تھے۔ کتابیں پڑھ سکتے تھے۔ اور قلم سے لکھنا جانتے تھے۔ چرکہ وہ غیر کتابی تھے۔ لہذا انہیں "الامیتین" ہی کہا گیا۔ اور "کتابی" لوگوں میں بنے شگ جو ان پڑھ اور لکھنے لکھانے سے بے بہرہ تھے۔ لیکن وہ "الامیتین" نہیں کہلاتے تھے۔ لہذا لفظ "الامیتین" کے معنی "ان پڑھ" یعنی غیر کتابی، لوگ ہیں۔

تبلیغی درس 4

وَبِمَكْرَمَتِكَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْبَاكِرِينَ

سورہ الانفال 3

مولانا محمد الحسن
(دوبندی)

اور وہ بھی داؤ کرتے ہیں۔ اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا۔
اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔

(1)

شاہ عبدالقادر

اور وہ بھی فریب کرنے تھے اور بھی فریب کرتا تھا۔
اور اللہ کا فریب سب سے بہتر ہے۔

(2)

ڈپٹی نذیر احمد
(پنجری)

کافر اپنا داؤ کر رہے تھے اور اللہ اپنا داؤ کر رہا تھا۔
اور اللہ تعالیٰ سب داؤ کرنے والوں سے بہتر داؤ کر رہا ہے۔

(3)

نواب وحید الزماں
(اہل حدیث)

وہ اپنا داؤ کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنا داؤ کر رہا تھا۔ اور
اللہ تعالیٰ سب داؤ کرنے والوں سے بہتر داؤ کر رہا ہے۔

(4)

امامی حضرت مجتہد امام
احمد رضا (بریلوی)

اور وہ اپنا ساکر کرتے تھے۔ اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا۔
اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

5

تقابل تراجم

(1)

مسلمان سمجھو!

اس کتاب میں اس سے قبل بیان ہو چکا ہے کہ عربی لفظ "مکر" کے عربی لغت و ادب میں دو معنی ہیں۔

اول "خفیہ تدبیر کرنا" اور

دوم "دور فریب کرنا"۔

اب اگر یہ لفظ خدا تعالیٰ کیلئے آئے گا۔ تو ظاہر ہے کہ اس کے معنی "خفیہ تدبیر کرنا" ہی لئے جایں گے۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ علامہ حضرت مجدد امام احمد رضا کے سوا اور یہ تحریر کئے گئے تمام مترجمین آیت کے حقیقی مفہوم کو بیان کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ حالانکہ قابلِ محرف ترجمہ کرنے والے گروہ کے علماء میں سے اشرف علی تھانوی (دینوری) نے لفظ "مکر" کا ترجمہ تدبیر کرنا کیا ہے۔ اس آیت کا وہ ترجمہ کرتے ہیں۔

"اور وہ تو اپنی تدبیر کر رہے تھے۔ اور اللہ میاں اپنی تدبیر کر رہے تھے۔ اور سب سے مستحکم تدبیر کرنے والا اللہ ہے۔"

(2)

مولانا مفتی محمد حسین قادری شیخ الحدیث دارالعلوم سکھر

اس آیت کا مقابل تراجم یوں بیان کرتے ہیں۔

"اور وہ ترجمہ میں جو الفاظ استعمال ہوئے وہ شانِ الوہیت کے کسی طرح لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف مکر فریب۔ بنگالی کی نسبت

اسکی شان میں حرف گیری کے مترادف ہے۔ یہ بنیادی غلطی صرف اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال مقدسہ کو اپنے افعال پر قیاس کیا ہے۔ اسی وجہ سے مترجمین کے ہنسی۔ مذاق ٹھٹھا، مکر، فریب، علم سے بے خبر، بد سگالی کو اس کی صفت ٹھہرایا ہے۔"

مگر علامہ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی) نے صحیح لغوی مفہوم کو ترجمہ میں شامل کر کے سارے شکوک و شبہات دور کر دیئے ہیں۔ وہ ترجمہ کرتے ہیں۔

"وہ اپنا سا مکر کرتے تھے۔ اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا۔ اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔"

(3)

"اللہ تعالیٰ کیلئے تمام بازاری الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ

ان بازاری صفات سے پاک ہے۔ اور یہ تو کینے انسانوں کی صفت ہے۔ اور یہاں بھی یہ صفت منافق اور کافر کی بیان کی گئی ہے۔ کیا مکر کرنے والے کو دھوکہ باز اور فریب بنانے والے کو فریبی نہیں کہتے ہیں۔ اور یقیناً

کہتے ہیں۔ تو کیا ایسے الفاظ کا استعمال ذاتِ باری تعالیٰ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی نہیں ہے؟

وَعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ۚ

۱۔ کتاب "قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشان دہی" صفحہ ۵

۲۔ مواز ترم قرآن از مولانا حاجی ذاب الدین گولڑوی (صفحہ ۹)

نصاب کردہ مکتبہ فوشیہ ملنگ روڈ۔ چکوال۔

تبلیغی درس 5

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ

سورہ انفال آیت 64-65
ترجمہ از

1	اے نبیؐ	شاہ رفیع الدین محدث دہلوی
2	اے نبیؐ	مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)
3	اے پیغمبرؐ	نواب وحید الزماں حیدر آبادی (الہمدیشہ)
4	اے نبیؐ	عبدالمجید راجہ آبادی (دیوبندی)
5	اے پیغمبرؐ	ڈپٹی کمشنر (پنجاب)

6	اے غیب کی خبریں سناتے والے (نبی)	اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی)
---	----------------------------------	---

تقابل تراجم

(1)

”نبی“ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اس کے کوئی نہ

کوئی معنی تو ہیں۔ لیکن کسی عالم دین نے اس کے معنی بیان کرنے کی طرف توجہ نہیں دی۔ حالانکہ اگر اس لفظ کے حقیقی معنی بیان کر دیئے جاتے تو بہت سے شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت عرب کی کتب ادب و تفسیر کے مطابق ترجمہ کرتے ہوئے اس لفظ کا معنی بیان کرتے ہیں۔
”اے غیب کی خبریں سننے والے (نبی)“

(2)

مولانا قاری رفیع المصطفیٰ خطیب بنومین مسجد کراچی اور مولانا مفتی محمد حسین قادری۔ سکر۔

اس آیت کا یوں تقابلی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

”قرآن کریم میں لفظ ”رسول“ اور ”نبی“ متعدد مقامات پر آیا ہے۔ مترجم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا ترجمہ کرے۔ رسول کا ترجمہ پیغمبر تو ظاہر ہے مگر نبی کا ترجمہ پیغمبر نامکمل ہے۔ اعلیٰ حضرت نے لفظ نبی کا ترجمہ اس اسلوب سے کیا ہے کہ لفظ کی معنویت اور حقیقت آشکار ہو کر سامنے آگئی ہے۔ مگر افسوس کہ بعض لوگوں کو اس ترجمہ سے بہت صدمہ ہوا ہے کہ ان کی تنگ نظری اور بد عقیدگی کا جواب ترجمہ اعلیٰ حضرت سے ظاہر ہو گیا ہے۔

مفردات امام رافعی میں ہے کہ

”بنوت اللہ ثقائے اور اُس کے ذوی العقول بندوں کے درمیان سفارت کو کہتے ہیں۔ تاکہ ان کی تمام آخرت اور دنیا کی معاشی بیماریوں

کو دور کیا جئے۔ اور ————— بنی "خبر دیا ہوا" —
ہوتا ہے۔ ایسی باتوں کا جن پر صرف عقل سلیم اطمینان کرتی ہے۔
اور یہ لفظ اسم فاعل بھی صحیح ہے۔ اس لیے کہ نباء کا حکم
آیا ہے۔ "ا"۔

ع۔ قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی، صفحہ 12
شائع کردہ مکتبہ نوریہ رضویہ دکنوریہ مارکیٹ سکھر۔

نوٹ

اسلامی سمجھوتہ ————— ابن تیمیہ، محمد بن عبدالوہاب اور شاہ اسماعیل
دہلوی کے دہائیہ نظریات رکھنے والے فیصل آباد کے ایک بدعقیدہ شخص نے نیا
چاند چڑھا دیا ہے۔ اس نے دہائی دیر بند خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک
پمفلٹ شائع کیا ہے۔ جس میں اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ بنی کے معنی —
"غیب کی خبریں دینے والے" کے نہیں ہیں۔

حضرت علامہ احمد سعید کانپلی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے
کچھ دن پہلے اس کا مدلل جواب دے کر حق ادا کر دیا ہے۔ تفصیل اس
کتاب کے صفحہ 438 پر ملاحظہ کریں۔



سورۃ توبہ

سورۃ یونس

آیت 67

آیت 21

تبلیغی درس نمبر ۱ (حصہ سوم)

سورہ توبہ آیت 67	ترجمہ از	نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ
شاہ رفیع الدین محدث دہلی	(1)	بھول گئے خدا کو پس بھول گیا ان کو اللہ
شاہ عبد القادر	(2)	وہ اللہ کو بھول گئے۔ اللہ ان کو بھول گیا۔
مولانا محمود الحسن (دہلوی)	(3)	بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو
اعلیٰ حضرت مجدد الام احمد رضا (بریلوی)	4	وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا

تقابل تراجم

(1)

مولانا قاری رضا المصطفیٰ خطیب نیو مین مسجد کراچی ترجموں کا جائزہ
یوں لیتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ کیلئے بھلا دینا۔ بھول جانے کے لفظ کا استعمال بچے
مفہوم اور معنی کے اعتبار سے کسی طرح درست نہیں ہے۔ کیونکہ بھول
سے علم کی نفی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ عالم الغیب والشہادہ ہے

مترجمین کرام نے اس آیت کا لفظی ترجمہ کیا ہے۔ جس کا غلط نتیجہ پڑھنے
والے پر ظاہر ہے۔ اعلیٰ حضرت نے تفسیری ترجمہ فرمایا ہے۔ فراتے ہیں۔
”وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا“

(2)

مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان تقابل تراجم کرتے ہیں۔
”نَسُوا“ کے معنی بالارادہ اور بے ارادہ بھول جانے کے بھی ہیں۔
اور نظر انداز کر دینے اور چھوڑ دینے کے بھی۔ مترجم کا فرض ہے۔
وہ ترجمہ کرتے ہوئے خدا کی شان اور عظمت کو ضرور پیش نظر رکھے
محمود الحسن صاحب نے ”بھول جاتے“ کے الفاظ خدا سے منسوب کیئے
ہیں۔ جن سے یہ احتمال ہو سکتا ہے۔ کہ معاذ اللہ خدا کو بھی نسیان
(بھول جانے کا مرض) لاحق ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس اعلیٰ حضرت
بریلوی کا ترجمہ زیادہ واضح ہے۔ انہوں نے لغت سے ایسا مفہوم لیا
ہے۔ جو شانِ خداوندی کے خلاف نہیں۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ
فرمائیے!

”وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے۔ تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا“

(3)

(ن) ”نَسُوا“ کے معنی

”نظر انداز کر دینے اور چھوڑ دینے“

کے بھی ہیں۔ اور ”بالارادہ اور بے ارادہ بھول جانے“ کے بھی ہیں۔ جب یہ لفظ خدا تعالیٰ کیلئے بولا جائے گا۔ تو معمولی ذہن رکھنے والا بھی یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس کے معنی ”چھوڑ دینے“ کے ہی لئے جائیں گے۔
(۱۱)

یہی بات کہ منافقین کیلئے اس لفظ کے معنی ”بھول جانے“ کے کیوں نہ لئے — منافقین کیلئے ”بھول جانے“ کے معنی لینا بھی خلاف واقعہ ہے۔ کیا وہ بالارادہ یا بے ارادہ خدا کو بھول گئے تھے ہرگز نہیں — انکی یادداشت ختم نہیں ہو گئی تھی۔ انکی یادداشت میں اللہ تعالیٰ کا وجود تو تھا۔ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا منافق وہی لوگ تھے۔ کہ پہلے ایمان لے آئے پھر ان کی بد سچائی انہوں نے صراطِ مستقیم کو چھوڑ دیا۔ ظاہر اسے آپ کو مسلمان کہتے تھے لیکن اندر سے منافق تھے۔ دراصل انہوں نے خدا کو چھوڑ دیا تھا۔ انہیں نسیان (بھول جانے) کا مرض لاحق نہیں ہوا تھا۔ بلکہ انہوں نے منافقت کے تحت دراصل خدا کو چھوڑ دیا تھا۔ اب ہم اعلیٰ حضرت مجددِ امام احمد رضا (دہلوی) کے ترجمہ کو پڑھیں تو مزہ ہی آجاتا ہے۔ یہ ترجمہ کتنا خوبصورت دل نشیں، جامع اور خطی ہے۔ اعلیٰ حضرت ترجمہ کرتے ہیں۔
”وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا“

علی در بھول جانا، بھلا دینا وغیرہ صفات بشری ہیں۔ خداوند کریم نہ بھولتا ہے اور نہ بھلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان غلط ترجمہ کرنے والوں کا رد ان الفاظ میں فرماتا ہے۔ ”وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا“ (ترجمہ)۔ تمہارا رب نہ بھولتا ہے۔ اور نہ بھلاتا ہے۔

سورہ یونس آیت ۲۱	قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ط	ترجمہ از
شاہ رفیع الدین محدث دہلوی	۱ کہہ کر اللہ بہت جلد کرنے والا ہے۔ کر	
زواب حیدرآزاں (المحدث)	۲ (۱) پیغمبر کہہ دے اللہ کا چال بہت تیز ہے۔	
مولانا محمد الحسن (دہلوی)	۳ کہہ دے اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے۔ جیسے	
مولانا مودودی (مجتہد اسلامی)	۴ ان سے کہو ”اللہ اپنی چال میں تم سے زیادہ تیز ہے۔“	
مولانا عبدالحق صاحب اکابر	۵ اللہ چالوں میں ان سے بھی بڑھا ہوا ہے۔	
اعلیٰ حضرت مجددِ امام احمد رضا (دہلوی)	۶ تم فرادو ”اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے۔“	

تقابل تراجم

(۱)

مولانا مفتی محمد حسین قادری شیخ الحدیث دارالعلوم غوثیہ کھڑ
آیت کے اس حصہ پر اظہار خیال کرتے ہیں

”ان آیات کے ترجمہ میں اللہ تعالیٰ کیسے مکر کرنے والا۔ چال چلنے والا۔ حیلہ کرنے والا۔ کہا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کلمات کسی اللہ کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے لفظی ترجمہ فرمایا ہے۔ پھر بھی کس قدر پاکیزہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ ”تم فرمادو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے۔“

(2)

مولانا اثر علی تھانوی ترجمہ کرتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا۔“
کفار کے مکر کا جواب نہیں بدلے گا۔ اس کے مطابق یہ ترجمہ بھی درست ہے۔
اعلیٰ حضرت کا ترجمہ لفظی اور لغوی ہے۔ اور تفسیری بھی ہے۔ مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان نے اس آیت کے تعابیل تراجم میں بجا کہا ہے۔
”اعلیٰ حضرت بریلوی نے صحیح لغوی معنوم بیان کیا ہے۔ اور معترض ذہنوں کے اشکالات رفع کر دیئے ہیں۔“
دعویٰ لفظ ”مکر“ کے لغوی معنی خفیہ تدبیر کرنا بھی ہے۔ جبکہ یہ اردو میں بھی ہے۔ اور اردو لفظ ”مکر“ کے معنی فریب کرنا ہیں۔

۱۔ کتاب ”قرآن شریف کے غلط ترجموں کا نشانہ“ صفحہ 15
۲۔ کتاب محاسن کنز الایمان صفحہ 37

سورۃ یوسف

صفحہ

- 156
- 159
- 161
- 164
- 166
- 170
- 174

- آیت 6
- آیت 8
- آیت 24
- آیت 76
- آیت 95
- آیت 110

تبلیغی درس ۵ (حصہ سوئم)

وَعَلَيْكُمْ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ط

سورہ یوسف آیت ۶	ترجمہ از
(۱) اور سکھا دے گا تجھ کو تعبیر بتاتی باتوں کی۔	شاہ رفیع الدین عشت دہلوی
(۲) اور تم کو علم دقیقہ بھی دیگا مثلاً تمکو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا	مولانا اشرف علی تھانوی (دہلوی)
(۳) اور تجھے باتوں کی تہہ تک پہنچا سکھائے گا۔	ابوالاعلیٰ مودودی (مجتہد اسلامی)
(۴) اور خوابوں کی تعبیر تجھ کو سکھائے گا۔	نواب وحید الزماں حیدر آبادی (دہلوی)

۵	اور تجھے باتوں کا انجام نکال سکھائے گا۔	علی حضرت مجدد المم احمد رضا (دہلوی)
---	---	-------------------------------------

تقابل تراجم

(۱)

عربی لفظ "تأویل" کے معنی "انجام نکالنا" ہے لغت و ادب میں یہ معنی قابل توجہ ہے۔ اسی طرح "لأحادیث" کا معنی "باتیں" ہیں۔ اب دونوں الفاظ کے معنی یہ ہوئے "باتوں کا انجام نکالنا"۔

تبلیغی درس ۵ (حصہ سوئم)

بعض مترجمین نے "لأحادیث" کا ترجمہ "خوابوں" کر دیا۔ اور اسی طرح "تأویل" کا لغوی اور حقیقی ترجمہ "انجام نکالنا" ہے۔ لیکن کوئی مترجم اس جانب توجہ نہ کر سکا۔ البتہ شاہ رفیع الدین علیہ الرحمہ نے جو ترجمہ کیا ہے وہ اصل مفہوم کے قریب تر ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے لفظی ترجمہ بھی کر دیا۔ اور ترجمہ میں جو جامعیت اور حسن پیدا ہوا ہے اس کا تو جواب ہی نہیں ہے

(2)

پر دھیر ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں۔

"اس کا عام مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اللہ تجھے خوابوں کی تعبیر سکھا دے گا۔ اب لفظی ترجمہ کرنے والوں نے "تأویل الأحادیث" کا معنی اس انداز سے کیا کہ بات ذہن میں نہیں بیٹھتی۔ (اثر) با محاورہ ترجمہ کرنے والوں نے اسے خوابوں کی تعبیر کے حوالے سے بیان کر دیا۔ لہذا "تأویل" کا اصلی معنی ذہن نشین نہ ہو سکا،

"(اعلیٰ حضرت) نے "لأحادیث" کا ترجمہ باتوں "کیا کہ حدیث بات کو کہا جاتا ہے۔ اور "تأویل" کا معنی کیا "انجام نکالنا"۔ واللہ تراجم قرآن کی تاریخ میں مجھے یہ ترجمہ کسی جگہ نظر نہیں آیا۔ اور تاویل کے اس معنی کو متعین کرنے کیسے کہ آیا یہ فی الواقع تمام قواعد و ضوابط کے اعتبار سے درست ہے۔ یا نہیں میں نے جائزہ لیا تو لغت کی کتابیں بول اٹھیں۔ تاویل کا معنی کسی بات کی اہل غایت اور انجام کو نکالنا۔

علماء تفسیر اور علماء لغت و ادب | علامہ ڈاکٹر طاہر القادری آگے فرماتے ہیں۔

”علماء تفسیر اور علماء لغت و ادب نے تاویل کا یہی معنی متعین کیا۔ اور جب تاویل کے اس کے معنی کو سمجھ کر کھنڈہ الا بیان پر نظر دوڑائیں۔ تو اعلیٰ حضرت کا ترجمہ یوں بول اٹھا۔

”اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا“

”یہ ترجمہ لفظی ہے اور با محاورہ بھی۔ — یا محاورہ اس لیے کہ لغوی ترجمہ کا جھول اس ترجمہ میں دکھائی نہیں دیتا۔ آپ ذرا غور کریں تو نہ عبارت میں روانی ٹوٹی ہے۔ نہ تسلسل میں سقم آیا ہے۔ اور نہ عبارت میں مضمون کا نظم اور ضبط ٹوٹا ہے“۔

ع۔ تقریر بعنوان مدکنز الا بیان اور اسکی فنی حیثیت ۱۱ مورخہ ۱۳۹۲ ۲۳ بقام سبیلوال مدینہ مسجد نبوی آبادی۔

تبلیغی درس ۲ (حصہ سوئم)

سورہ یوسف آیت 8	ترجمہ انہ	ان اَبَانَا لَفَنِي ضَلِيلٌ مَبِينٌ ⑤
شاہ رفیع الدین عرش دہلوی	(۱) تحقیق باپ ہمارا البتہ بیچ غلطی ظاہر کئے ہے۔	
مولانا اشرف علی تھانوی (دہلوی)	(۲) واقعی ہمارا باپ اس مقدمہ میں کھٹی غلطی میں ہیں۔	
ابراہیم علی مودودی (مجتہد اسلامی)	(۳) کچھ بات یہ ہے کہ ہمارا با جان بالکل ہی بہک گئے ہیں۔	
حیدر انزال مسعود آبادی (المحدث)	(۴) بے شک ہمارا باپ غور کھٹی غلطی کر رہا ہے۔	
مجدد امام احمد رضا	5 بے شک ہمارے باپ ملاحظہ انکی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں	

تقابل تراجم

(۱)

اد پر دیئے گئے اردو ترجموں میں اعلیٰ حضرت کے سوا ہر ترجمہ آیت کا حقیقی مقوم بیان کرنے میں اسلئے ناکام رہا ہے کہ ”وہ ضلّیل“ کے حقیقی معنی اتک رسائی حاصل کرنے سے قاصر رہے۔ عربی زبان کا لفظ

در مثل، کے معنی گمراہ ہونا، اور بہکنا بھی ہے۔ اور اس کے معنی محبت میں خود رفتہ ہونا، محو ہونا یا ڈوبا ہوا ہونا بھی ہے۔

تقابل تراجم میں یہ بات بیان ہے۔ کہ قرآن و سنت نے انبیاء کا جو مقام و مرتبہ متعین کیا ہے۔ اُسکو تو کسی بھی وقت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لہذا اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو بھی جائے۔ کہ ترجمہ میں یہ بنیادی عقیدہ متاثر ہو رہا ہے۔ تو پھر مترجمین کا فرض یہ ہے۔ کہ وہ یہ سوچیں کہ انکی علمیت میں کمی ہے۔ ورنہ قرآن کی آیات کا مفہوم وہ نہیں ہے۔ جو کہ ان کے ذہن میں آیا ہے۔ لہذا مترجمین کا فرض ہے کہ وہ کتب تفاسیر اور لغت و ادب سے استفادہ حاصل کریں۔ مگر ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ اعلیٰ حضرت کے سوا کسی مترجم نے اس طرف توجہ نہیں دی۔

اس آیت کو ہی لے لیجئے۔ آخر یعقوب علیہ السلام کے تمام رُکوکوں کو علم تھا۔ کہ ہمارے باپ (یعقوب علیہ السلام) خدا کے نبی ہیں۔ اور نبی نہ غلط کر سکتا ہے۔ اور نہ بہک سکتا ہے۔ کم از کم ایک نبی کی اولاد کے ذہن میں تو یہ بات کبھی بھی نہیں آ سکتی ہے۔ کہ ایک نبی عمر کے کسی حصہ میں جا کر بہک جائے۔ یا غلطی کرنا شروع کر دے۔ نعوذ باللہ ہرگز نہیں۔ لہذا لفظ ”مُتَلٰی“ کے معنی ”بہک جانا“ نہیں ہوں گے بلکہ اس کے معنی ”محبت میں ڈوب جانا“ لیے جائیں گے۔ جو کہ لغت اور تفاسیر کے مطابق بھی ہیں۔ لہذا اعلیٰ حضرت نے جو ترجمہ کیا ہے۔ وہ قابل ترمیم ہے۔ وہ ترجمہ فرماتے ہیں۔ ”بے شک ہمارے باپ صراحتہً ”انکی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں“ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

سورہ یوسف 24	وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا جَ لَوْلَا اَنْ رَّا بْرُهَانَ رَبِّهٖ ط
ترجمہ از	
1	اور اللہ تحقیق قصد کیا اس عورت نے ساتھ یوسف کے اور قصد کیا یوسف نے ساتھ اُسکے اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھی دلیل رب اپنے کی
2	اور اُس عورت کے دل میں تو ان کا خیال (عزم کے درجہ میں) جم ہی رہا تھا۔ اور اُنکو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا۔ اگر رب کی دلیل کو انہوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جانا عجیب نہ تھا۔
3	اور ہوا یہ کہ نہ لیجائے یوسف کا قصد کیا اور یوسف نے نہ لیجکا کا۔ اگر وہ اپنے رب کی قدرت کی نشانی نہ دیکھتا۔
4	اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا۔ اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔
اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی)	

تقابل تراجم

(۱)

ادپر ترجموں میں مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) اور نواب وحید الزماں

راہِ ہدایت نے اس آیت کے مفہوم میں بیان کیا ہے کہ زلیخا تو تکمیلِ خواہش پر آمادہ ہو چکی تھی۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی آمادہ ہو گئے تھے۔ معاذ اللہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق وہ ترجمہ کرتے ہیں۔

”اور قصد کیا یوسف نے“
 ”اور یوسف نے زلیخا کا“ (قصد کیا)
 ”اور ان کو بھی اُس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا“ مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبند)
 کون نہیں جانتا کہ پیغمبرِ مہموم ہوتے ہیں۔ لہذا سوچ لینا چاہئے تھا۔ کہ اگر کوئی کمی ہے۔ تو وہ ہماری علمیت اور ترجمہ کرنے میں ہی ہے۔ لہذا آیت کا حقیقی مفہوم یہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت مجددِ ام احمد رضا (بریلوی) نے نجاتِ ادب کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ اور یوں غلط ترجمے جو عصمتِ انبیاء کے ختمی عقیدہ کی تائید و حفاظت کرنے میں ناکام رہے تھے۔ ان کے مقابلہ میں ایک مستند اور غلطیوں سے پاک ترجمہ امت مسلمہ کو نصیب ہوا۔
 ”اور بیشک عورت نے اُس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔ سبحان اللہ! کتنا صحیح اور جامع ترجمہ ہے۔“

(۲)

اس آیت کے اردو ترجموں پر تقابلی تراجم کیلئے مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان نے بھی قلم اٹھایا ہے۔ ان کے دلنشین تقابلی جائزہ کو جی چاہتا ہے کہ بار بار پڑھا جائے۔ انکی شیریں تحریر ملاحظہ ہو۔

وہ زیرِ نظر آیت کے تراجم پر غور کیجئے ایک تو تھانوی صاحب ترجمہ نہیں بلکہ اُسے ترجمانی بھی نہیں کہا جاسکتا۔ دوسرے تھانوی صاحب اور محمود الحسن صاحب کے تراجم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زلیخا تو تکمیلِ خواہش پر آمادہ ہی تھیں۔ معاذ اللہ یوسف علیہ السلام بھی آمادہ ہو گئے تھے حالانکہ یہ اجتماعی عقیدہ عصمتِ انبیاء کی صریح مخالفت ہے۔ ان حضرات نے ترجمہ کرتے ہوئے ”حکمتِ بیہوشی“ کے بعد آنے والے ”لو“ حرفِ شرط کو منقطع کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ متصل ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کے ترجمہ میں یہی خوبی ہے کہ انہوں نے حرفِ شرط کو متصل کر کے عصمتِ انبیاء کے اجتماعی عقیدہ کی تائید بھی کر دی ہے۔ ترجمہ لفظی بھی ہے اور کوئی لفظ زائد استعمال نہیں ہوا نیز دشمنانِ اسلام کو اعتراض کا موقعہ بھی نہیں ملا۔

(۳)

(از: مولانا مفتی غلام علی اوکاڑوی)

”لو“ کے بعد جواب شرط محذوف | یاد رہے کہ نحو کی کتب

معتبرہ میں تحریر ہے کہ ”لو“ کا ماقبل اگر جواب شرط پر دلالت کرتا ہو تو ”لو“ کے بعد جواب شرط محذوف مانا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت مجددِ ام احمد رضا نے عصمتِ پیغمبر کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسی نحوی ترکیب کو اپنے ترجمہ میں اصل قرار دیا ہے۔ وہ ترجمہ فرماتے ہیں:-

”اور بے شک عورت نے اسکا ارادہ کیا۔ اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا،“

سورہ یوسف ۶	کَذٰلِكَ كُنَّا لِيُوسُفَ ط
ترجمہ از	
مولانا محمود الحسن	۱ یوں داؤ بنا دیا ہم نے یوسف کو
(دیوبندی)	
اعلیٰ حضرت	۲ ہم نے یوسف کو یہی تدبیر ستائی۔
مجدد امام رضا	

تقابل تراجم

(۱)

(از مولانا ملک شیر محمد خاں اعوانی)

”کید“ کا لفظ عربی زبان میں خفیہ تدبیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسے داؤ اور فریب کے معنوں میں بھی لیا جاتا ہے۔ مگر جب اسکی نسبت خدا کے قدوس کی طرف ہو تو اس کا ترجمہ داؤ یا فریب کرنا سراسر توہین باری تعالیٰ ہے۔

اب دیکھئے کہ اقل الذکر ترجمہ سے کتنے دریدہ ذہنوں کو قرآن حکیم پر زبان اعتراض دراز کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور ثانی الذکر (اعلیٰ حضرت کا) ترجمہ ایسا حسین ہے کہ کسی قسم کے اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(2)

مسلمان سمجھو!

اس سے قبل تقابل تراجم میں ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ بہت سے علمائے اہلحدیث، دیوبند، نیچری کی طرح مولانا محمود الحسن (دیوبندی) نے بھی سورہ آل عمران اور سورہ انفال میں ترجمہ یوں کیا۔

”مگر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے“

”و (کفار) بھی داؤ کرتے ہیں۔ اور اللہ بھی داؤ کرتا ہے“

اسی لیے ہندو آریہ کتاب ”ستیا رتھ پرکاش“ صفحہ ۱۷۳ باب ۱۴ قرآن مجید پر اعتراض کیا گیا۔ جب کو پڑھ کر ندامت سے گردن جھک جاتی ہے۔

”خدا مکر کرتا ہے، اور مکاروں کے ساتھ ہے۔ پس

قرآن کلام اللہ نہیں کسی مکار کی تصنیف ہے۔ ورنہ اس

میں اس قسم کی واپسیات باتیں کیوں ہوتیں“

(معاذ اللہ)۔ استغفر اللہ

کاش ہندو آریہ اور کفار کو یہ علم ہوتا کہ قرآن مجید تو کلام اللہ ہی ہے خامی اور کمی تو ترجمہ کرنے والے علماء میں تھی۔ جو قرآن مجید کا اردو ترجمہ صحیح نہیں کر سکے۔

در اصل کلام اللہ اتنا فصیح و بلیغ اور جامع ہے۔ کہ اس کا ترجمہ کرنے کے لیے بھی چوٹی کی علمی شخصیتیں درکار تھیں۔ مگر افسوس کہ بہت سے علماء (جن کی علمی سطح اتنی نہ تھی کہ قرآن مجید کے ترجمہ ایسے اہم کام کے اہل ہوتے) نے اپنے آپ کو شہرت یافتہ عالم دین ثابت کرنے کیلئے قرآن مجید کا زبردستی ترجمہ کر ڈالا۔ اور غلط ترجمہ کر ڈالا۔

قَالُوا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِي ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿٩٥﴾ سورہ یوسف آیت 95 ترجمہ از

1	کہنے لگے تم اللہ کی تحقیق تو البتہ پہنچ دوں گے اپنے کے ہے۔	شاہ رفیع الدین محدث دہلوی
2	لوگ کہنے لگے کہ خدا کی قسم آپ ابھی تک اسی پر جذب میں پڑے ہوئے ہیں۔	ابوالکلام آزاد (جماعت اسلامی)
3	وہ کہنے لگے خدا کی قسم تو تو اسی اپنے پرانے ضبط میں ہے۔	نواب رفیع الدین (المحدثین)
4	لوگ بولے تم اللہ کی تو تو اپنی اچھی قدیم غلطی میں ہے۔	مولانا محمد طہ (دیوبندی)
5	وہ (ہنس دالے) کہنے لگے کہ مجھ کو آپ اپنے پرانے غلط خیال میں مبتلا ہے۔	مولوی اشرف علی تھانوی (دیوبندی)

6	بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خود دانگی میں ہیں۔	المصنف محمد دہم احمد رضا (بریلی)
---	---	----------------------------------

تقابل تراجم

(1)

خدا کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بھلا اپنے باپ کے منہ پر ہجایا

کیسے کہہ سکتے تھے کہ آپ کو تو ضبط یعنی جنون دوہم ہو گیا ہے۔ اور جنون دوہم بھی پرانا جنون دوہم۔ گویا لغوہ باللہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلے سے ہی جنون دوہم کا مرض لاحق تھا۔ لغوہ باللہ اور ب سے بڑی بات یہ ہے کہ لفظ "ضَلَّ" کے یہاں یہ معنی یعنی جنون، غلط، غلطی یا مد غلط خیال، کس کتب لغت و ادب کے تحت لیے گئے ہیں؟

ترجمہ میں الفاظ کے معانی لیے کیسے یہ اچھا طریقہ ہے۔ کہ تمام کلیوں کا عدول سے بے نیاز ہو جائیں۔ اور اپنے خود ساختہ معنی و مفہوم پیش کر دیں جائیں۔

(2)

تقابل جائزہ از ملک شیر محمد خاں اعوان

*

مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان کے تقابلی جائزہ کے مطالعہ کے بعد مزید کسی تفصیل کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

.. لفظ .. ضلال .. عربی زبان میں متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا ایک معنی ہے - مغلوب ہونا چٹا بن جانا ہے۔ .. ضل الماء فی اللبن .. (ترجمہ) پانی دودھ میں غلوٹ ہو کر مغلوب ہو گیا۔ جو درخت بیابان میں تنہا ہو۔ اس کے لیے بھی اس لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں "شجرۃ ضالۃ" .. ضلالت .. کا لفظ گراہی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے - .. مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ .. ترجمہ: "تمہارے پیغمبر گمراہ ہوئے اور نہ بھٹکے" (سورہ) ضلالت محبت کے معانی

میں بھی مستعمل ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

وہ کہ ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں ضلال کا لفظ محبت کے معنی میں ہے۔

اور جب کوئی لفظ متعدد معنوں میں مستعمل ہو تو اس کے کسی ایک معنی کی تفسیر مقام اور حال کے مناسبت سے کی جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب اس جگہ صرف محبت کا معنی ہے۔ جس طرح اعلیٰ حضرت نے اس آیت میں ضلال کو محبت پر محمول کیا ہے۔

آیت زیر نظر میں ”وَضَلَّكَ“ کا لفظ آیا ہے۔ جس کے ترجمہ میں واضح اختلاف ہے۔ محمود الحسن صاحب نے اس کا ترجمہ غلطی کیا ہے۔

(مولانا اشرف علی) تھانوی صاحب نے اسے غلط خیال لکھ دیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ ”ضلالت“ کو غلطی کے معنوں میں استعمال کرنے کی کوئی نظر بھی ملتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان حضرات نے ”مگر اس“ کی بجائے غلطی کا لفظ محض اس لیے لگایا ہے کہ پیغمبر کو گمراہ کہنا اس کی شان کے شایان نہیں۔ مگر ترجمہ کے لیے لغت کی تائید بھی ضروری ہے۔ ان کے مقابلہ میں فاضل بریلوی کا ترجمہ دیکھیے۔ انہوں نے اس کا ترجمہ ”خود زنگی“ کیا ہے۔

لفظ خود زنگی ایک طرف تو ادبی محاسن کا مرقع ہے۔ دوسری طرف اس سے محبت و شینفعگی کے تمام جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ اور بیٹے اگر یہ لفظ حضرت یعقوب علیہ السلام کے حق میں استعمال کرتے ہیں تو نازیبا بھی نہیں ہے۔ پھر لغت بھی اس کی مکمل تائید کرتی ہے۔ خود قرآن حکیم میں اس کی نظر موجود ہے۔ خدا قدوس نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ”وَرَوَّحَكَ ضَلَالًا وَهَدًى“ اس آیت میں حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ”ضلالًا“ کہا گیا ہے۔ اس طرح اس جگہ بھی ان کے یہاں اسی قسم کا ترجمہ ہو گا۔ آپ جانتے ہیں کہ نبی معصوم کے حق میں اس قسم کے الفاظ کا استعمال بڑی سودا دہی ہے۔ مگر اس چیز کی پرواہ کیے بغیر محمود الحسن صاحب نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

”وہ اور پایا تجھ کو بھٹکتا ہوا پھر راہ سمجھائی“

گویا معاذ اللہ خیاب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھٹکتے ہوئے تھے۔ حالانکہ یہ ترجمہ انت کے اجتماعی عقیدہ کے خلاف ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے یہاں بھی وہی ترجمہ کیا ہے۔ جو شان نبوت کے شایان شان ہے۔ اور آپ نے لکھا ہے۔

”اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی“

چونکہ مذکورہ بالا دونوں آیات میں ضلالت کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف متعلق نہیں۔ اس لیے آپ نے اس کا ترجمہ خود زنگی کیا ہے۔ جو محبت کے انتہائی مقام کو ظاہر کرتا ہے۔

تبلیغی درس (حصہ سوئم)

سورہ یوسفہ ۱۱	ترجمہ از
یہاں تک کہ جب ناامید ہوئے پیغمبر اور گمان کیا انہوں نے یہ کہ ان سے لوگوں نے تحقیق جھوٹ بولا۔	شاہ رفیع الدین محبت دہلوی
یہاں تک کہ پیغمبر (اس بات سے) بالوس ہو گئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی ہے۔	مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)
یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔	مولانا محمود الحسن (دیوبندی)
یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا۔	اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا

تقابل تراجم

(۱)

اہل علم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ مولانا محمود الحسن اور مولانا اشرف علی تھانوی۔ دیوبند مسک کے بنیادی ستون ہیں۔ اور ان دونوں علماء نے قرآن مجید کا ترجمہ کرتے وقت شاہ رفیع الدین کے اردو ترجمہ سے استفادہ کیا ہے۔ گویا ان کے ترجمہ شاہ رفیع الدین کے اردو ترجمہ کی نقل پر مشتمل کاوش ہیں۔ اجمہدیت نواب وحید الزماں نے بھی شاہ رفیع الدین

سے استفادہ کیا ہے۔ اسی لئے ان حضرات کے جو ترجمے مارکیٹ میں ملتے ہیں۔ ان میں پہلی سطر پر شاہ رفیع الدین کا ترجمہ اور دوسری سطر پر ان کا اپنا ترجمہ ہوتا ہے۔ اب ذرا اس آیت کے ترجموں پر غور کیجئے کہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ میں الفاظ استعمال کئے ہیں۔

دو لوگوں نے ان سے جھوٹ بولا۔
اور اس ترجمہ کی نقل اور تقلید کا دعویٰ کرنے والے مولانا محمود الحسن (دیوبندی) اور مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) نے جو الفاظ ترجمہ میں لیے وہ ہیں۔
دو ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی ہے۔
(اشرف علی تھانوی)
” (رسول) خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔
(مولانا محمود الحسن)

نقل کیلئے بھی عقل اور علم چاہئے۔ دونوں دیوبندی علماء حضرات کے ترجموں سے ظاہر ہوتا ہے۔

کہ انبیاء کو ام خداوند کیم کی حمایت و تائید سے بالوس ہو گئے تھے اور بالوسی کے عالم میں رسول یہ خیال کرنے لگے کہ اللہ نے ان سے جھوٹ کہا ہے۔ نفوذ باللہ۔ استغفر اللہ۔

حالانکہ اسی آیت کا ترجمہ نواب وحید الزماں (اہل بیت) اور ابوالاعلیٰ مودودی نے درست کیا ہے۔ اور انہوں نے نقل میں عقل و دانش اور علم سے کام لیا ہے۔ وہ ترجمہ کرتے ہیں۔

” اور انہی قوم کے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ پیغمبر جھوٹے ہیں۔“

(ابوالاعلیٰ مودودی، مجتہد احمدی)

چونکہ مولانا نواب وحید الزماں اور مولانا مودودی دورِ حاضر (ماضی قریب) کے مترجمین میں سے ہیں۔ لہذا اعلیٰ حضرت مجددِ اہم احمد رضا (یریلوی) کے ترجمہ سے استفادہ کرنے کی سہولت تھی۔ اعلیٰ حضرت ترجمہ فرماتے ہیں۔ ”یہاں جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے ان سے غلط کہا تھا۔“

سبحان اللہ! کتنا شاندار اور ہر قسم کے مشکلات سے برابری ترجمہ ہے۔

(2)

(تعالیٰ جائزہ از مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان)

*

”تیرے نظر تراجم پر نظر ڈال لے سب سے پہلے جو چیز ابھیر کر سامنے آتی ہے۔ وہ ”اِذَا اسْتَيْسَسَ الرَّسُولُ“ کا ترجمہ ہے۔ ”تھانوی صاحب نے لکھ دیا ہے کہ پیغمبر تائیدِ ربّانی سے یابوس ہو گئے۔ حالانکہ انبیاء کو ام کا تائیدِ ربّانی سے یابوس ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا پورا یقین ہوتا ہے۔ اور یہ یقین ایسا پختہ ہوتا ہے کہ کوئی طاقت اسے متزلزل نہیں کر سکتی۔ محمود الحسن صاحب نے۔ ”یابوس ہو گئے“

— کی متذکرہ بالا صورت سے بچنے کیلئے۔ ”نا امید ہونے لگے“ لکھا ہے۔ گویا ناامیدی کا صدر تو نہ ہوا۔ لیکن ناامید ہونے والے تھے۔ اس میں بھی پیغمبروں کی تائیدِ ربّانی سے یابوس ہونیکا امکان بڑا واضح ہے۔

اب ذرا اعلیٰ حضرت بریلوی کے ترجمہ کو دیکھئے۔ انہوں نے لکھا ہے۔ ”یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا۔“

ترجمہ کتنا ترجمانِ حقیقت ہے۔ عربیت بھی برقرار رہی اور منشاءِ خداوندی کا بھی اظہار ہو گیا۔ اسکی تائید ایسے وقت نمودار ہو جاتی ہے جب ظاہری اسباب منقطع ہو جاتے ہیں۔ تھانوی صاحب اور محمود الحسن صاحب کے تراجم سے اعتدائے اسلام کو یہ پتہ چلنے کا موقع ملتا ہے۔ کہ جب انبیاء علیہم السلام کو بھی تائیدِ خداوندی پر یقین نہیں تھا۔ تو عام مسلمان کیسے اس پر یقین رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے ترجمہ نے یہ اشکال پیدا ہی نہیں ہونے دیا۔

اس آیت کا ترجمہ میں دوسری قابلِ غور بات ”ظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا“ کا ترجمہ ہے۔ محمود الحسن صاحب اور تھانوی صاحب کے تراجم سے صاف عیاں ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام مایوسی کے عالم میں یہ خیال کرنے لگے کہ ان سے خدا نے تائید و نصرت کے جو وعدے فرمائے تھے۔ وہ مغلطہ اللہ سب جھوٹے تھے۔ اور یہ چیزیں

شانِ نبوت کے مریخا خلافت

ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو اگر وعدہ خداوندی کی صداقت پر یقین نہیں تھا۔ تو پھر اور کسے ہوگا۔ یہاں بھی اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے ”ظَنُّوا“ کی ضمیر جمع غائب کا مرجع انبیاء علیہم السلام کو نہیں بلکہ لوگوں کو ٹھہرایا ہے۔ اس طرح کہ ہر قسم کے مشکلات ترجمہ میں رفع ہو گئے ہیں۔

بشر ماننا اور کہنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر ماننا اور ہے اور بشر کہنا اور ہے۔
دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ اس لیے بے شمار حقائق ایسے ہیں جو مانے
جاتے ہیں۔ مگر کہے نہیں جاتے۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہے
دے کہ در خدا خنزیر (سورہ کا خالق ہے) تو وہ کافر ہو جائے گا۔
حالانکہ اللہ تعالیٰ پر شے کا خالق ہے۔

لہذا ماننا اور چیز ہے۔ اور کہنا اور چیز ہے۔ اختلافی رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر ماننے میں نہیں ہے۔ بلکہ آپ کو بشر کہنے اور
آپ کی بشریت کو باطل اپنی بشریت کی طرح سمجھنے میں ہے۔

(انوار رحمت صفحہ 52)

سورہ رعد

42

71

سورہ حجۃ

سورہ تہ اسرئیل

71

110

سورہ الکہف

سورہ طہ

121

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ
فَلِلَّهِ الْمَكْرُ حَسْبٌ

سورہ رعد آیت 42

ترجمہ از

مولانا محمود الحسن
(دیوبندی)

(1) اور فریب کر چکے ہیں۔ جو ان سے پہلے تھے۔ سو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ سب فریب۔

ابوالاعلیٰ مودودی
(جماعت اسلامی)

(2) ان سے پہلے جو لوگ ہرگز رسے ہیں۔ وہ بھی بڑی بڑی جاہیں ہیں چکے ہیں۔ مگر اصل فیصلہ کن چال تو پوری کئی پوری اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

نواب وحید الزماں حیدر آبادی
(الہمدیش)

(3) جو لوگ گزرے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے اپنے پیغمبروں سے مکر اور فریب کیے ہیں۔ لیکن سارا مکر اور فریب اللہ کے اختیار میں ہے۔

علامہ حضرت مجدد امام
احمد رضا (بریلوی)

4 اور ان سے اگلے فریب کر چکے ہیں۔ تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے۔

تقابل تراجم

(1)

(از مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان آفت کالاباغ)

کتاب "محاسن کشتہ الایمان" صفحہ 43 ناشر مرکزی مجلس قتالہ (ب)

*

اس آیت میں "مکر" کو فریب کے معنی میں لے کر سارا فریب خدا کے ہاتھ دے دیا گیا ہے۔ اس طرح عام لوگ یہ مفہوم اخذ کر سکتے ہیں۔ کہ۔ العیاذ باللہ۔ سب سے بڑا فریب کار خود خدا ہے۔ لیکن علامہ حضرت (مجدد امام احمد رضا) بریلوی کا ترجمہ ہر شبہ کا مسکت جواب ہے۔ علامہ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔
"اور ان سے اگلے فریب کر چکے ہیں۔ تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے۔"

قَالَ هُوَ لَا يَنْتَبِيْ اِنْ كُنْتُمْ فَعَلِيْنَ ط
سورہ الحجرات ۱۷ (۱۵)

(۱)	کہا کہ یہ میں نہیں میری اگر جو تم کرتے والے۔	شاہ رفیع الدین حضرت دہلوی
(۲)	بولا یہ حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو کرنا ہے۔	مولانا محمد حسن (دہلوی)
(۳)	لوٹنے فرمایا کہ میری (بہن) بیٹیاں موجود ہیں۔ اگر تم میرا کہنا کرو	مولانا اشرف علی تھانوی (دہلوی)
(۴)	لوٹنے کہا اگر تم کو ایسا ہی کرنا ہے۔ تو میری بیٹیاں حاضر ہیں۔	مولانا وحید الرحمن (دہلوی)
(۵)	لوٹنے عاجز ہو کر کہا۔ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔ تو میری بیٹیاں موجود ہیں۔	ابوالکلام آزاد (دہلوی)

6	کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں۔ اگر تمہیں کرنا ہے۔	امام احمد رضا (دہلوی)
---	--	-----------------------

تقابل تراجم

(۱)

زیر نظر آیت کا تقابلی جائزہ ملک شیر محمد خاں اعوان اپنی مشہور کتاب

”محاسن کثر الا بیان“ میں یوں لیتے ہیں۔

”آیت کا پس منظر یہ ہے۔ کہ جب فرشتے خواہمورت

رطکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آتے

ہیں۔ اور کفار اپنے شرقی لواطت میں اُن کے پیچھے

دوڑتے ہیں۔ اور اُن کے حصول کا تقاضا کرتے ہیں

تو لوط علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

هُوَ لَا يَنْتَبِيْ اِنْ كُنْتُمْ فَعَلِيْنَ ط

اب ذرا اس آیت مقدسہ کے ان تراجم پر غور کیجئے۔

پہلے تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوط علیہ السلام نے

اپنے مہمانوں کو بچانے کے لیے انہیں اپنی بہن بیٹیاں پیش کر دی تھیں۔

حالانکہ یہ بات ایک اولوالعزم بیغمیہ تو کیا کسی بھی شریف آدمی کو زیب نہیں دیتی۔

مہمانوں کو بچانے کے لیے جان تو قربان کی جاسکتی ہے۔ لیکن عزت اور عزت

کی قربانی گوارا انہیں کی جاسکتی۔ ان تراجم کے برعکس ذرا اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ

دیکھئے۔ آپ نے کس حین اداسے تمام اعتراضات صرف ترجمہ میں ہی ختم کر دیئے۔

میں۔ قوم کا سردار قوم کے تمام افراد کا باپ ہوتا ہے۔ اس طرح انہیں شرم دلا

کیلئے یہ فرما ہے ہیں۔ کہ تمہاری اپنی بیویاں موجود ہیں جو جتنی تسکین کا جائز ذریعہ

ہیں۔ انکی بیویوں کو اپنی بیٹیاں کہہ کر کلام میں انتہائی زور پیدا کیا گیا تھا۔ لیکن

مترجمین نے نزاکت الفاظ اور بلاغت بیان کو نظر انداز کرتے ہوئے ایسا ترجمہ

کیا کہ خود دامن نبوت پر اعتراضات کے پھینٹنے پڑ گئے۔“

(۲)

اسلامی سائنس!

اس آیت میں جو فصاحت و بلاغت موجود ہے۔ اہل علم ہی اس کی بلند یوں کا لحاظ رکھ سکتے ہیں۔

اس آیت میں موجود کلام الہی جتنا فصیح و بلیغ عربی میں ہے۔ علمائے مجدد امام احمد رضا (بریلوی) نے بھی اردو میں نہایت فصاحت و بلاغت پر مبنی ترجمہ کیا ہے۔ ان کے اردو ترجمہ کی معنویت پر قربان جائیں۔ ترجمہ کیا ہے بار بار پڑھ کر جی نہیں بھرتا۔ وہ ترجمہ کرتے ہیں۔
”کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں۔ اگر تمہیں کرنا ہے۔“

مولانا مودودی کی تفسیر

مولانا مودودی نے صرف غلط ترجمہ کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ترجمے کے نیچے تفسیر میں زیر نظر آیت کے حقیقی مفہوم سے بے خبری کی انتہا کر دی۔ وہ لکھتے ہیں۔

”یہ کلمات ایک شریف آدمی کی زبان پر ایسے وقت میں آئے ہیں۔ جبکہ وہ بالکل تنگ آچکا تھا۔ اور یہ معاش لوگ اس کی ماری فریاد و فغاں سے بے پردا ہو کر اُس کے پھانوں پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔“

حضرت لوط علیہ السلام کو مولانا مودودی شریف آدمی لکھ کر آگے جو آیت کی تفسیر بیان کر رہے ہیں۔ اُس سے قرآن فہمی میں مولانا مودودی کے ”دو علمی مقام“ کی پول کھل جاتی ہے۔

”و تفسیر القرآن“ ۱۱ حصہ دوم صفحہ۔

تبلیغی درس ۱۶ (حصہ سوم)

یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنْثٰی بِاِمَامِہِہَا ۝۲۰
بنی اسرائیل آیت ۱۶ (۱۷)

۱	جس دن بلا دیں گے ہم سب لوگوں کو ساتھ پیشواؤں ان کے۔	شاہ رفیع الدین محدث دہلوی
۲	جس روز ہم تمام آدمیوں کو نامہ اعمال سمیت بلا دیں گے۔	مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)
۳	جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے سردار سمیت (یا اہل کتاب سمیت) نواب و حید الزماں (المجربین) بلا دیں گے۔	
۴	اس دن کا جبکہ ہم ہر انسانی گروہ کو اس کے پیشوا کے ساتھ بلا دیں گے	ابوالکلام مودودی (مجتہد اسلامی)
۵	جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلا دیں گے۔	علمائے مجدد امام احمد رضا (بریلوی)

تقابل تراجم

(۱)

باقی تمام مترجمین ترجمہ کر رہے ہیں۔ کہ قیامت کے دن ہر جماعت یا گروہ یا لوگوں کو ان کے امام یا پیشوا یا سردار کے ساتھ بلا یا جائے گا۔ لیکن دیوبند علماء کے امام مولانا اشرف علی تھانوی ایک نیا معنی لے آئے ہیں۔ کہ ”نامہ اعمال سمیت بلا دیں گے۔“ حالانکہ آیت کا اصل مفہوم

تو یہی ہے۔ کہ جن لوگوں کا یا جس جماعت کا جیسا امام ہوگا یا پیشوا ہوگا۔ امام سمیت ہلکا کر اُس جماعت کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے گا۔ اگر لوگوں کا امام مستند ہوگا، اور قرآن و حدیث کا صحیح ترجمان اور مترجم ہوگا۔ تو اُن لوگوں کے (امام سمیت) نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ اور غلط عقائد اور غیر مستند اماموں اور پیشواؤں کے ساتھ بلائیں جلانے والی جماعتوں (اپنے اماموں سمیت) کے نامہ اعمال اُن کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ (دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال کا ذکر اسی آیت کے اگلے حصہ میں ملاحظہ فرمائیں) آیت کا ترجمہ یہ ہے۔

”جس دن ہم جماعت کو اُس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔“

تو جو اپنا نامہ اپنے ہاتھ میں دیا گیا یہ لوگ اپنا نامہ پڑھیں گے۔

علیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) کی طرف سے ترجمہ میں تبدیلی کی حکمت یہی سمجھ میں آتی ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کو اس عقیدہ سے بد دل کرنا چاہتے ہیں۔ جس کے تحت مسلمانوں کا ایمان ہے۔ کہ ہر مسلمان اپنے کامل پیر، پیشوا یا امام کے چھبڑے کے نیچے ہوگا۔

”حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اس سے وہ

امام زماں مراد ہے

جس کی دعوت پر دنیا میں لوگ چلے۔ خواہ اُس نے حق کی دعوت کی ہو۔ یا باطل کی۔“

حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

”ہر قوم اپنے سردار کے پاس جمع ہوگی۔ جس کے حکم پر دنیا میں

۱۔ کنز الایمان حاشیہ خزائن العرفان صفحہ ۱۶۱ ناشر قرآن کپن اردو بازار لاہور۔

چلتی رہی۔ اور انہیں اسی کے نام سے پکارا جائے گا۔ کہ اے فلاں کے متبعین۔“

مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان لکھتے ہیں۔

”(مولانا اشرف علی) تھانوی نے زیر نظر آیت کے ترجمہ میں لفظ ”امام“ کے معنی نامہ اعمال لکھتے ہیں جو

لغت کے اعتبار سے غلط

ہیں۔ اس کے حقیقی معنی وہ ہیں۔ جو اعلیٰ حضرت نے بیان کیے ہیں۔“

۲۔ کنز الایمان حاشیہ خزائن العرفان صفحہ ۱۶۱ ناشر قرآن کپن اردو بازار لاہور۔

۳۔ کتاب ”محاسن کنز الایمان“ صفحہ ۵۵ ناشر مرکزی مجلس رضا لاہور۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

سورہ الکہف آیت ۱۱۰ (۱۳)

ترجمہ ان

1	کہہ سوائے اس کے نہیں میں آدمی ہوں۔	شاہ رفیع الدین محدث دہری
2	اور آپ یوں بھی کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں	مولانا اشرف علی تھانوی (دہلوی)
3	کہہ دیجئے میں اور کچھ بھی نہیں تمہاری طرح ایک آدمی ہوں	مولانا وحید الزماں حیدر آبادی (المحدث)
4	تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم۔	مولانا محمود الحسن (دہلوی)

5	تم فرماؤ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔	اُمّی حضرت مجدد الم احمد رضا (دہلوی)
---	--	---

تقابل تراجم

(۱)

زیر نظر آیت کا تقابلی جائزہ مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان نے اساندرہ کیا ہے کہ۔ انہوں نے مختصراً تمام پہلوؤں کو واضح کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔
”حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت بھی ان معرکۃ الاراء مسائل

میں سے ہے۔ جن میں اہل سنت و جماعت اور مبتدعین کے درمیان عموماً مباحثہ ہوتا رہتا ہے۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ صورتاً بشر ہیں۔ لیکن آپ کی حقیقت عقل انسانی سے ماوراء ہے۔ اور ہر چند کہ آپ بشریت میں بظاہر ہماری مثل ہیں لیکن فضائل و محاسن میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔ اس سبب سے اہل سنت کے نزدیک آپ کو

محض بشر کہنا

سوء ادبی ہے۔ چنانچہ آپ کو سید البشر یا افضل البشر (خیر البشر و فیہ) کہنا چاہئے۔ اس کے برعکس مبتدعین آپ کی ذات پر محض بشریت کا اطلاق کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ مبتدعین کے تمام اردو تراجم میں حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلقاً بشریت اور محالیت بیان کی گئی ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ میں دو قیدیں لگائی ہیں۔ ایک صورت کی اور دوسری ظاہری کی۔ صورت کی قید لگا کر یہ ظاہر فرمادیا کہ حضور علیہ السلام صرف صورتاً بشر ہیں۔ اور حقیقتاً کیا ہیں؟ یہ ان کا رب ہی جانتا ہے۔ جیسا کہ ایک مشہور حدیث میں ہے۔

”اے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری حقیقت کو ماسوا میرے رب کے اور کوئی نہیں جانتا۔“ اور ظاہری کی قید لگا کر یہ ظاہر فرمایا کہ صورت میں بھی میری بشریت کی تمہاری بشریت سے مماثلت محض ظاہری ہے۔ حقیقتاً نہیں ہے۔ یہی تمہاری بھی دواں لکھیں میں اور میری بھی دواں لکھیں۔ لیکن تم ان آنکھوں سے صرف سامنے دیکھتے ہو میری آنکھوں سے۔ آگے کی کوئی چیز مخفی ہے نہ پیچھے کی۔ دایم کی کوئی چیز

پوشیدہ نہیں ہے۔ نہ بائیں کی — تم دیوار کے پار بھی نہیں دیکھ سکتے اور میں جب کسی چیز کو دیکھنا چاہوں تو میری نظر کے لیے سات آسمان بھی حجاب نہیں ہو سکتے۔ اور تم نے تو اپنی آنکھوں سے پوری مخلوق کو بھی نہیں دیکھا اور میں نے

اپنی آنکھوں سے جمال الوہیت کو بھی بے حجاب دیکھا ہے

اسی طرح تمہارے کان بھی دو ہیں اور میرے بھی دو ہیں۔ لیکن تم اپنے کانوں سے صرف قریب کی آواز سنتے ہو۔ اور میں اپنے کانوں سے دور و نزدیک کی آوازیں کیساں سنتا ہوں۔ اور تم نے تو اپنے کانوں سے پوری مخلوق کی باتوں کو بھی نہیں سنا۔ اور میں نے اپنے کانوں سے ربِّ کائنات کا کلام سنا ہے۔ پھر مشاقت کیسی؟ اسی لیے فرمایا

”لست کا حد منکوح“ (حدیث)

(ترجمہ) تم میں کوئی شخص میرا مماثل نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت (مجدد امام احمد رضا) نے ان تمام احادیث اور حقائق و معارف پر نظر رکھتے ہوئے اسی آیت کے ترجمہ میں فرمایا۔

”تم زمانہ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں، یعنی جو مشاقت ہے۔ وہ صرف صورت میں ہے۔ اور اُس میں بھی بظاہر ہے۔ حقیقتاً کوئی آپ کی ذات میں مماثل ہے۔ نہ صفات میں — اور جن مترجمین کی ان چیزوں پر نظر نہ تھی۔ انہوں نے ان تمام حقائق سے آنکھیں بند کر کے مطلقاً یہ ترجمہ کر دیا۔۔۔۔۔ وہ میں تم جیسا بشر ہوں،“

(2)

مترجمین کے ترجموں کی اس نیلادی خامی سے اس بات کو زیرِ مشہر مل گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عام آدمی میں تو کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ مولا مامود ددی نے تفہیمات حصہ دوم میں صفحہ ۶۶ پر ترجمہ کر دیا۔۔۔۔۔

”اے محمد! کہہ دو میں تو محض تم جیسا ایک انسان ہوں،“ — اس ترجمہ میں ”میں محض“ کتنا سنگدلانہ لفظ ہے۔ (اسی طرح ایک اور مولوی صاحب ان غلط ترجموں کی وجہ سے گمراہ ہو گئے۔ وہ کہتے ہیں۔ ”نبی کریم نے فرمایا۔۔۔۔۔ اَنَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ میں تمہاری طرح ایک معمولی انسان ہوں،“ اسلامی ساقیو!

دیکھا کہ غلط ترجموں سے شہ پاکر لوگ کیا کیا گل کھلاتے ہیں۔ یعنی قرآنی آیت کے ترجمہ میں ہی تحریف کر دی یعنی ”معمولی انسان“ ترجمہ کر دیا۔ مترجمین نے قوم کی اچھی اصلاح کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محض اپنے جیسا ایک انسان تصور کرنا اور اس کی تفصیل جواب ”کتاب انوار رضا“ صفحہ ۴ تا ۵ پر شیخ الاسلام علامہ مسعود محمد مدنی میاں (آف بھارت) نے نہایت ہی مدلل اور عام فہم دیا ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد ہر قسم کے شکوک و شبہات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ صحیح الفقیدہ مسلمان ساتھی بھی اس کا مطالعہ کریں۔ تاکہ وہ قُلْ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی پوری تفسیر ذہن نشین ہو جائے۔

عش۔ اخبار النعم ۱۱ جون ۱۹۳۶ء صفحہ ۵ کالم ۳ سطر ۵ تا ۱۹

تیسری درس 18 (حصہ سوم)

سورہ طہ آیت 121	ترجمہ از
وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ۝	1 نافرانی کی آدم نے رب سے کی پس گمراہ ہو گیا۔ (ترجمہ از مولانا محمد رفیع الدین محدث دہلوی)
2 اور آدم نے (نادانستہ) اپنے رب کا تقصیر کیا پس وہ غلطی میں پڑ گیا (عکسی القرآن الحکیم ص 36 ج 1)	2 اور آدم نے (نادانستہ) اپنے رب کا تقصیر کیا پس وہ غلطی میں پڑ گیا (عکسی القرآن الحکیم ص 36 ج 1)
3 اور آدم نے اپنا ستر چھپانے کو اپنے مالک کا فرمان نہ سنا۔ آخر مجھ سے گیا۔	3 اور آدم نے اپنا ستر چھپانے کو اپنے مالک کا فرمان نہ سنا۔ آخر مجھ سے گیا۔
4 اور آدم نے نافرانی کی اپنے رب کی۔ پس گمراہ ہوئے۔	4 اور آدم نے نافرانی کی اپنے رب کی۔ پس گمراہ ہوئے۔

5 اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں مغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا۔ اس کی راہ نہ پائی۔	5 اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں مغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا۔ اس کی راہ نہ پائی۔
--	--

تقابل تراجم

(1)

ہمارا کہنا سچ ثابت ہو گیا ہے | ہم نے اس کتاب کے صفحہ 94 پر بیان کیا تھا۔ کہ تقویۃ الایمان کے معتقدین (المحدث اور دیوبندی علماء) نے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی

کے اردو ترجمہ میں اپنے عقائد کے مطابق کہیں کہیں تعریف (اپنی طرف سے رد و بدل) بھی کر دیا ہے۔ ہمارا یہ کہنا سچ ثابت ہو گیا ہے۔ ادھر شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دو ترجمہ درج ہیں۔ اور دونوں ترجمے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ پہلا ترجمہ تو الحمد للہ نواب وحید الزماں حیدر آبادی کے اردو ترجمہ کی پہلی سطر میں لکھا گیا ہے۔ شاہ رفیع الدین کا ترجمہ ہے۔ یہ قرآن کریم بر اشرف المحدثی از شیخ الحدیث مولانا محمد عبد الفلاح شیخ محمد شرف تاجران کتب 7۔ ایک رد و لاہور کا شائع کردہ ہے۔ اور اس کی پہلی سطر پر خلد رفیع الدین کا اور دوسری سطر پر نواب وحید الزماں (المحدث) کا ترجمہ درج ہے۔ جبکہ دوسرا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) کے اردو ترجمہ "عکسی القرآن الحکیم" ناشر تاج کینی لاہور کا چھ صفحہ 36 پر پہلی سطر میں درج ہے۔ اور دوسری سطر میں شاہ رفیع الدین کا ترجمہ تحریر ہے۔ اب یا تو اہل حدیث علماء نے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے ترجمہ کو خیانت اور غلطی سے بدل ڈالا ہے۔ یا پھر تاج کینی کے دیوبندی علماء نے یہ کام کیا ہے۔ آخر کسی نہ کسی میں سے ایک نے خیانت کی ہے۔ اور ترجمہ میں رد و بدل کی بددیانتی یا سہواً غلطی کا کوئی ایک فریق تو مرتکب ہوا ہی ہے۔

حکومت پاکستان متوجہ ہو

قرآن مجید کے ترجموں کو یوں تبدیل کر دینا کوئی معمولی جرم نہیں

۱۔ میرے پاس قرآن مجید کے ترجمہ کا پرانا نسخہ 1346ء میں شائع شدہ موجود ہے وہ نسخہ تو المحدث علماء کے ترجمہ کی تائید کرتا ہے۔ مگر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

ہے۔ اگر اس طرف حکومت وقت نے توجہ نہ دی تو پھر تحقیق کے میدان میں مختلف حوالوں پر سے اعتبار اٹھ جائے گا۔ لہذا حکومت پاکستان ایسے مجرموں کے خلاف سخت ترقی اقدام اٹھائے۔ اور اُسندہ قرآن مجید شائع کرنے والے تمام اداروں کو پابند کرے کہ وہ ہر اشاعت کی تاریخ قرآن میں تحریر کرے تاکہ ہر قرآن مجید کو دیکھتے ہی معلوم ہو سکے کہ یہ کس سال و مہینہ میں شائع ہوا ہے۔ اور دوسرے اس قرآن مجید کی غلطیوں کی تصحیح کرنے والے کو نئے کو نئے حضرات تھے۔ اُن کے نام ہوں۔ تاکہ جب کبھی کوئی غلطی سامنے آئے تو متعلقہ افراد اُسکے ذمہ دار ہوں۔

(2)

مولانا عاشق الہی میرٹھی (دیوبندی) کے اردو ترجمہ کو سامتے رکھتے ہوئے۔ مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان زیر نذر آیت کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”مولوی عاشق الہی میرٹھی کے ترجمہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے دو باتیں منسوب کی گئی ہیں۔ (۱) نافرمانی (2) گمراہی۔

اور یہ دونوں باتیں عصمتِ انبیاء کے منافی ہیں۔ اس کے مقابلے میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے قرآن کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ لغت کے خلاف بھی نہیں گئے اور عصمتِ انبیاء پر بھی حرف نہیں کیا۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ پڑھئے۔

”اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا۔ اُسکی راہ نہ پائی۔“



تبلیغی درس ۱۹ (حصہ سوئم)

مختلف مسالک کا وجود لعنت نہیں ہے

مسلمان سمجھو!

ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ "مختلف مسالک کا وجود دراصل ایک مسلمان کے شعور کا امتحان ہے" اس لیے مسالک کا وجود لعنت نہیں ہے۔ بلکہ غور و فکر کرنے والے مسلمانوں کی فہم و فراست کیلئے ایک پیمانہ ہے۔ تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ کون سے مسلمان نے غور و فکر اور تحقیق سے کام لے کر سب سے بہتر مسلک کو اختیار کیا۔ معاشرہ میں بُرائیاں نہ ہوں تو اچھالی کی قدر و قیمت کا کیسے پتہ چلے۔ ہمارے سامنے بہت سے مسلک ہیں۔ بہت سے مفسر و محقق ہیں۔ اگر ان کی حق بات میں انیس (۱۹) میں (۲۵) کا بھی فرق ہو تو ایک سچے مسلمان کے شعور سے امتحان

کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ بیس (۲۵) کے ہندسہ کو ترجیح دے۔ اب یہی کتاب قرآن کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان "ہمارے سامنے ہے۔ ہم نے اس کے مطالعہ سے اچھی طرح اندازہ لگایا ہے کہ قرآن مجید کا اردو ترجمہ دلیے تو بے شمار علماء نے کیا ہے۔ اور حقیقتاً وہ اپنے اپنے حلقے میں بہت بڑے عالم دین تھے۔ لیکن جب ہم نے ان تمام علماء کے ترجموں کا موازنہ کیا ہے۔ اور انکی قرآن فہمی کا تقابل کیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ایک محقق و مفسر حضرت محمد امجد رضا کے مقابلے میں یہ تمام علمائے کرام ایسے نظر آتے ہیں۔ جیسے ایک استاد کے سامنے شاگردوں کی حالت ہوتی ہے۔ فرق انیس (۱۹) میں (۲۵) کا بھی ہو۔ تو دین کے معاملہ میں وہ بھی قابل نظر انداز نہیں ہوتا ہے۔ لیکن یہاں تو فرق زمین آسمان سے

بھی کہیں زیادہ ہے۔ قرآن مجید کے اگر یہ غلط اور غیر مستند ترجمے نہ ہوتے۔ اور قرآن مجید کے تمام ترجمے صحیح ہوتے تو پھر ایک مسلمان کے شعور اور فہم و فراست کا امتحان کیسے ہوتا۔ خاردار جھاڑیوں اور پرخطر راستوں سے احتیاط کے ساتھ گزر کر گوہر مقصود حاصل کر لینے میں جو خوشی اور مقام نصیب ہوتا ہے۔ اس کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ لہذا مختلف مسالک کا وجود لعنت نہیں ہے۔ بلکہ قدرت کی طرف سے اس میں بھی حکمت ہے۔ کہ ہم کمزور اور فرسودہ عقائد اختیار کرتے ہیں یا اعلیٰ و مستند عقائد۔ ہماری بہتر عقائد تک رسائی ہے۔ یا بہت سی بہتر عقائد تک۔ ہم ادھوی وغیرہ مستند اور معمولی قرآن فہمی کے حامل علماء کے گردہ کے راستے پر چلنے والے ہیں۔ مختصر یہ کہ آج کا مسلمان اگر ان مسالک کو مثبت انداز فکر اختیار کر کے دیکھے گا۔ تو یہ اُس کے شعور کا امتحان نظر آئیں گے۔ اور اگر منفی انداز فکر اختیار کرتے ہوئے بہت بار دے گا۔ تو پھر اُس کے لیے یہ دینی گردہ ایک لعنت بن جائیں گے۔ اور اُس کی صلاحیتوں اور اعصاب پر ایسے چھا جائیں گے کہ وہ مایوسی اور بددلی کا شکار ہو جائے گا۔

کسی مسلک کے عام مسلمان سے نفرت کیوں؟

ہمیں کسی مسلک کے عام مسلمانوں سے کبھی بھی نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ ان کا کیا قصور ہے؟ اصل قصور وار تو اس مسلک کے وہ علماء حضرات ہوتے ہیں۔ جو اپنے مسلک کو زندہ رکھنے کیلئے کھینچ تان کر تاویلات پیش کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ انہیں اصل بات کا علم ہو جاتا ہے۔ لہذا تمام مسالک کے عام مسلمان "ایک دوسرے سے نفرت کرنا چھوڑ دیں۔ بلکہ بھول ہی جائیں

کہ نفرت بھی کوئی چیز ہے۔ ہم نفرت کریں تو مسک کے اُن ٹھیکیدار علماء سے کریں۔ جو کہ عوام کو حقانی تک پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ ہم عام مسلمانوں کو چاہئے کہ ہم نفرت اور فرقہ پرستانہ کشیدگی سے قطعی دور ہو جائیں۔ اگر کوئی مسلمان بھائی حق بات سمجھ لیتا ہے۔ تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور اگر وہ حق سمجھنے سے قاصر رہا ہے۔ تو پھر یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم ہی پوری تفصیل اور ترتیب سے حق بات نہایت کے۔ درود ضرور سمجھ جاتا۔ لہذا ہمیں اپنے طریق تبلیغ کو مزید موثر بنانے کی فکر کرنی چاہئے اور کسی عام مسلمان کے ساتھ نفرت اور حقارت کا رویہ نہیں اپنانا چاہئے۔ مگر ضدی و معاند کا علاج نہیں۔

عام مسلمان قصور وار کیوں نہیں؟ ایک عام مسلمان اس لیے قصور وار

نہیں ہے۔ کہ جب ”فرقہ پرست“ گروہ سے متاثرہ ایک ”عام مسلمان“ کے سامنے ”فرقہ پرست“ علماء کے غلط عقائد بیان کئے جاتے ہیں اور اُن علماء کی گھٹیا علمی سطح کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔ تو سننے والا یہ چارہ ”عام مسلمان“ سیدھا ”فرقہ پرست گروہ“ کے علماء سے ملتا ہے۔ اور غلط عقائد کے متعلق پوچھتا ہے۔ تو وہ فوراً اُس کو کہتے ہیں۔ کہ یہ باتیں تو ہمارے پیشواؤں نے بیان ہی نہیں کی ہیں۔ بلکہ اُن کو بدنام کرنے کیلئے خواہ مخواہ گھڑ لی گئی ہیں۔ پھر وہ مختلف صفحے اُسکو دکھاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ دیکھیں ہمارے پیشواؤں اور علماء کے تو یہ یہ عقائد ہیں۔ لہذا بے چارہ ایک ”عام مسلمان“ مطمئن ہو کر دوبارہ اُسی گروہ سے چٹا رہتا ہے۔ چونکہ اُسکے پاس نہ ہی اتنا دقت ہوتا ہے۔ کہ ساری تفصیلات معلوم کرنا پھرے۔ اور نہ ہی اتنی علمیت کہ وہ معاملہ کی گہرائی میں جا کر اصل صورتِ حال کا جائزہ

لے سکے۔ لہذا وہ بھٹکے ہوئے گروہ سے وابستہ رہتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ایک عام مسلمان، قصور وار نہیں ہے۔ بلکہ قصور وار فرقہ پرست گروہ کے وہ علمائے ہیں۔ جو کہ عام مسلمانوں کو دھوکہ دیکر اور غلط بیانی کر کے راہِ راست کی طرف آنے نہیں دیتے ہیں۔

رائے ونڈ کی تبلیغی جماعت اسی کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ اور اکثر پیش آتی رہتی ہیں۔ ایک مثال

دیوبندیوں اور اہلحدیث کی رائے ونڈ والی ”تبلیغی جماعت“ میں شامل ”عام مسلمانوں“ کی ہے۔ ان ”تمام مسلمانوں“ میں اکثریت ایسے سادہ لوح مسلمانوں کی ہے۔ جن کے دیوبندیوں اور اہلحدیث والے عقائد ہی نہیں ہیں۔ لیکن اُن کو دھوکہ اور غلط بیانی سے اپنے ساتھ ملا یا ہوا ہے۔ ظاہری مقصد تو یہ ہے کہ لوگوں کو نماز روزہ کی تبلیغ کی جائے۔ لیکن اصل مقصد یہ ہے۔ کہ گزشتہ پونے دو سو سال سے دیوبندیوں اور اہلحدیث مسلک کے غلط عقائد کے سبب مسلمانوں کی بہت تھوڑی تعداد اُن کے باطل عقائد کی پھینٹ چڑھی۔ لہذا اُن کے سمجھ دار علماء نے اپنی تعداد بڑھانے کیلئے رائے ونڈ کی تبلیغی جماعت قائم کی۔ اور پالیسی یہ رکھی یہ بالکل ظاہر ہی نہ کیا جائے کہ ہمارے بنیادی عقائد کیا ہیں۔ ”عام مسلمانوں“ کو صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے فضائل ہی بتائے جائیں۔ اگر کوئی مخالف دوسری بات کرے بھی تو جماعت میں شامل لوگوں کو ایسی تربیت دی جائے کہ وہ ایک کان سے سن کر اس بات کو دوسرے کان سے نکال دیں۔ تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بچے بانسری۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم تبلیغی جماعت رائے ونڈ کے کسی ذمہ دار آدمی سے بات کر کے دیکھیں تو وہ نماز، روزہ سے آگے کوئی بات نہیں کرے گا۔ وہ ایک

بات بار بار کر سے گا۔ کہ ہمارے ساتھ چلے۔ "بڑا فائدہ ہوگا۔"۔
جب ان سے یہ بات کی جائے کہ بھائی کچھ عقائد ایسے ہیں۔ کہ اگر وہ صحیح نہ ہوں تو نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ بے کار ہیں۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ تو قاریانی بھی کرتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں منافقین بھی کرتے تھے۔ اور حضرت حسین علیہ السلام کے مخالفین بھی تہجد گزار تھے۔ یہ بات سن کر وہ ہنس دیں گے۔ اور پھر کہیں گے۔ "تبلیغی اجتماع میں تشریف لائے۔" بڑا فائدہ ہوگا۔ "۔ جب ان سے کہا جائے کہ بھائی آپ کی تبلیغی جماعت کے علماء کے پیشوا اور امام مولانا شاہ اسماعیل دہلوی نے جب اپنے صحیح عقائد تبدیل کر کے غلط عقائد اختیار کر لئے تھے۔ تو اس کے گئے چچا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے بیٹوں نے ان کے خلاف انکی زندگی میں ہی کا فر اور مرتد ہونے کا فتویٰ صادر کیا تھا۔ آج سے پونے دو سو سال پہلے

یہ بڑے عالم دین تھے۔ انہوں نے فتویٰ میں یہ بھی لکھا تھا کہ یہ بد عقیدہ شخص واجب القتل ہے۔ یہ سن کر وہ پھر ہنس دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں "تبلیغی جماعت میں تین دن لگا بیٹھے۔ بڑا فائدہ ہوگا۔"

تبلیغی جماعت کے لوگ ایسا کرنے پر کیوں مجبور ہیں۔ اس لیے کہ ان کو سکھایا ہی یہ جاتا ہے۔ اور انہیں تربیت ہی یہ دی جاتی ہے۔ کہ اگر کوئی دوسری بات کرے تو اس کو "ان سنی" کہہ کر دو۔۔۔۔۔۔ یہ پالیسی تبلیغی جماعت کے بانی علماء نے سوچ سمجھ کر اور ماضی کے تجربوں کی روشنی میں بنائی تھی۔ اور اس پالیسی سے بظاہر انہیں کامیابی بھی ہوئی ہے۔ اور بے شمار سادہ لوح مسلمان آج ان کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ لیکن باہمت اور باحوصلہ مسلمانوں

کے لیے رائے ذہن کی تبلیغی جماعت بھی ان کے شعور اور ان کی فہم و فراست کا امتحان ہے۔

ہر دور میں حق پرست گروہ منافقت کے خلاف سینہ سپر رہا۔
حق پرست گروہ کو مخفر الفاظ میں یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ ہر دور میں

ہر قسم کی منافقت کے خلاف سینہ سپر رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بیرونی کفار اور اندرون ملک کے کفار و منافقین کے خلاف کامیاب ہوئے۔ بعد میں منافقت کی بھی قسمیں اور شکلیں تبدیل ہوتی رہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دور میں "حق پرستوں" کا ایک گروہ تمام کفار اور منافقین کی شکل میں دیگر تمام فتنوں کی سرکوبی کیلئے مصروف عمل رہا۔

میرے نزدیک حق پرست مسلم کی زندگی ہی یہ ہے کہ وہ اپنے دور کی منافق قوتوں اور ملکی اور غیر ملکی کفار سے جہاد کرتا رہے۔ اور خود بھی ان کے اثرات سے بچے اور دوسرے سادہ لوح مسلمانوں کو بھی ان کے شر سے بچائے۔ منافق قوتوں اور بد مذہب گروہوں کے خود ساختہ اسلامی رنگ روپ کے دھوکہ و فریب میں نہ آئے اور جو سادہ لوح "عام مسلمان" ان کے فریب میں پھنس گئے ہیں۔ ان سے نفرت نہ کرے بلکہ اپنی فہم و فراست اور منصوبہ بندی سے ان مسلمان بھائیوں کو حق پرست گروہ میں شامل کرے۔ بد مذہب گروہ نہ ہوں۔ تو ہمارے ایمان اور عقیدہ کا امتحان اور آزمائش کیسے ہو۔ اور یہ کیسے ثابت ہو کہ ہم "حق پرست" گروہ کے بے لوث سپاہی ہیں۔

سورہ انبیاء (8)	ترجمہ از	فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ سِرًّا
مولانا فتح محمد خاں (دیوبندی)	1	پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے۔
مولانا محمود الحسن (دیوبندی)	2	پھر سمجھا نہ پکڑ سکیں گے اُس کو۔
شاہ مسد القادر	3	پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے۔
امام احمد رضا (بریلوی)	4	تو گمان کیا (یونس علیہ السلام) نے کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے

تقابل تراجم

(1)

(از مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان آف کالا باغ)

*

”اس آیت میں محمود الحسن صاحب (اور مولانا فتح محمد جالندھری (دیوبندی) نہ پکڑ سکیں گے اس کو۔“ کے جو الفاظ لکھ دیئے ہیں۔ ان سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے۔ کہ غالباً یونس علیہ السلام کا خیال تھا کہ خدا کی ذات ان پر قابو نہ پاسکے گی۔ ان جیسے جلیل القدر پیغمبر کے متعلق تو کجا۔ عام مسلمان

کے متعلق بھی یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے مقابلہ میں خدا کی گرفت کو عاجز اور درماندہ خیال کرے۔ مگر اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔
”تو گمان کیا (یونس علیہ السلام) نے کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔“
امام احمد رضا صاحب نے اس پر تنگی نہ کریں گے۔ کہتے ہیں
الفاظ میں حقیقی مفہوم ادا کیا ہے۔ ایک محبت اپنی محبت کے زعم میں یقیناً یہ خیال کر سکتا ہے۔ کہ محبوب ازل اُسے تنگی میں مبتلا نہیں کرے گا۔
پھر یہ خیال کیجئے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی زبان قرآن کے منہ میں رکھ کر یہ ترجمہ کر دیا ہے۔ کہ خود قرآن ان کے ترجمہ کی صحت کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔
يَنْبِطُ الرِّزْقُ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلِيَقْدِرَ عَلَيْهِ۔
(ترجمہ) اللہ رزق وسیع کرتا ہے۔ اپنے بندوں میں جس کیلئے چاہے تنگی فرماتا ہے۔“

(حضرت) امام اللغة لسان العرب علامہ جلال الدین محمد بن مکرم الافرقی المصری۔ المتوفی ۱۱۸۸ھ۔ نے اس آیت کریمہ کے حسب ذیل تین محل بیان فرمائے ہیں۔

(1) اس آیت کریمہ کا معنی امام فراء کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔
کہ یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں (بلا اذن چلے جانے پر) یہ گمان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے مواخذہ یا دارد گیر نہیں کرے گا۔

(2) ابولہشیم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کا ترجمہ یوں ہو گا۔ کہ ”حضرت یونس علیہ السلام نے گمان فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر تنگی نہیں فرمائے گا۔“

(3) ایک اور اہم لغت زجاج کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ -

” انہوں نے گمان کیا کہ اس (بلا اذن مخصوص جانے پر) اللہ تعالیٰ نے جو مچھلی کے پیٹ میں رکھنے کا عتاب مقدر کیا ہوا ہے - اُس کو ٹال دے گا۔“

یہ تین مچھلی بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ” یہ تینوں تعبیریں صحیح ہیں - اور جس شخص نے ” تقدیر کی لڑائی قدرت سے کی - یعنی اس طرح کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام تے یوں گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہ پکڑ سکے گا - (گو یا خدا کو اس امر پر قدرت نہیں ہوگی) وہ شخص نہ صرف یہ کہ لغت عرب اور اُس کے محاورات سے جاہل ہے -

بلکہ وہ شخص کافر ہے

کیونکہ وہ یہ کہتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ تھا - اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک کرنا کفر ہے - حالانکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسے عقیدہ فاسدہ سے معصوم ہوتے ہیں - اور جو شخص اُن کے بارے میں یہ کہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک تھا - وہ شخص قطعاً کافر ہے (جاری)

۱۔ کتاب محاسن کنز الایمان ۸۸ صفحہ ۸۸ ناشر مرکزی مجلس رضا لاہور -

(سورہ انبیاء آیت 87 تعاقب تراجم) جاری

لاجواب تعاقبی جائزہ

مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان

اس مشہور آیت کے ترجموں کا

کمال درجہ تحقیق پر مبنی لاجواب تعاقبی جائزہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔
” آیت کریمہ ” قَطُّعًا اِنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ “ میں ” نَقْدِرَ “ کو از روئے لغت - قدرت اور تنگی دونوں سے ماخوذ مانا جاتا ہے - خزانہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان فرمایا کہ ہم ان پر وہ تنگی نہیں کریں گے جو ان کے حق میں مقدر کی ہے - ابوالہشیم نے کہا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے - کہ یونس علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر چل دیئے - اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے - کہ (برطریقہ ناز) اللہ تعالیٰ سے روٹھ کر چل دیئے - لیکن جس شخص نے یہ کہا ہے کہ یونس علیہ السلام نے یوں گمان فرمایا کہ

” اللہ تعالیٰ ان کو نہ پکڑ سکے گا “

وہ شخص قطعاً کافر ہے

کیونکہ اس شخص نے قطعاً یہ گمان کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ تھا - حالانکہ حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں - اور اُن کے بارے میں یہ گمان ناجائز ہے - ابوالہشیم نے کہا اس آیت کا

مطلب یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے گمان کیا کہ یوں (بغیر اجازت جانے سے) اللہ تعالیٰ ان پر دار و گیر نہیں فرمائے گا۔ یا — یہ مطلب ہے کہ انہوں نے گمان فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ ان پر تنگی نہیں فرمائے گا۔

کیونکہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔ ”وَمَنْ قَدَّرْ عَلَيْنَا رِزْقًا“ یعنی (ترجمہ) جس شخص پر رزق تنگ کر دیا گیا۔

اس آیت میں ”قَدَّرْ“ بمعنی تنگی ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت ”وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَّرْ عَلَيْهِ رِزْقًا“

(ترجمہ) کسی شخص کو جب اللہ تعالیٰ نے تنگی میں مبتلا کیا۔

اس آیت میں بھی ”قَدَّرْ“ بمعنی تنگی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں رکھ کر اس قدر شدید تنگی میں مبتلا کیا کہ کسی اور شخص کو ایسی تنگی میں مبتلا نہ کیا تھا۔ اور اس طرح ان کا غصہ

ٹھنڈا کر دیا۔ اور زجاج نے یہ کہا کہ اس آیت میں ”قَدَّرْ“ بمعنی قضا و قدر اور تقدیر کے بھی ہے۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں (بلا اجازت جانے پر) ان کے لیے مچھلی کے پیٹ میں رکھنے کی جو تنگی مقدر فرمائی ہے۔ اُس کو ٹال دے گا۔ اور انہوں نے کہا کہ قدر بمعنی تقدیر کے بھی آتا ہے۔ اور اسی طرح تفسیر میں بھی آیا ہے۔

ازہری نے کہا جو کچھ زجاج نے کہا ہے۔ اُس کے بارے میں امام ابواسحاق نے فرمایا کہ وہ صحیح ہے۔ اور دونوں معنی لغت میں مشہور ہیں۔ قدر بمعنی تقدیر بھی اور قدر بمعنی تنگی بھی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے

کہ اس آیت سے کیا مراد ہے۔ لیکن جس شخص نے اس آیت میں قدر کو قدرت سے ماخوذ مان کر کہا کہ

— حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان کیا کہ

اللہ تعالیٰ ان کو پکڑ نہ سکے گا۔

تو یہ ناجائز ہے۔ اور اس معنی کا گمان کرنا کفر ہے۔ کیونکہ اللہ کی قدرت میں ظن کرنا شک کرنا ہے۔ اور اُسکی قدرت میں شک کرنا کفر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کے گمان سے محفوظ اور معصوم رکھا ہے۔ اور اس آیت کا یہ معنی وہی شخص کر سکتا ہے۔ جو لغت عرب اور اُسکے محاورات سے جاہل ہو۔

(لسان العرب جلد 6 صفحہ 77)

مولوی محمد الحسن صاحب (دیوبندی اور مولانا فتح محمد جالندھری وغیرہ) کے ہم مسلک حضرات سے گزارش ہے کہ امام اللغت حضرت علامہ جمال الدین مہری نے اس آیت میں ”قَدَّرْ“ کے معنی کی جو بحث فرمائی ہے۔ اُس کو بغور ملاحظہ کریں۔ اور پھر عقل و انصاف اور دیانت و امانت کے ساتھ اور تصلب و تعصب سے بالاتر ہو کر فیصلہ کریں۔ محمد الحسن صاحب نے جو اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے۔ کہ

”یونس علیہ السلام نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہ پکڑ سکے گا۔“

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں ترجمہ اور صاحب ترجمہ کا کیا حکم ہونا چاہیئے۔

(2)

— (سورہ انبیاء آیت 87 تعالیٰ تراجم) جاری —

*

اسلامی ساقیو!

آپ نے سورہ انبیاء کی مشہور آیت 87 کا تعالیٰ تراجم ملاحظہ فرمایا۔ دیکھا۔ اچھے بھلے شہرت یافتہ علماء کے اردو ترجموں میں دل ہلا دینے والی غلطیاں موجود ہیں۔ وجہ — ایک ہی وجہ کہ علماء نے قرآنی آیات کے عربی الفاظ کے ”حقیقی معنی و مفہوم“ کی تلاش کے لیے عربی لغت و ادب اور تفسیر و احادیث کی کتابوں سے رہنمائی حاصل کرنے کیلئے محنت اور تحقیق کا راستہ نہ اپنایا۔ بلکہ انہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ کرتے وقت شاہ عبد القادر کے اردو ترجمے کی نقل اور تقلید پر ہی اکتفا کیا۔ جیسے کہ ہم جانتے ہیں کہ قرآن مجید کے اردو ترجمہ کرنے والے علماء کا ایک گروہ (مولانا محمود الحسن دیوبندی۔ مولانا فتح محمد جالندھری وغیرہ) تو وہ ہے۔ جس نے اپنے ترجموں کو شاہ عبد القادر کے ترجمہ قرآن کی نقل اور تقلید کر کے مکمل کیا۔ اور دوسرا گروہ (مولانا اشرف علی تھانوی دیوبند مولانا وحید الزماں المحدث وغیرہ) وہ ہے۔ جو کہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اردو ترجمہ قرآن کی پیروی کا دعویٰ کر رہے۔ اور اس گروہ نے قرآن مجید کا ترجمہ کرتے وقت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے اردو ترجمہ کو پیش نظر رکھا ہے۔ یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ قرآن مجید کے

اردو ترجموں کی ابتداء حضرت شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر کے قلم سے ہوئی۔ اور ہر کام کی ابتداء میں جو خامیاں اور کمزوریاں رہ جاتی ہیں۔ بعد میں آنے والے محققین اور مفسرین اپنی تحقیق اور علمی وسعت سے ان خامیوں اور کمزوریوں کا ازالہ کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کتاب میں تعالیٰ تراجم کے دوران ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ علماء کے یہ دونوں گروہ تحقیق اور علمی وسعت کی بجائے نقل اور ذاتی فکر پر توجہ دیتے رہے۔ جسکی بنا پر وہ قرآن فہمی کی حقیقی اور مطلوب منزل سے نا آشنا رہے۔

تحقیق اور علمی وسعت بھی بے کار | تحقیق اور علمی وسعت بھی اسی وقت نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے۔ جب کہ محقق اور مفسر کو تائید خداوندی حاصل ہو اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ خاص کا مستحق قرار پائے۔

اسلامی ساقیو! اب ہمیں سورہ انبیاء کی زیر نظر آیت 87 کا حقیقی مفہوم سمجھنے میں کوئی دشواری باقی نہیں رہی ہے۔ اور اب ہم یہ بات اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ کہ اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی) اپنے دور کے واحد مفسر و مترجم قرآن ہیں۔ جنہیں تائید خداوندی حاصل تھی اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں انہیں نبی کریم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کی قرآن فہمی مستند اور غلطیوں سے مبرا ہے۔ اور قرآن مجید کا اردو ترجمہ انہوں نے کیا ہے جس کا نام

کنز الایمان (یعنی ایمان کا خزانہ)

ہے۔ وہ ایک ایسا ترجمہ ہے۔ جس کو پڑھنے کے بعد تفسیر کی حاجت کم نہیں رہ جاتی ہے۔ اس آیت کا اعلیٰ حضرت ترجمہ فرماتے ہیں۔
 ”تو گمان کیا (یونس علیہ السلام نے) کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے،
 مِیْحَاتِ اللہ !

ترجمہ عربی لغت و ادب اور معنی و بیان کی کتابوں کے مطابق ہے۔ اور قرآن و سنت نے جو انبیاء کا مقام متعین کیا ہے۔ یہ ترجمہ اُس عقیدہ کا محافظ و نگہبان ہے۔

(3)

• (از مولانا بدر الدین احمد قادری گورکھ پوری) •
 ”پھر یونس نے سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے۔“ (ترجمہ از مولانا محمود الحسن)
 ”اور یونس نے خیال کیا ہم ان پر قابو نہیں پاسکیں گے۔“ (فتح محمد جالندھری)
 ”یونس کو ایسا دھم گدڑا کہ ہم ان پر قابو نہیں پاسکیں گے۔“ (ڈپٹی نذر احمد دہلوی)
 ”ترجمین نے آیت کریمہ کا باطل ترجمہ کر کے حضرت یونس علیہ السلام پر یہ بہتان لگایا کہ ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قابو نہیں پاسکتا۔ اور نہ میری پکڑ کی طاقت رکھتا ہے۔ گویا ان مترجمین کے نزدیک حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ رکھتے تھے۔ معاذ اللہ۔ ان ناداروں نے سمجھا کہ آیت میں لَقَدْ اَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِیْمُ ہے۔ بس بے سوچے سمجھے اسکی اردو بنادی۔ حالانکہ یہ لَقَدْ اَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِیْمُ ہے۔“

تبلیغی درس 23 (حصہ سوم)

سورہ انبیاء 107
ترجمہ از

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝

1	اور ہنی بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت واسطے عالموں کے	شاہ رفیع الدین نور محمد دہلوی
2	اور ہم نے ایسے مضامین نافذ دیکر دیکر اور کسی بات کی واسطے نہیں بھیجا۔ مگر دنیا جہان کے لوگوں یعنی مکلفین پر مہربانی کرنے کے لیے۔	مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی
3	اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا۔ سو جہاں کے لوگوں پر۔	شاہ سید نقاد
4	اور جب تجھ کو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر جہان کے لوگوں پر۔	مولانا محمود الحسن (درویشی)
5	اے محمد۔ ہم نے جو تمہیں بھیجا ہے۔ تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔	ابوالاعلیٰ مودودی (جماعت اسلامی)
6	اور ہم نے تمہیں بھیجا۔ مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔	امام احمد رضا (درویشی)

تقابل تراجم

(۱) اسلامی سمجھتو! اوپر کے ترجموں کو پڑھتے ہی ترجموں کا فرق آجاتا ہے۔ اس کتاب میں پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ لوگوں میں یہ غلط کیا جاتا ہے کہ

مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) کا اردو ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے مطابق ہے اور اُس کی نقل پر ہے۔ مگر ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ شاہ رفیع الدین تو ترجمہ کر رہے ہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالموں کیلئے رحمت ہیں۔ مگر تھانوی صاحب ترجمہ کر رہے ہیں۔ کہ عالموں کیلئے نہیں بلکہ صرف مکلفین اور لوگوں پر مہربانی کرنے کے لیے۔ — مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) نے شاہ رفیع الدین کے اردو ترجمہ کی اچھی نقل کی بلکہ ترجمہ کو سرے سے ہی بدل ڈالا۔ اور آیت کا مفہوم اپنی طرف سے محدود کر کے رکھ دیا۔

— اور مولانا مودودی (اسلامی) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سرے سے رحمت مانتے ہی نہیں۔ — صاف نظر آ رہا ہے۔ کہ دوسرے تمام مترجمین آیت کا مفہوم جان بوجھ کر تبدیل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تاکہ کسی طرح اس آیت کے یہ معانی نکل آئیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالمین کے رحمت بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔

(2)

(تقابل تراجم از مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان)

* جن آیات میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور شان نمایاں طور پر بیان کی گئی ہے۔ مندرجہ بالا آیت ان آیات بنیات میں سے ایک ہے۔ مومن صادق اور سچے امتی کیلئے اس سے بڑھ کر کیا مُسترت ہوگی۔ کہ اس کے نبی کی شان و عظمت بیان کی جائے۔ لیکن خود کیجئے کہ بعض مترجمین میں بنی اکرم کے فضل و کمال کو کس طرح کم کرتے

کی کوشش کی ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے حضور کے شانِ شان ترجمہ کیا ہے صدر الافاضل نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ

”آیت کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت مطلقہ تامہ کاملہ عامہ محیطہ بر جمیع فقیدات رحمت غلیہ و شہادت علمیہ و عینیہ و وجودیہ و شہودیہ و سابقہ و لاحقہ و غیر ذالک — تمام جہانوں کیلئے عالم اوداع ہو یا عالم اجسام ذوی العقول ہوں یا غیبر ذوی العقول“

غور فرمائیے۔ یہ کیا سبب ہے۔ کہ مودودی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سرے سے رحمت مانتے ہیں نہیں۔ اور تھانوی صاحب اور محمود الحسن صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت کا دائرہ تنگ کر کے صرف دنیا کے مکلفوں تک محدود رکھتے ہیں اس کے برخلاف اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت کا عموم، شمول اور اطلاق بیان کرتے ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال کو علی العموم بیان فرماتا ہے۔ وہاں یہ حضرات کیوں تقید کرتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل کیوں ایسے مواقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات پر بڑھ چڑھ کر بیان کرتے ہیں۔ آخر اس فرق کا سبب کیا ہے؟ آپ خود ہی سوچ لیں۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔ —

(3)

ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ آیت کا جو ترجمہ بنتا ہے۔ وہی ترجمہ کریں۔
آیت کا ترجمہ تو صحیح کریں۔ اگر اختلاف کرنا ہے اور مفہوم تبدیل کرنا
ہے۔ تو یہ تفسیر و تاویل میں کرتے پھریں۔ اس آیت کا ترجمہ
کرتے وقت ذاب وحید الزمان حیدر آبادی (المحدث) نے کوئی دلائل
بائیں جھانکنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ بالکل صاف اور صحیح ترجمہ کیا ہے۔
جو کہ شاہ رفیع الدین کے ترجمہ کے مطابق ہے۔

” (اے پیغمبر) ہم نے تجھ کو سارے جہان کیلئے رحمت بنا کر

بھیجا، اور اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مولانا محمد عبیدہ الفلاح (المحدث) نے
بھی تنگی محسوس نہیں کی۔ تفسیر بیان کرتے ہیں۔

” صرف مسلمانوں کیلئے نہیں بلکہ مسلمان کا فرسب کیلئے اور دنیاوی
و اخروی ہر اعتبار سے آپ رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔“

2۔ قرآن کریم اشرف الموحی، ترجمہ نواب وحید الزمان حیدر آبادی صفحہ 396

ناشر شیخ محمد اشرف۔ تاجران کتب۔ 7۔ ایک روڈ لاہور۔

سورہ

20
106
213

شعشاع

22
50

نمل

تکبوت

49



قَالَ فَعَلْتُهَا إِذْ أَوْأَنَا مِنَ الصَّالِينَ ○

سورہ شہارہ 26

ترجمہ (د)

1	کہا موسیٰ نے کیا تھا میں نے وہ کام اسوقت اور میں گمراہوں سے تھا۔	شاہ رفیع الدین محدث دہلوی
2	موسیٰ نے جواب دیا کہ (واقعی) اسوقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا۔ اور مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔	مولانا اشرف علی تھانوی (دہلی بندی)
3	موسیٰ نے فرمایا۔ میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی۔	اعلیٰ حضرت مجدد نام احمد رضا دہلوی

تقابل تراجم

(1)

اس سے قبل بھی یہ بات بیان کی جا چکی ہے۔ کہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے سب سے پہلا اردو ترجمہ کیا تھا۔ لہذا ہمیشہ کام کی ابتداء میں بہت سی غلطیاں اور خامیاں رہ جاتی ہیں۔ بعد میں آنے والے مترجمین کا یہ کام ہے۔ کہ وہ ان غلطیوں اور خامیوں کو بہت درجہ دور کرتے چلے جائیں۔ اس زیر نظر آیت کے اردو ترجموں پر نظر ڈالیں تو شاہ محدث دہلوی نے "الصَّالِينَ" کا ترجمہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں "گمراہوں سے تھا"۔ — حالانکہ "الصَّالِينَ" کے معنی نادانستگی، نادانیت اور خبر نہ ہونا کے بھی ہیں۔ اور یہاں پر اس لفظ کے یہی معانی

مقصود ہیں۔ لہذا اعلیٰ حضرت نے اس آیت کا صحیح ترجمہ کر کے سابقہ ترجموں کی غلطی اور خامی کو دور کر دیا تھا۔ مولانا اشرف علی تھانوی (دہلی بندی) کا اردو ترجمہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے بہت بعد منظر عام پر آیا۔ لہذا انہوں نے استفادہ کر کے صحیح ترجمہ کرنا چاہئے تھا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے عربی لفظ "صَلَاتٌ" کے معنوں کی چھان بین اور تحقیق پر توجہ ہی نہیں دی۔ اور انہوں نے شاہ رفیع الدین کے اردو ترجمہ کی نقل پر ہی اکتفا کر لیا۔ حالانکہ مولانا اشرف علی تھانوی (دہلی بندی) کے دور کے دوسرے علمائے نے اس آیت کے ترجمہ میں غلطی نہیں دہرائی بلکہ انہوں نے اپنے ترجمہ میں اس غلطی اور خامی کو دور کر دیا۔ مثلاً مولانا مودودی نے ترجمہ کیا۔

"موسیٰ نے جواب دیا۔ اسوقت وہ کام نادانستگی میں کر دیا تھا۔" اسی طرح نواب وحید الزماں (المحدث) نے "الصَّالِينَ" کا ترجمہ "جب میں نادان تھا۔" کیا۔



تبلیغی درس 25

اِذْ قَالَ لَهُمُ اخُوهُمْ نُوحٌ الْاَتَقُونَ ○

سورہ الشعراء
(26) ترجمہ از۔

1	جب کہا ان کو انکے بھائی نوح نے، کیا تم کو ڈر نہیں۔	شاہ عبد القادر
2	جبکہ ان کو ان کے بھائی نوح نے کو تم کو ڈر نہیں۔	مولانا محمود الحسن (دیوبندی)
3	جس وقت کہہا واسطے ان کے بھائی ان کے نوح نے، کیا تم نہیں ڈرتے تم	شاہ رفیع الدین محمد دیوبند
4	جب کہ ان سے ان کے برادر کے بھائی نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم (غلام) ڈرتے نہیں۔	مولانا اشرف علی تھانی (دیوبندی)
5	جب ان کے بھائی نوح نے ان سے کہا کیا تم (غلام) نہیں ڈرتے۔	مولانا ذابیر الرحمن (پلھری)

6	جبکہ ان سے ان کے ہم قوم نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں۔	مفت محمد امجد علی احمد دیوبند
---	--	----------------------------------

تقابل تراجم

(1)

جیسے کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ دیوبند اور اہلحدیث مکتبہ فکر کے تمام

علماء نے قرآن مجید کا اردو میں ترجمہ کرتے وقت شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجموں کی تقریباً نقل کی ہے۔ یا پھر اٹکل پچو (بغیر تحقیق کے) اور دھڑکے کچھ الفاظ ترمیم و اضافہ کی صورت میں اپنے ترجموں میں شامل کر کے اپنے آپ کو ترجمین کی فہرست میں شامل کر لیا ہے۔ میرے اس موقع سے اختلاف رکھتے والے بھائی بے شک غصہ کریں گے۔ مگر تحمل اور ٹھنڈے دل سے ان ترجموں کا مطالعہ کریں تو وہ بھی یہی نتیجہ اخذ کریں بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ زیر نظر آیت کے اردو ترجموں کا مطالعہ کیجئے۔ تو حسب سابق ایک ہی بات نظر آئے گی۔ کہ چونکہ ”اسخ“ کا ترجمہ شاہ عبد القادر نے ”بھائی“ کر دیا۔ لہذا شاہ عبد القادر کے ترجمہ کی نقل کر کے ترجمہ کر نوالے مولانا محمود الحسن (دیوبندی) مولانا فتح محمد جالندھری وغیرہ نے بھی ”اسخ“ کا معنی ”بھائی“ لکھ دیا۔ اندازہ لگائیں کہ وہی علماء کو قرآن مجید کا ترجمہ کرتے وقت بھی تحقیق اور عقل استعمال کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ اگر سچ پوچھیں تو حقیقت یہ ہے کہ علماء دیوبند و اہلحدیث تحقیق اور علمی وسعت کے اس مقام سے ہی محروم تھے۔ کہ جہاں پہنچ کر ایک عالم دین ”قرآن فہمی“ میں قابل اعتبار اور مستند درجہ کا حامل ہو جاتا ہے۔ اور یہ مقام ذات باری تعالیٰ کے خصوصی فیض اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم اور توجہ سے صدیوں بعد کسی ایک مجتہد کو ملتا ہے۔ تو پھر ان کی دوسری کتابوں کا کیا حال ہوگا۔ قرآن مجید کا جب اردو ترجمہ ہی یہ علماء غلطیوں سے پاک اور تحقیق پر مبنی نہ کر سکے۔ تو ان کی لکھی ہوئی دوسری کتابوں پر اعتبار تو وہی لوگ کر سکیں گے۔ جن کو حقیقت حال کا علم نہ ہوگا۔

اس آیت میں چونکہ لفظ ”اسخ“ کا معنی شاہ رفیع الدین نے

”بھائی“ کیا تھا۔ تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ شاہ رفیع الدین کے اردو ترجمہ کی نقل کر کے اپنا ترجمہ مکمل کرنے والے مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) مولانا نواب وحید الزماں (الچدیت)، دیگر بھی لفظ ”آج“ کے معنی ”بھائی“ ہی کر رہے ہیں۔

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی، شاہ عبدالقادر نے اردو ترجموں کی ابتدا کی تھی۔ اور کسی بھی کام کے آغاز میں بہت سی کمزوریاں اور خامیاں رہ جاتی ہیں۔ یہ بعد کے دور میں پیدا ہونے والے محققین کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ آہستہ آہستہ ان خامیوں اور کمزوریوں کو دور کرتے چلے جائیں۔ اور اگر ان ترجموں کی خامیوں اور غلطیوں کو دور کرنے کی کسی میں صلاحیت اور علمیت نہ ہو۔ تو ایسے علماء کو چاہئے کہ وہ خاموش بیٹھے رہیں۔ جب محقق نہیں ہیں تو مزور زبردستی محقق بننے کی کوشش کرنی ہے۔ لیکن بغیر میں قرآن مجید کا اردو ترجمہ کر کے مترجمین کی فہرست میں شامل ہونے کا علماء کے ایک گروہ پر ایسا بھوت سوار ہوا۔ کہ جب کسی عالم کو کسی وجہ سے تھوڑی سی شہرت ملی۔ اُس شہرت کو بیکار کرنے کیلئے (شاہ عبدالقادر یا شاہ رفیع الدین کے ترجمہ کو سامنے رکھ کر) قرآن مجید کا ترجمہ کر ڈالا۔ وقتی طور پر تو انکی واہ واہ ہو گئی۔ اب وہ تو اس دنیا سے کوئی کر گئے۔ لیکن ان کے جان نشین علماء آج ان کے غلط ترجموں سے چھٹے بیٹھے ہیں۔ اور اس پریشانی میں مبتلا ہیں۔ کہ ان غلط ترجموں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کریں۔ اگر وہ خاموش رہتے ہیں۔ تو ان کے سادہ لوح پیروکار کہیں گے کہ یہ غلط ترجموں کا کیا تماشلے۔ اور اگر ادب پٹانگ لکھ کر اور تاویلات پیش کر کے ان ترجموں کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ تو یہ ویسے ہی ناممکن ہے۔ الفاظ

کی ہیرا پھیری کتنی بھی کر لی جائے۔ جب عوام کو اس بات کا علم ہو جائے کہ دو اردو چار ہوتے ہیں۔ تو پھر برتاوی ان پر الٹی پڑے گی۔ اور دوسری بات یہ ہوگی۔ کہ جتنی وہ تاویل پیش کریں گے۔ اتنی ہی وہ غلطیوں پر غلطی کرتے چلے جائیں گے۔ میرا اپنا اندازہ یہ ہے کہ وہ برانا حربہ اور نیرانا ہتھیار استعمال کریں گے۔ کہ علحضرت مجدد امام احمد رضا کے خلاف گھٹیا پردہ بگنڈا کیلئے وہ اپنی تجویزیاں کھول دیں اور مجدد امام کی شخصیت کو مشکوک بنانے کا پڑانا کار دیا شروع کر دیں۔ تاکہ عوام ٹھنڈے دل سے علحضرت مجدد امام کی عظیم شخصیت کا مطالعہ ہی نہ کر سکیں۔ شور و غل اور پردہ بگنڈا کا بازار گرم کر دیا جائے۔ تاکہ علحضرت مجدد امام کی تحقیق اور فکر کے مطالعہ سے قبل ہی ایک عام مسلمان بددلی کا شکار ہو جائے۔ اور یوں قرآن مجید کے غلط اردو ترجموں اور دیگر غیر مستند کتابوں کے اجارہ دار علماء دیوبند اور علمائے الچدیت کے پلیٹ فارم قائم و دائم رہیں۔ اور ان اردوں سے وابستہ انکے روزگار متاثر نہ ہوں۔

ہم کب کہتے ہیں۔ کہ ان کو اپنا موقف پیش کر نیکاحی نہیں ہے۔ انہیں حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنے خود ساختہ نظریوں اور عقائد کی تشہیر کریں۔ وہ جس قسم کا چاہیں محاذ کھول لیں۔ راہ راست پر نہ آنا ان کی مجبوری ہے۔ اور ان کی یہ مجبوری حق پرست گروہ کے مسلمانوں کے لیے آزمائش اور امتحان ہے۔ اگر معاشرہ میں غلط عقائد کا طوفان نہ ہو تو صحیح عقائد کی قدر کون کرے۔ دشمن اگر نہ ہو تو دوست کی قدر کیسے ہو۔ رات اگر نہ ہو تو دن کے اجالوں کی خوبیوں پر فخر کون کرے۔ لہذا بدعقیدہ اقلیتی گروہ کے وجود میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف

سے کوئی حکمت پر مشیدہ ہے۔ لہذا ان کے علماء سے گزارش ہے کہ میدان حاضر ہے۔ لیکن طوفان بدتمیزی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آپ سے مخاطب بھی نہیں ہیں۔ ہم تو آپ کے سادہ لوح پیر و کاروں سے مخاطب ہیں کہ بھائیو! ہمارا قرآن ایک ہے۔ اُس کا صحیح اردو ترجمہ بھی ایک ہے۔ یعنی ”کنز الایمان“۔

(2)

اے اب ہم زیر نظر آیت کا تعابلی جائزہ لیتے ہیں۔
عربی لفظ ”آخ“ کے کئی معنی ہیں۔ اس کے معنی ”بھائی“ بھی ہیں۔
”ہم قوم“ بھی ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے معنی ”صدیق“، ”دوست“ اور ”صاحب“ بھی ہیں۔
زیر نظر آیت میں ”آخ“ کا معنی ”ہم قوم“ قابل ترجیح ہے۔ لیکن اس کا معنی ”بھائی“ لیکر آیت کا مفہوم بیان کر دیا جائے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ لہذا شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالغفار کے ترجمے بھی درست ہیں۔ مگر حضرت مجدد الم کا ترجمہ قابل ترجیح ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے ”آخ“ کے معنی ”ہم قوم“ لیے ہیں۔
اسلامی ساقیو! آپ کو علم ہے کہ ہم نے اس کتاب میں کوئی ایسی آیت تعابلی جائزہ کیلئے نہیں لی ہے جس کے ترجموں میں معمولی فرق ہو۔ اگر یوں کرتے تو یہ کتاب کئی ہزار صفحات پر پھیل جاتی ہے۔ اب آپ کہیں گے کہ پھر اس آیت (شعراء آیت 16) کو تعابلی موازنہ کے لیے کیوں منتخب کر لیا؟
_____ عرض یہ ہے کہ ایک دیوبندی قاسمی صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ”آخ“ کا ترجمہ ”بھائی“ ہے۔ اُن کے

اعتراض سے ظاہر ہوتا ہے کہ ”آخ“ لفظ کا صرف ایک ہی معنی ”بھائی“ ہے۔ اور دوسرا معنی اس لفظ کا نہیں ہے۔ اس کا جواب مفتی اعظم ہند علامہ اختر رضا خاں الازہری نے کتاب ”الواررہنا“ صفحہ 125 پر یوں دیا ہے۔
” (آخ) صدیق، دوست اور صاحب کے معنی میں بھی آتا ہے۔ کما فی القاموس والقراخ — عالم کو ”آخو العلم“ کہتے ہیں۔ قال الشاعر آخو العلم حی خالد بعد موتہ (یعنی) صاحب علم ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ اپنی موت کے بعد۔
”کبھی کسی شے پر آخ یا اخت کا اطلاق اس شے کے شے دیکر کے ساتھ کسی امر میں مشارکت کی وجہ سے بھی کرتے ہیں۔ علمی کتابوں میں اس قسم کے اطلاقات کثرت ہیں۔ کما لا یخفی۔ اور اسی قبیل سے عرب کا محاورہ ہے کہ وہ عربی کو آخو العرب کہتے ہیں جس کا با محاورہ ترجمہ ”عربوں کا ہم قوم“ ہی ہے۔ یہاں لازم نہیں کہ آخو العرب تمام عربوں کا بھائی ہو۔ معلوم ہوا کہ مر جگہ آخ کا ترجمہ بھائی نہیں ہوتا۔
” (زیر نظر آیت میں) ”آخوہم“ یہاں بھائی کے معنی میں نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ امر ہر شخص پر ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نوح اپنی قوم میں ہر شخص کے بھائی نہ تھے۔ (کسی کے والد، کسی کے چچا، کسی کے بھتیجے بھی ہو سکتے ہیں) اور یہاں آیت کہ یہ میں آخوہم فرمایا گیا جو بمعنی بھائی تمام قوم کی نسبت صحیح نہیں۔ ”لا جرم آخوہم آخو العرب“ کا ”آخ“ اور اُسکی نظیر ٹھہرا۔ اور اس لفظ سے الواحد منہم ”اُن میں کا ایک“ مراد ہوا۔ عام ازیں کہ قوم میں وہ فرد کسی کا

نسبی بھائی ہو یا نہ ہو۔ مگر معترض بہادر خواہ مخواہ نوح علیہ السلام کو سب کا بھائی بنانے پر تیلے ہوئے ہیں۔۔۔

..... یعنی اخا ہم سے مراد ”اُن میں کا ایک“ ہے ، اے

یہذا! علیحضرت کا ترجمہ قابل توجہ ہے۔ وہ ترجمہ فرماتے ہیں۔
 ”(نوح کی قوم نے پیغمبروں کو تھیلایا) جبکہ اُن سے
 ”ان کے ہم قوم نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں“

سبحان اللہ - ترجمہ ایک ایک لفظ ہر قسم سے پاک صاف ہے ۔

(ii)

اب اگر یہ کہا جائے لفظ "آخ" کا ترجمہ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر نے "بھائی" کیا تھا۔ لہذا یہ معتبر زیادہ ہے۔ تو ہم ایک آیت پیش کرتے ہیں۔ "وَيُخَفِّعُونَ الْمَأْخُوتَ" (سورہ ماعون آیت ۶) جس کے معنی مترجمین یوں کر رہے ہیں۔

اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیز کو
 اور مانگے نہیں برتنے کی چیز ہے
 اور روزمرہ کے برتنے کا سامان مانگیں دیتے
 اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے
 مولانا اشرف علی تھانوی، شاہ رفیع الدین، شاہ عبد القادر اور محمود الحسن
 نواب وحید الزماں (الحمد للہ)
 مولانا اشرف علی تھانوی (دلیوبندیا)
 بظاہر دیکھنے میں مولانا اشرف علی تھانوی، شاہ رفیع الدین، شاہ عبد القادر کے ترجموں میں
 زمین آسمان کا فرق ہے لیکن لفظ "الماعون" کے دونوں مفہوم ثابت و معتبر ہیں اور
 پھر اجتماعی عقیدہ کے خلاف بھی ترجمہ نہیں جاتا۔ لہذا تمام ترجیح صحیح ہیں۔

عبد۔ انوار رضا صفحہ 125-126 - شائع کردہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز - لاہور۔
تفصیل کے لیے۔ کتاب انوار رضا کا مطالعہ کریں۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمُعَذِّبِينَ

پس مت پکارا ساتھ اللہ کے معبود اور کو پس ہو جا کچھ تو عذاب کئے گیوں سے | شاہ رفیع الدین محدث دہلوی

2 پس اے محمد ﷺ کیا تھ کسی دوسرے محمود کو نہ پکارو۔ ورنہ تم بھی سزا پانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

3 تو اے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو (مشرکوں کی طرح) مت
پسکار۔ پھر عذاب میں بڑ جائے۔

4 سورتوں پکار اللہ کے ساتھ ددرا حاکم پھر تو تم بڑے عذاب میں
شاہ عبد القادر

5 سوائے پیغمبر خدائے ساتھ کہ اور معبود کی عبادت مت کرو کبھی تم کو نسا اوتارے گا۔

6. واللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پڑے کہ تجھ پر عذاب ہوگا۔
 علی حضرت محمد بن ابی احمد رضا

تقابل تراجم

(12)

زیر نظر آیت میں ابوالاعلیٰ مودودی (جماعت اسلامی) مانو اب وحید الزما
(الحدیث) اور مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی) نے اپنے ترجموں میں اسے محمدؐ

”اے پیغمبر“ کے الفاظ اپنی طرف سے ہی شامل کر دیئے ہیں حالانکہ اس آیت میں مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

قرآن و سنت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مقام متعین کر دیا ہے۔ ترجمہ کرنے والے کا فرض ہے کہ وہ اُس مقام کو پیش نظر رکھ کر کھوج لگائے اور تحقیق کرے کہ آیت کا مفہوم کیا ہے۔ حالانکہ موضع القرآن ترجمہ از شاہ عبدالقادر کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ ”یہ فرمایا رسول کو اور سنایا اور ان کو“ مقصد یہ ہے کہ یہ آیت خطاب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ (بلکہ پورا قرآن ہی اُن سے خطاب ہے) لیکن مراد اللہ کے بندے ہیں۔ اسی طرح خزائن العرفان میں اس آیت کے حاشیہ پر موجود ہے کہ اس سے مراد اللہ کے بندے ہیں۔ نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔



زیر نظر آیت میں دوسری غلطی مترجمین نے یہ کی ہے کہ انہوں نے عربی لفظ ”تَذَرُح“ کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ اور اس کا ترجمہ ”پکارنا“ کر دیا ہے۔ حالانکہ اس لفظ کا یہاں مفہوم ”پوچھنا“ ہے۔ پکارا تو اولیاء اللہ اور اللہ کے نیک بندوں کو بھی جاتا ہے۔ البتہ پوچھا صرف اور صرف خداوند کریم کو جاتا ہے۔

(2)

امامہ ڈاکٹر طاہر القادری کا زور دار خطاب
علامہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری نے
در العلوم حنفیہ مدینہ مجددی آبادی ساہیوال کے صحن میں ایک زور دار خطاب

کے دوران اس آیت کے ترجمہ کا جائزہ لیں لیا۔
”علم کا تقاضا یہ ہے کہ اس لفظ کے وہ معنی لیے جائیں۔ جو کہ یہاں مطلوب ہیں۔ اور پہلے ماہرین لغت اور مفسر اور اماموں نے اس کے معنی لئے ہیں۔“ ”صلوٰۃ“ لفظ کے 56 معانی ہیں۔ لیکن آپ ان سارے معنی کو چھوڑ کر صلوٰۃ کا ایک معنی کرتے ہیں۔ یعنی ”نماز“۔ طلاق کے کئی معنی ہیں۔ لیکن آپ معنی کرتے ہیں۔ تو مشترک لفظ اس لئے ہوتا ہے۔ کہ اُس کے معنی کئی ہوتے ہیں۔ لیکن اہل علم کا فرض ہے کہ اُس معنی کو منتخب کرے جس کا یہاں ضرورت ہے۔ ”تَذَرُح“ کا معنی پکارنا، بلانا بھی ہے اور ”تَذَرُح“ کا معنی عبادت کرنا بھی ہے۔ امام جلال الدین سیوطی۔ امام رازی۔ تفسیر شیخ ابوسعید۔ دنیا کے تقریباً تمام مفسرین نے اس کا ترجمہ یہی کیا ہے۔“

”جب ”تَذَرُح“ کا معنی عبادت کا فرق، تفرق اور انتشار بچائے پکارنا کر دیا گیا۔ تو ترجمہ اپنے محل سے ہٹا اور امت مسلمہ میں فرقے تفرقے اور انتشار پیدا ہو گئے۔ اللہ کے بندوں کو پکارنا شرک ہے یا اسلام۔ اللہ کے بندوں کی مدد طلب کرنا شرک ہے۔ یا اسلام۔ یہ بحث اُس وقت تک اسلام کی تاریخ میں پیدا نہ ہوئی تھی جب تک ”تَذَرُح“ کا نیا معنی قرآنی اصلاح میں پکارنا نہ کیا گیا تھا۔“
* اعلیٰ حضرت کا ترجمہ امت مسلمہ میں وحدت پیدا کر نیکاف ذمہ دار تھا
”اعلیٰ حضرت کا ترجمہ امت مسلمہ میں وحدت پیدا کرنے کا ذمہ دار تھا۔ اور اس ترجمے سے انحراف کے سبب امت گمراہوں اور طغیوں میں بٹ گئی۔“

أَحْطْتُ بِمَا لَوْ تَحْطُ بِهِ

سورہ غل 22 (27)

ترجمہ از

1	میں نے آیا خبر ایک چیز کی تجھ کو اس کی خبر نہ تھی۔	شاہ عبید القادر
2	میں نے آیا خبر ایک چیز کی کہ تجھ کو بھی معلوم نہیں ہے۔	نواب جدید الزمان (المحدث)
3	میں نے آیا خبر ایک چیز کی کہ تجھ کو اس کی خبر نہ تھی	مولانا محمد الحسن (دیوبندی)
4	میں نے وہ معلومات حاصل کی ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں۔	ابولاعلیٰ مودودی (مجتہد اسلامی)
5	میں وہ بات دیکھ آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی۔	اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی)

تقابل تراجم

(1)

از مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان



”حضرت سلیمان علیہ السلام نے دربار لگایا تو ہد ہد کو غائب پایا۔
جلال میں آکر فرمایا ”مَا لِيَ لَا أَرَى الْهَدَّ هَذَا“ آج میں ہد ہد کو کیوں

نہیں دیکھ رہا ہوں۔ اگر اُس نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ نہ بتائی تو میں اُسے سخت سزا دوں گا۔ کچھ دیر بعد ہد ہد آیا۔ اور اگر بیان کیا کہ وہ سب سے ہو کر آیا ہے۔ چنانچہ کہا ”أَحْطْتُ بِمَا لَوْ تَحْطُ بِهِ“ میں نے اُس چیز کا احاطہ کر لیا ہے۔ جس کا آپ نے احاطہ نہیں کیا۔

عرف اور لغت میں نہ حیوانات کے علم کو ادراک کہتے ہیں۔ اور نہ یہاں کوئی ایسا لفظ ہے۔ جبکہ ترجمہ علم یا خبر کیا جاسکے۔ لیکن یہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام کے علوم کی نفی کے درپے ہیں۔ کسی دیدہ دلیری سے ”احاطہ“ کا ترجمہ علم اور خبر کر رہے ہیں۔ اُن کا مقصد یہ ہے کہ کسی حیلہ بہانہ سے نبی کے علم کی کمی بیان کی جائے۔ خواہ وہ ہد ہد کے مقابلے میں ہی کیوں نہ ہو۔ اَلْحَقُّ حضرت نے ”احاطہ“ کا صحیح ترجمہ کیا ہے۔ یعنی میری شاعری نے اُس چیز کا احاطہ کر لیا ہے۔ جس چیز کا احاطہ آپ کی شاعری نے نہیں کیا۔ کیونکہ آپ دماں گئے نہیں۔ ہد ہد نے تو انتہائی ادب سے گفتگو کی تھی۔ وہ بارگاہ رسالت کا گستاخ نہیں تھا۔ کہ اپنے علم کے مقابلہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم کی نفی کی جسارت کرتا۔۔۔

وَمَكَرُوا مَكَرًا وَكَرْنَا مَكَرًا

سورہ نمل (27)

ترجمہ از

1	اور مکر کیا انہوں نے ایک مکر اور مکر کیا ہم نے بھی ایک مکر ۔	شاہ رفیع الدین
2	انہوں نے بنایا ایک فریب بنایا اور ہم نے بنایا ایک فریب ۔	شاہ عبد القادر
3	اور انہوں نے ایک دال کیا اور ہم نے ایک دال کیا ۔	نواب وحید الزماں (المحدث)
4	اور انہوں نے بنایا ایک فریب اور ہم نے بنایا ایک فریب ۔	مولانا محمود الحسن (دیوبندی)

5	اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے خفیہ تدبیر بنائی ۔	اعلیٰ حضرت مجدد عالم احمد رضا (بریلوی)
---	---	---

تقابل تراجم

(1)

(از مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان)

آیت زیر نظر میں مولانا محمود الحسن (دیوبندی وغیرہ) نے "مکر" کو *

(ب کے معنوں میں استعمال کیا ہے ۔ اور پھر اُسے اللہ کی ذات کے نسبت دی ہے ۔ ان کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے "مکر" کو خفیہ تدبیر کے معنوں میں لے کر خدا تعالیٰ کی تنزیہ کو برقرار رکھا ہے ۔"

کتاب ... محاسن کثر الایان " صفحہ 54

تبلیغی درس 29 (حصہ سوئم)

سورہ عنکبوت	وَمَا كُنْتُمْ تَشْلُوْا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِيْنِكُمْ ط
ترجمہ یا تفسیر	
اور (اے پیغمبر) قرآن اترنے سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھ سکتا تھا۔ اور نہ اپنے ہاتھ سے اسکو لکھ سکتا تھا۔ کیونکہ تو اُمّی تھا۔ نہ پڑھا نہ لکھا۔	ذ
تفسیر القرآن حصہ سوئم سورہ عنکبوت کے حاشیہ 83 (صفحہ 8) پر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ "اس آیت میں استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم "ان پڑھ" تھے	(2)
اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے۔ اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے۔ یوں ہوتا تو باطل والے مزدور تنگ لاتے۔	3
عبد دہام احمد رضا (بریلی)	

تقابل تراجم

(1)

مولانا مودودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے "ان پڑھ" استعمال کیا

ابوالاعلیٰ مولانا مودودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے "ان پڑھ" بڑی آسانی سے لکھ دیا۔ اور یہ نہ سوچا کہ میں کس سہتی کو "ان پڑھ" کہہ رہا

یوں۔ اسی طرح نواب وحید الزماں حیدر آبادی (المحدث) نے اس آیت کے ترجمہ میں لفظ "اُمّی" خواہ مخواہ داخل کر دیا۔ اور لفظ اُمّی کے معنی اُمّی تحریر کر دیئے۔ کہ "نہ پڑھا لکھا"۔ قرآن مجید کا ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ لہذا لفظ "اُمّی" کا معنی ابھی وہی تحریر کرنا چاہئے۔ جو کہ قرآن نے بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لفظ "اُمّی" صرف دو مقامات پر آیا ہے۔ یعنی سورہ اعراف کی آیت 157 اور آیت 158 میں۔ ان دونوں آیات میں لفظ "اُمّی" اکیسہ نہیں آیا ہے۔ بلکہ پورا لفظ "وَالرَّسُولُ الْبَنِيُّ الْأُمِّيُّ" اور "وَالرَّسُولُ الْبَنِيُّ الْأُمِّيُّ" آیا ہے۔ چکے بالترتیب معنی یہ ہیں۔

1۔ "رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے" یا

2۔ "رسول بے پڑھے غیب بتانے والے"

لفظ "اُمّی" کا مفہوم اس کتاب کے تبلیغی درس 26-27 حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔ یہاں پر صرف اس بات کو واضح کرنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "ان پڑھ" کہنا چاہئے۔ یا کہ نہیں۔ جیسے کہ اوپر مولانا مودودی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لفظ "ان پڑھ" استعمال کیا۔ مولانا نواب وحید الزماں (المحدث) نے بھی تقریباً یہی لفظ استعمال کیا۔ چونکہ علامہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے "ان پڑھ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ لہذا دوسرے افراد نے بھی اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور بھرے مجمع و مینار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم سے "نابلہ" اور "ان پڑھ" کہنا شروع کر دیا ہے۔

بھی کی تھی۔ اور ان کے غلط موقف کا تعاقب کیا گیا تھا۔ عالم دین بھی غلطی کر سکتا ہے۔ آخر وہ بھی انسان ہے۔ بہت سے علماء غلطیاں ہوئی ہیں۔

اسلامی ساجھو! اس کتاب میں قرآن کے ترجموں کے تعاقب سے ہم نے بخوبی اندازہ کر لیا ہے کہ بڑے بڑے عالم فاضل اور تحقیق و تفسیر کے اچھی خاصی شہرت رکھنے والے مفتیوں سے قرآن مجید کا ترجمہ کرتے وقت بے شمار غلطیاں ہوئی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کچھ ناقابل لحاظ تعداد پر مشتمل علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ”ان پڑھ“ کہا ہے تو یہ کب ثابت ہوا کہ ہم بھی ان پڑھ، کا لفظ استعمال کریں۔ علماء کی کثیر تعداد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ”ان پڑھ“ کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ لہذا ان علماء کی بات کو بھی ماننا چاہئے۔ کیا وہ عالم نہیں ہیں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ اپنے مطلب کے معنی نکالنے کیلئے اور اپنے مطلب کی بات منوانے کیلئے چند علماء کی تحریروں کا سہارا لے لیا جائے۔ اور کثیر علماء کو نظر انداز کر دیا جائے۔ یہ اچھی تحقیق ہے۔ یہ اچھا معیار ہے۔ جو ہم نئی نسل کو بطور نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ سورہ العنکبوت آیت 8 کا ترجمہ از اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی) حسب ذیل ہے۔ غور فرمائیں کہ اس ترجمہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ”ان پڑھ“ یا تعلیم سے ”ناپلہ“ کہنے کی گنجائش کہاں باقی رہ جاتی ہے۔

(ترجمہ) ”اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے۔ اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے۔ یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔“
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے —

کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے۔
اپنے ہاتھ سے کچھ نہیں لکھتے تھے۔

لیکن اس آیت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتاب پڑھ ہی نہیں سکتے تھے۔ اور اپنے ہاتھ سے لکھ نہیں سکتے تھے۔ اس کے باوجود علماء نے اس کا ترجمہ یوں کر دیا۔

* اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔ (مولانا اشرفی تھانوی دیوبند)

* نہ تو تو کوئی کتاب پڑھ سکتا تھا۔ (نواب وحید الزماں اہلحدیث)

* اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھ سکتا تھا۔ ()

حلاںکہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور شاہ عبدالقادر نے ترجمہ میں ”سکتے تھے“ کے الفاظ استعمال نہیں کئے ہیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس بہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
کھائی قراں نے خاکِ گذر کی قسم
انبیاءِ تہ کرین زانو اُن کے حضور
جو کہ عزمِ شفاعت پہ پہنچ کر نبی
کل جہاں ملک اور جو کی روئی غذا
نور کے چشمے ہر ایش دریا بہیسیں
جسکے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے
وہ دہن جسکی ہر بات وحی خدا

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

قرآن

کے صحیح

اور غلط

اردو

ترجموں

کی پہچان

حصہ چہارم (تسلیمی درس نمبر 34)

جلد دوم

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی)

الْقُلَان

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ
اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ

ترجمہ

*

اے محبوب تم فرمادو -
لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو
میرے فرمانبردار ہو جاؤ -
اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور
تمہارے گناہ بخش دے گا۔

*

(آل عمران 31)

اے غم زدوں کے سگے خیر

اے شافعِ احم شہ ذی جہاد، اے خیر
اللہ نے خیر مری اللہ، اے خیر

دریا کا جوش، ناؤ، نہیرا، نہ ناخدا
منزل کڑی ہے رات اندھیری میں ناہ
پہنچے پہنچے والے تو منزل مگر شہا
جنگل درندوں کا ہے، میں بے یار و شہا
منزل نئی غیر زہدا لوگ ناشناس
محرم کو بارگاہ عدالت میں لائے ہیں
اہل عمل کو ان کے عمل کا امیں گے
وہ سختیاں سوال کی وہ صورتیں مہیب
پر خار راہ، برہنہ پا، تشنہ، آبدو
باہر زانیس پائیس سے ہیں آفتاب گرم
مانا کہ سخت محرم و ناکاہ ہے رشتہ
تیرا ہی تو ہے - بندہ درگاہ، اے خیر

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا (فاضل بریلوی)

منتقبت اقاتِ کرم حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالاتیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قد تیرا

مصطفیٰ کے تہن بے سایہ کا سایہ دیکھا
جس نے دیکھا مری جان جلوہ زیب تیرا

مری قیمت کی قسم کھائی بیکان بغداد
بند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہر تیرا

تیری عزت کے شانے میرے غیرت والے
آہ! صد آہ! کہ یوں خوار ہو بردا تیرا

بدیہی جو بدیہی مجرم ناکارہ سہی
اے وہ کیسا ہی سہی، ہے تو کرمیا تیرا

مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہیگا، تو یوں ہی
کہ وہی نادہ رشتہ، بندہ بر رسوا تیرا

○○○○○

* اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی *

تبلیغی درس ۱ (حصہ چہارم)

فرقہ پرستی اور حق پرستی | اس کتاب کے شروع میں سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات

کے اردو ترجموں کا موازنہ ہم بڑی تفصیل سے دیکھ چکے ہیں۔ اسی طرح اب تک قرآن مجید کی دیگر بہت سی آیات کے تقابلی تراجم ہماری نظر سے گزر چکے ہیں۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ۱۹۱۱ء (۱۳۳۰ھ) سے پہلے قرآن مجید کے جتنے بھی اردو زبان میں ترجمے ہوئے۔ ان ترجموں میں غلطیاں اور کمزوریاں موجود تھیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا نے ۱۹۱۱ء میں قرآن مجید کا ایک ایسا اردو ترجمہ (جس کا نام کنز الایمان ہے) کیا کہ اس ترجمہ نے گذشتہ تمام اردو ترجموں کی خامیوں اور کمزوریوں کو دور کر دیا۔ اور یہی وہ ترجمہ ہے۔ کہ جو برصغیر میں ایک مستند معیاری اور غلطیوں سے پاک ”اردو ترجمہ قرآن“، مسلمانوں کو نصیب ہوا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے جب یہ حقیقت بالکل سامنے آگئی ہے کہ اعلیٰ حضرت کا اردو ترجمہ ایک صحیح اور جامع ترجمہ قرآن ہے تو پھر کوئی جواز نہیں ہے۔ کہ ہم اپنے گھروں میں قرآن مجید کا یہ اردو ترجمہ ”کنز الایمان“ نہ پڑھیں۔

صحیح حقیقت حال ہمارے سامنے آ جانے کے باوجود بھی ہم غلط اردو ترجموں کے قرآن مجید کے مطالعہ کو ہی ترجیح دیں۔ تو یہ بدترین ”فرقہ پرستی“ ہے۔ اور اگر ایک مسلمان ساری حقیقت کو جان لینے کے بعد غلط اردو ترجموں کو ترک کر کے ایک معیاری اور جامع اردو ترجمہ قرآن کو اپنے گھر میں رکھتا ہے۔ اور اس کے مطالعہ کو ترجیح دیتا ہے تو یہ فرقہ

پرستی نہیں بلکہ ”حق پرستی“ ہے۔ اور حق پرستی نعمت

ہے۔

فرقہ پرست افراد کا ایک ڈھونگ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ خیلو ہمارے عالم دین کے اردو ترجمہ میں یہ کمی ہے۔ لیکن ہمارے عالم دین نے فلاں کتاب کے فلاں صفحہ پر یہ بات بیان کر دی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات کے لیے اُس عالم دین کے اردو ترجموں میں غلطیاں ہیں یا نہیں ہیں۔ جب اُس کے بیان کردہ ترجمہ اور مفہوم آیات میں خامیاں اور غلطیاں موجود ہیں۔ تو پھر اُسکی قرآن فہمی مستند اور قابل اعتماد تو نہ رہی۔ پہلے وہ عالم دین قرآن فہمی میں تو اپنے آپ کو مستند اور قابل ترجیح ثابت کرے۔ پھر اُس کی دوسری کتابوں کا موازنہ کیا جائے۔ فرقہ پرستی یہی ہے۔ کہ بے سوچے سمجھے کسی غلط بات پر ڈٹے رہیں۔ اور تحقیق اور چھان بین سے کام نہ لیں۔ قیامت کے دن ہماری اس بد نصیبی کے آخر ہم ہی ذمہ دار ہونگے۔ کہ ہم آنکھیں بند کر کے غلط گروہوں کے پیچھے لگے رہے۔ اور اس خوف سے حق پرست گروہ میں شامل نہیں ہو سکے کہ اب اگر گروہ تبدیل کر لیا تو دنیا کیا کہے گی۔ خدا کے بندو! حشر کے کھٹن مرحلوں کے موقع پر یہ دنیا اور اس دنیا کے غیر مستند گروہ کوئی کام نہیں آئیں گے۔ دین کے معاملہ میں دنیا دکھا دیکھا صبح کا بھولا شام کو بھی گھر واپس آ جائے۔ تو سمجھو کہ اُس پر خدا کی رحمت ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُس پر کرم کر دیا ہے۔

اسلامی ساتھیو! اب ہم فرقہ پرستی اور حق پرستی کی حقیقت کو سمجھ گئے ہیں۔ لہذا ہماری منزل حق پرستی ہی ہونی چاہیے۔ اور کبھی بھی فرقہ پرستی

نہیں ہونی چاہئے۔

ہر فرقہ کے "عام مسلمانوں" سے نفرت کیوں؟ اور یہ تب ہی

فرقہ پرست گردہوں کے سرپرستوں اور عالموں کو ہم ان کے حال پر چھوڑ دیں۔
کہ انکی توجہ بد رہی ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے فرقوں کو زندہ رکھ کر اڈتے جاتے
رکھیں۔ البتہ ہم ہر گروہ، فرقہ اور مسلک کے "عام مسلمان" سے
محبت اور پیار کریں۔ کہ انکی کوئی غلطی نہیں ہے۔ اُسے تو جھوٹ، فریب
اور غلط بیانی سے درغلا کر اور راست کی طرف آنے ہی نہیں دیا گیا۔
مسلمان بھائیو! اُدھم ایسے تمام مسلمانوں کے عذر اور عکسار بن جائیں۔ یہ
لوگ قابلِ رحم ہیں ظالموں نے انہیں اپنا بیج اور عذر در کر دیا ہے۔ ہم انہیں
بہار دیں۔ اور انکی ڈھارس بندھائیں۔

مسلمان ساکت رہو!

ہے چمن کی آگ آپہنچی ہے۔ اب شاخ نشیمن تک

ذرا باہر تو دیکھو! کیوں پر طے ہو آتشیاؤں میں
اُدھم آج ہی سے "عام مسلمان" سے محبت اور پیار کا آغاز کریں۔
دلیل، تحقیق اور حق پرستی کی زبان لے کر ہم میں سے ہر ایک دینِ اسلام
کا مبلغ اور پرچار کرنے والا بن جائے۔ اور گلی گلی، کوچہ کوچہ اور قریہ
قریہ پھیل جائے۔

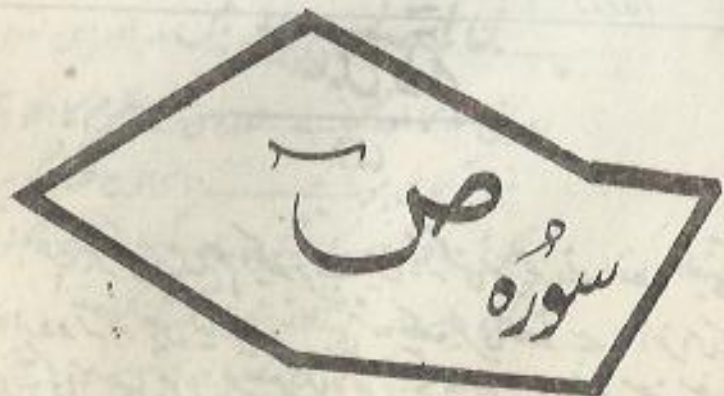
سورۃ

45
48

احزاب ○

صفۃ

142



يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا

سورہ احزاب آیت 56
ترجمہ ان

- (1) اے نبی تحقیق ہم نے بھیجا ہے تجھ کو گواہ۔
شاہ رفیع الدین محدث دہلوی
- (2) اے نبی ہم نے بے شک آپ کو ہر شان کا رسول بنا کر بھیجا کہ آپ گواہ ہوں گے۔
مولانا اشرف علی تھانوی (دہلوی)
- (3) اے نبی ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا۔
شاہ عبد القادر
- (4) اے پیغمبر ہم نے تجھ کو گواہ بنا کر بھیجا۔
نواب وحید الزماں (الہ آبادی)

5	اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر علی حضرت محمد (ص) احمد رضا (بریلوی)
---	---

تقابل تراجم

(1)

زیر نظر آیت میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ کسی مترجم نے لفظ "النَّبِيُّ" کا اردو ترجمہ نہیں کیا ہے۔ "النَّبِيُّ" ایک عربی لفظ ہے۔ آخر اس کے بھس تو کوئی معنی ہیں۔ مترجم کا فرض ہے کہ اس لفظ کے معنی و مفہوم

کا کھوج لگائے۔ اسی طرح کسی مترجم نے عربی لفظ "شاهد" کا حقیقی مفہوم بیان نہیں کیا ہے۔

(2)

علامہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری نے اس آیت کے مفہوم پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ انہوں نے دارالعلوم حلیفہ مدینہ مسجد نبی آبادی ساہیوال میں خطاب کرتے ہوئے اس آیت کا مفہوم یوں واضح کیا۔
"اس آیت میں دو لفظ معنی کے اور لغوی اعتبار سے وضاحت طلب تھے۔ ایک لفظ "نبی" اور ایک لفظ "شاهد"۔ لغوی کی تحقیق کی ضرورت اس لیے تھی کہ نبی کا اصطلاحی مفہوم بھی معلوم تھا۔ اور مد شاہد، یعنی گواہ کا اصطلاحی مفہوم بھی موجود تھا۔ اصطلاحی مفہوم تو ہر کوئی جانتا تھا کہ نبی خدا کے فرستادہ پیغمبر کو کہتے ہیں۔ لیکن اس کو....."

نبی کہتے کس لیے ہیں۔ اور اس لفظ

"نبی" کا مادہ کیا ہے۔ اور اس کے مفہوم کا اطلاق نبی پر کیوں ہوتا ہے۔ اسی طرح شاہد کو ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ گواہ ہے۔ لیکن شاہد گواہ کہلوانا کس لیے ہے۔ علامہ حضرت نے ترجمہ کیا
"اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) — بیشک

ہم نے نہیں بھیجا حاضر ناظر۔

شاید کا معنی حاضر ناظر

کیا ہے۔ اور بنی کا معنی غیب بتانے والا کیا۔ اصطلاحی معنی تو ہر ایک کو معلوم تھے۔ لیکن بنی کو بنی کس لیے کہا جاتا ہے۔ اس امر کی وضاحت اعلیٰ حضرت کے ترجمہ نے کر دی۔ اور کسی ترجمہ نے نہ کی۔ (یعنی بنی کے لغوی معنی) ہمیشہ خبر دینے والا۔ خبر تو ہمیشہ ریڈیو بھی دیتا ہے۔ ٹی۔ وی بھی دیتا ہے۔ اخبار بھی دیتا ہے۔ ممبر بھی دیتا ہے۔ مانند بھی دیتا ہے۔ تو کیا ہر خبر دینے والے کو بنی کہیں گے۔ نہیں۔ قرآن نے کہا۔ ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ لَوْ جِئْتَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۖ (سورہ یوسف ۱۰۲) (ترجمہ) یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں۔ تو ہم تمہاری طرف دجی کرتے ہیں۔ تو غیب کو بے نقاب کر کے سامنے رکھ دیتا ہے

کوئی دیتا ہے۔ لیکن اے بنی تو بنی اس لیے ہے۔ کہ تجھ پر غیب کی خبریں آتی ہیں۔ تو غیب بتانے میں بخل نہیں کرتا۔ تجھ سے جو بھی حقیقت پوچھی جاتی ہے۔ تو غیب کو بے نقاب کر کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ تجھ سے اگر کوئی یہ پوچھے کہ میں کس کا نطفہ ہوں۔ تو تو بتاتا ہے کہ تو فلاں کا نطفہ ہے۔ کوئی تجھ سے پوچھے کہ آخرت میں میرا ٹھکانا کیا ہوگا۔ تو تو اس کے مرنے سے پہلے، انعقادِ قیامت سے پہلے بتاتا ہے۔ کہ دوزخ میں جائے گا۔

اور خطابِ جنوں کہ کنسے لایمان اور اس کی فنی حیثیت۔ بمقام سیول موثر ۹/۸۲

تبلیغی درس ۳

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا

(ترجمہ) اے غیب کی خبریں بتانے والے (بنی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر۔

(علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خطاب — بقیہ جتہ)

شاہد یعنی حاضر ناظر

اب شاید کا معنی گواہ کیا جاتا ہے۔ یہ معنی بھی درست ہے۔ مگر یہ مرادی معنی ہے۔ حقیقی معنی نہیں ہے۔ حقیقی معنی ہے۔ مفرداتِ راغب میں ہے۔ "الشَّهَادَةُ الشَّهَادَةُ الْحَصْرُ مَعَ الشَّاهِدَةِ أَمَّا بِالْبَصَرِ أَوْ بِالْبَصِيْقَةِ" (ترجمہ) یعنی شہود اور شہادت کے معنی میں حاضر ہونا مع حاضر ہونے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔ اور شہود کہتے ہیں۔ وہ شخص جو

حاضر ہو اور ساتھ ناظر بھی ہو۔

(یعنی) جو حاضر ہو مشاہدہ کے ساتھ۔ ناظر ہونے کی بنا پر جو حاضر ہو خواہ وہ دل کی آنکھ سے دیکھ رہا ہو یا سر کی آنکھ سے دیکھ رہا ہو۔

اُس بہتی کو شاہد کہا جائے گا۔

شاید کا معنی جو حاضر ہو مشاہدہ کی بنا پر — مثلاً میں وجود

کے اعتبار سے اس سیٹج پر حاضر ہوں۔ وجوداً اس سیٹج پر حاضر ہوں لیکن اس مجمع کی آخری صف تک میں مشاہدہ کر رہا ہوں۔ ناظر میں وہاں تک ہوں۔ لیکن حاضر اس سیٹج پر ہوں۔ جو شخص جہاں تک ناظر ہوگا۔ یعنی جہاں تک دیکھ رہا ہوگا۔ وہاں تک مشاہدہ کی بنا پر اُسے حکماً حاضر بھی کہیں گے۔ اگر ایک شخص ایک جگہ موجود کھڑا ہو مگر ناہنیا ہونے کی حیثیت سے دیکھ نہ رہا ہو۔ تو حکماً اُسے غیر حاضر ہی تصور کیا جائے گا۔ حدالت میں اگر کوئی ناہنیا گواہی کیسے چلا جائے۔ تو باوجود اس کے کہ وجوداً وہ وہاں تھا۔ لیکن چونکہ مشاہدہ نہ تھا۔ وہ ناظر نہ تھا۔ یعنی وہ دیکھنے والا نہ تھا۔ اس لیے اُسے گواہ مانا نہ جائے گا۔ جو شخص کچھ فاصلے پر کیوں نہ ہو۔ لیکن مشاہدہ کر رہا ہو۔ جہاں تک وہ ناظر ہوگا۔ دیکھ رہا ہوگا۔ وہاں تک وہ حکماً حاضر بھی ہوگا۔

کائناتِ ارض و سماں حضور کی نظر کے تحت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم — وجوداً تو آپ کی ذات گنبدِ خضرا میں حاضر ہے لیکن ساری کائنات کا مشاہدہ آپ کو ہے۔ حضور کا وجود پاک مزار سے نکل کر ہر جگہ نہیں جایا کرتا۔ یہ خلافِ ادب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجود کے اعتبار سے تو گنبدِ خضرا میں ہیں۔ لیکن نظر، مشاہدہ اور دیکھنے کے اعتبار سے پوری کائناتِ ارض و سماں حضور کی نظر کے تحت ہیں۔ لہذا آقائے کائنات جہاں جہاں تک ناظر ہیں۔ وہاں وہاں تک حاضر بھی ہیں۔

ہم حضور کا وجود مزار ہی میں مانتے ہیں | اس لیے یہ اشکال دور

تو ہم مصلیٰ پر انہیں کھڑا نہیں کرتے۔ آپ کیوں جماعت کرواتے ہیں۔ ہو گیا کہ حضور حاضر ہیں۔

حضور کا وجود ہم یہاں نہیں مانتے۔ وجود مزار ہی میں مانتے ہیں۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کیا۔ اور امام راغب فرمایا۔

الحضور مع المشاہدہ

مشاہدہ کے ساتھ حاضر ہونے والا — اُسکو شاہد کہتے ہیں۔ یہ وہ ترجمہ تھا جو علمائے لغت و ادب و تفسیر نے کیا۔

اور اگر ذہن میں یہ خیال آئے کہ مشاہدہ کی درحاضر و ناظر کی باقاعدہ اصطلاح شاید۔ مولانا احمد رضا خاں عیسہ الرحمہ نے ہی پیدا کی۔ اور اُن سے پہلے یہ اصطلاح موجود نہ تھی۔ تو یہ خیال بھی غلط ہے۔ مطالبہ کی کمی کے باعث ایسے خیال پیدا ہوتے ہیں۔

وَدَّعِ أَذْهَمَ

سورہ احزاب آیت 33/48

ترجمہ از

1	اور چھوڑ دے اُن کو ستانا۔	شاہ عبدالقادر
2	اور چھوڑ دے اُن کا ستانا۔	مولانا محمد الحسن (دیوبندی)
3	اور اُن کی ایذا پر درگزر فرماؤ۔	اعلیٰ حضرت محمد امجد رضا (دیوبندی)

تقابل تراجم

(1)

(مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان)

مولوی محمد الحسن کے اس ترجمہ سے یہ غلط تاثر ملتا ہے کہ معاذ اللہ جناب رسالت مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کفار کو سستاتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کفار کے ستانے سے منع فرمایا ہے۔ حالانکہ یہ کذب اور افتراء ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ میں اس آیت کا حقیقی مفہوم واضح کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

”اور ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ۔“

”کتاب: ”محاسن کشتہ ایمان“، صفحہ 55

(2)

مولانا محمود الحسن ”اسیر مالٹا“ (دیوبندی) نے جب قرآن مجید کا اردو میں ترجمہ شروع کیا تو دعویٰ کیا تھا کہ وہ شاہ عبدالقادر کے اردو ترجمہ کو مزید واضح کرنے کے لیے یہ کام کر رہے ہیں۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ انہوں نے شاہ عبدالقادر کے ابتدائی ترجمہ کی کمزوریوں کو دور کرنے کی بجائے مزید غلطیوں کا ارتکاب کیا۔ مولانا محمود الحسن کی حقیقت جو بیان کی جاتی ہے۔ وہ صحیح ہی ہے کہ ”مولانا محمود الحسن محض ایک سیاسی لیڈر تھا۔ اُسے سیاسی مہم جوئی سے ہی فرصت نہ تھی۔ قرآن مجید کا ترجمہ تو محض اسلئے کیا تھا کہ قرآن کے ترجمین کی فہرست میں ان کا بھی نام آجائے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام کیلئے ”تحقیق“ نام کی کوئی صلاحیت اُس میں موجود ہی نہ تھی۔“

صرف نام کی حد تک اُن کا سیاسی نام ”اسیر مالٹا“ ہے۔ یعنی ایسی سیاسی مہم جوئی کہ ہندوؤں کے ساتھ گٹھ جوڑ اور سیاسی تعاون کر کے (دوقومی نظریہ) (یعنی پاکستان) کی مخالفت۔ اُن کا دینی نام ”شیخ الہند“ ہے۔ اور اُسکی حیثیت ہم نے اس کتاب میں اُسکے اردو ترجموں سے لگائی ہے۔ اول تو قرآن مجید کے ترجمہ میں شاہ عبدالقادر کی ہونہر نقل کی ہے۔

پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ

تو الفاظ یہ ہوں گے۔

”پاکستان کا مطلب کیا۔“

”دوقومی نظریہ“

کافر تو بہت بد کی ایجاد ہے۔

حق پرست گروہ اور حق پرست علماء

کی برصغیر میں دوقومی نظریہ کیے بغیر

جدوجہد کو منہ کی شکل دی جائے

دوسرے نقل کے لیے جو عقل (دینی فہم) کی ضرورت ہے۔ اُس کا ترجمہ میں سرے سے ناگوشاں ہی نہیں ہے۔ شعر و شاعری کا بھی ”شیخ الہند“ اور ”امیر الملت“ کو شوق تھا۔ انہوں نے اپنے پیشوا رشید احمد گنگوہی کی وفات پر ایک مرثیہ لکھا۔ یہ مرثیہ کفریہ الفاظ سے بھرا ہوا ہے اشعار کو پڑھیں تو صاف پتہ چل جاتا ہے۔ کہ یہ اشعار ایک عالم دین کی زبان سے نکل ہی نہیں سکتے۔ ایک عالم دین قرآن و سنت کو ہر لمحہ اور ہر گھڑی سامنے رکھتا ہے۔ خواہ وہ قرآن مجید کا ترجمہ کر رہا ہو۔ خواہ وہ اشعار تحریر کر رہا ہو۔

۱۔ یہاں پر اسکی تفصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ مولانا محمود الحسن کے مرثیہ کے ”کفریہ اشعار“ کی بابت کتاب ”تعارف علما دیوبند“ از مولانا محمد شفیع اوکاڑوی مدظلہ تعالیٰ علیہ ناشر نوری کتب خانہ کراچی کا مطالعہ کیجئے۔

تبلیغی درس 5 (حصہ چہارم)

سورہ صافات آیت ۱۴۲	فَالْتَقَمَهُ الْحَوْتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ○	ترجمہ از ۱۔
شاہ عبد القادر	۱ اور وہ لاپتہ کھایا ہوا تھا۔	
مولانا محمود الحسن (دیوبندی)	۲ اور وہ الزام کھایا ہوا تھا۔	
فرزاجیرت دہلوی (دہلوی)	۳ اس حال میں کہ وہ قابلِ ملامت تھے۔	
مولانا مودودی (جہاد اسلامی)	۴ اور وہ ملامت زدہ تھا۔	
مولانا عاشق الحق خلیفہ رشید احمد گنگوہی (دیوبندی)	۵ اور وہ ملامت کے قابلِ کام کر بیٹھے۔	
مخلصیت مجدد المام احمد رضا (دیوبندی)	۶ وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا۔	

تقابل تراجم

(۱)

”بعض ترجموں سے تاثر ملتا ہے۔ کہ حضرت یونس علیہ السلام نے قابلِ ملامت کام کر کے مصیبت کی ہے۔ حالانکہ نبی کے کبھی بھی کوئی کام قابلِ ملامت نہیں ہوتا۔

”جو جامعیت قرآن کریم کے الفاظ اور قرآن حکیم کی آیات میں ہے۔ اگر تعصب کے پردے اٹھا کر اس ترجمہ کا مطالعہ کیا جائے۔ تو اللہ اسی جامعیت کا رنگ اس ترجمہ میں بھی جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ قرآن حکیم کی جامعیت کی مثال عرض کرتا ہوں۔“

”ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ“

اب یہ قرآن کے الفاظ میں جامعیت ہے۔ اب اس کے جتنے ترجمہ چھان ماریں ترجموں کی وہ جامعیت جو کنز الایمان کے لفظوں نے دی ہے۔ اس کا منظر کہیں اور دکھائی نہیں دیتا ہے۔ اعلیٰ حضرت ترجمہ کرتے ہیں۔

”اس نامور قرآن کی قسم۔“
قرآن جو مقصود اس کے اندر بیان کرنا چاہتا ہے۔ اسکو اس نامور قرآن کی قسم۔ کی اصطلاح کے ساتھ آشکار کر دیا یہ (ترجمہ) قرآن کی جامعیت ہے۔

سورہ ص آیت 45	وَإِذْ كُنَّا نَبْعِدُكَ يَا إِبْرَاهِيمُ وَاسْمُحْ وَبِخُفْيَةٍ
(ترجمہ از 1)	اُولٰٓئِكَ اَلْاٰنْبِيَاۤءُ ۝
شاہ رفیع الدین محدث دہلوی	1 اور یاد کرو ہندوں ہمارے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو ہاتھوں اور آنکھوں والے۔
مولانا اشرف علی تھانوی (دہلوی)	2 اور یاد کرو ہندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔
شاہ عبدالقادر	3 اور یاد کرو ہمارے بندوں کو۔ ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب۔ ہاتھوں والے اور آنکھوں والے۔
مولانا محمود الحسن (دہلوی)	4 اور یاد کرو ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب ہاتھوں والے اور آنکھوں والے۔
نواب وحید الزماں (دہلوی)	5 اور اے پیغمبر ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو ہاتھ اور آنکھیں دونوں رکھتے تھے۔
ابوالاعلیٰ مودودی (جامعیت اسلامی)	6 اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا ذکر کرو بڑی قوت عمل رکھنے والے اور دلیہ در لوگ تھے۔
امام احمد رضا (دہلوی)	7 یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔

تقابل تراجم

(1)

”اس آیت کریمہ کا ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب (اور دیگر علماء)

تے یوں لکھا ہے۔

”اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔“

ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے چہیتے نبیوں کے لیے امتیازی اوصاف بیان کرتے ہوئے ان کی مدح و ستائش کر رہا ہے۔ مگر (ان مترجمین نے) آیت کریمہ کے عربی کلمات کی اردو بنا کر ان تینوں نبیوں کے خصوصی وصف کو اڑا دیا ہے، قابل غور امر یہ ہے کہ کیا فرعون و مزودہ، ابو جہل و الوہب ہاتھوں والے اور آنکھوں والے نہیں تھے؟ — تو جو اوصاف کفار و مشرکین کو حاصل ہیں وہ حضرات انبیاء کے لیے باعث کمال کیوں کر ہو سکتے ہیں؟

اب اعلیٰ حضرت کا نورانی ترجمہ ملاحظہ ہو :-

”اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔“

(مولانا بدر الدین احمد قادری)

(2)

یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ عربی الفاظ کا جب ترجمہ معنی اور مفہوم ہی ”ہاتھوں والے“ اور ”آنکھوں والے“ ہے تو پھر اس کے دوسرے معنی کیوں لٹے جائیں تو عرض ہے۔ کہ اس آیت میں ان عربی الفاظ کے یہ مفہوم نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو اسی قبیل کے علماء میں ابو لائلیٰ مودودی نے ان الفاظ کے دوسرے

علا کتاب ”ام احمد رضا اور ان کے مخالفین“ صفحہ 379 شائع کردہ فصل نورانی گجرات

معنی کیوں کر لے لیے ہیں — یہی نہیں بلکہ مولانا مودودی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

”ہاتھ سے مراد حبلیا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ قوت و قدرت ہے۔ (ایک سطر کے بعد) نگاہ سے مراد آنکھوں کی بنیائی نہیں بلکہ دل کی بصیرت ہے۔“

بے شک مولانا مودودی کا ترجمہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے بہت بعد ہوا ہے اور ہو سکتا ہے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے استفادہ کیا ہو۔ کچھ بھی ہو۔ انہوں نے صاف لکھا ہے۔ کہ ”نگاہ سے مراد آنکھوں کی بنیائی نہیں“

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

صبح کو اس عالم میں کہ تو خود عالم ہے۔ یا
علم سیکھتا۔ یا عالم کی باتیں سنتا ہے یا
ادنیٰ درجہ یہ کہ عالم سے محبت رکھتا ہے۔ اور
پانچوں نہ یوں کہ ہلاک ہو جائے۔

(ملفوظات ۱۰)

شوری ○ 24
52

سورہ زخرف

آیت ۳۲
آیت ۳۳

(1)

قرآن مجید میں مہر لگانے کا ذکر سورہ بقرہ میں ”خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ“ کے الفاظ کے ساتھ کفار کے لیے کیا ہے کفار کے دلوں پر مہر تو یہ تھی کہ انکی قیمت میں کفر تھا۔ اب مترجم نے دیکھنا ہے کہ اس آیت میں مہر لگانے کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہو رہا ہے۔ یہاں پر مہر لگانے کا مفہوم کیا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خدا نے انوار و رحمت کا خزانہ بنایا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ یہاں پر جو مہر لگانے کی بات ہو رہی ہے۔ تو وہ ”رحمت و حفاظت“ کی مہر ہے۔ لیکن تمام مترجم زیر نظر آیت کے حقیقی مفہوم کو اپنے ترجمہ میں بیان کرنے سے معذور رہے۔

(2)

”وہ ذات اہلہ کہ جس کے سر مبارک پر اسری کا تاج رکھا گیا۔ آج اُسے فرمایا جا رہا ہے کہ ہم چاہیں تو تمہارے دل پر مہر لگا دیں۔“

حضور کیلئے مہر لگانے کا مفہوم | مہر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک تو وہ جو ختم اللہ علی قلوبہم میں استعمال ہوتی۔ اور دوسری خاتمو التبتین کی۔ کاش مترجمین تفسیر کا روشنی میں ترجمہ کرتے تو ان کی نوک قلم سے رحمت عالم کا قلب مبارک محفوظ رہتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک جس پر اللہ کی رحمت اور انوار کی بارش کو ہر شے سے محفوظ کیا گیا۔ اس آیت مبارک میں اسکی مزید توثیق (وضاحت) کر دی گئی۔ (مولانا قاری رضا المصطفیٰ خطیب نیومین مسجد کراچی)

فَإِنْ يَشَاءِ اللَّهُ مَخْتَمٌ عَلَى قَلْبِكَ

سورہ الشوریٰ آیت 24

ترجمہ از

1	پس اگر چاہتا اللہ مہر رکھ دیتا اور تیرے دل کے	شاہ رفیع الدین محدث دہلوی
2	سو اگر خدا چاہے مہر کر دے تیرے دل پر	مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)
3	سو اگر اللہ چاہے مہر کر دے تیرے دل پر	شاہ مبشر القادر
4	سو اگر اللہ چاہے مہر کر دے تیرے دل پر	مولانا محمد طہسین (دیوبندی)
5	تو اگر اللہ چاہے تو آپ کے قلب پر مہر لگا دے۔	عبد المجید بیک آبادی (دیوبندی)
6	اور اللہ چاہے تو تمہارے دل پر مہر کر دے۔	ابوالکلام مودودی (مجاہد اسلامی)

7	اور اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت و حفاظت کی مہر فرما دے۔	المختصر مجتہد امام احمد رضا (دیوبندی)
---	---	--

تقابل تراجم

”سوائے المصنعت برہمائی کے تمام تر جموں سے قاری برہمائی پتیر اندھ کرے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کے دل اطہر پر مہر لگانے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن پھر کچھ مرنے لگا کر چھوڑ دیا۔ در نہ صرف مہر لگا دیتا۔ اب یہ تو معلوم ہی نہیں کہ کیوں مہر نہیں لگایا یہ سمجھنا کہ تاحی اور بے ادبی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو چاہتے تھے کہ مہر لگا دیں۔ دیکھو کہ نوز با اللہ حضور کے اگال ہی ایسے تھے جن کی وجہ سے مہر لگانے کا عزت تھی۔ لیکن پھر چھوڑ دیا (اس ترجمہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ہونا کوئی غیر معمولی اور برہمائی بات نہیں۔ بھلا جس کو اللہ تعالیٰ نبوت کے لیے اوردہ بھیجی جس پر نبوت کا خاتمہ ہو۔ منتخب کرے۔ اور پھر خود ہی اس کو بار بار سزائیں کرے۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے۔

حضرت احمد رضا خان برہمائی کے علاوہ دیگر ترجموں سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو نبوت کا آج توہینا دیا۔ لیکن استغفر اللہ حضور نبوت کے قابل نہ تھے۔ حالانکہ تمام اسماں اہل علم ہوں بلے علم سب اس بات پر متفق ہیں کہ نبوت اللہ کی جانب سے ہوتی ہے اور صرف اس شخص کو نبوت سے سرفراز کیا جاتا ہے جو قوتِ عقیدہ، فراست و تدبیر میں ہر گز عالم میں سب سے افضل ہو۔ المصنعت برہمائی نے ان تمام غرضات اور توہین آریہ کلیات کو محبت و رحمت کی ہر گز نہ صاف مٹا دیا۔ جب انسان کسی کو نبی تسلیم کر لیتا ہے۔ تو مستحقاً نبوت سے کیونکر انکار کرے گا۔ نبی کا قوتِ عقیدہ میں ہر گز عالم سے برتر ہونا۔ وہ خود بخود تسلیم کرے گا۔ اگر نہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔“

صورت الشعری کی آیت 52	ماکت تدری ما الکتاب ولا الایمان ط
ترجمہ از	
شاہ شمس الدین عفت دہلوی	1 رہتا تھا تو کر لیا ہے۔ کت اب اور نہ ایمان۔
مولانا اشرف علی تھانوی (دہلوی)	2 ایکو نہ خبر تھی کرتا پہ لڑکی چیز ہے اور نہ خبر تھی کہ ایمان کا اہمائی کمال کی چیز ہے۔
شہداء حسد القادر	3 تو نہ جانتا تھا کہ کر لیا ہے کت اب اور نہ ایمان۔
مولانا فتح محمد جالندھری (دہلوی)	4 تم نہ کوئی اب کو جانتے تھے اور نہ ایمان۔
طریقی نذیر احمد (دہلوی)	5 تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب اللہ کی چیز ہے۔ اور نہ جانتے تھے کہ ایمان کس کو کہتے ہیں۔
عبدالکام جلدیال آبادی (دہلوی)	6 ایکو نہ خبر تھی کہ کتاب کی چیز ہے۔ اور نہ خبر تھی کہ ایمان کیا چیز ہے۔
ابوالحسن علی مدنی لاٹھی (دہلوی)	7 تمہیں کچھ خبر نہ تھا کہ کتاب کر لیا ہے۔ اور ایمان کیا چیز ہے۔
المصنعت عذریہ احمدی (دہلوی)	8 اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے۔ نہ ایک اشرف علی تفصیل

تقابل تراجم

(1)

(مولانا محمد حسین قادری شیخ الحدیث دارالعلوم غوثیہ سکر)

ظہور نبوت سے قبل حضور کے مومن ہونے کی نفی | لوحِ قلم
نہیں بلکہ جن کو عالم ماکان دیا کیون کا علم ہے۔ معاذ اللہ! آیت مذکورہ
کے نزول سے پہلے مومن بھی نہ تھے۔ کیونکہ مترجمین کے تراجم کے مطابق
ایمان سے نابلد (کورے) تھے۔ تو غیر مسلم ہوئے۔ سوحد بھی
نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ بھی آپ کی بعثت سے پہلے مومن ہوتا ہے۔ (بعد میں
رسالت پر ایمان لانا شرط ہے) تراجم مذکورہ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ
ایمان کی غیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد میں ہوئی۔ (معاذ اللہ)
اعلیٰ حضرت کے ترجمے سے اس قسم کے تمام اعتراضات ختم ہو گئے۔ کہ
آپ احکام شرع کی تفصیل نہ جانتے تھے۔ ایمان — اور احکام
شرع کی تفصیل میں جو فرق ہے۔ وہی فرق اعلیٰ حضرت اور دیگر مترجمین
کے ترجمہ میں ہے۔ "ع"

(2)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آئی و ابی) کو شرفِ نبوت کا تاج تخلیق

ع۔ کتاب "قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی" شائع کردہ مکتبہ نورِ رضویہ دکن
— مارکیٹ — سکر —

اُدم سے قبل ہی عطا کر دیا گیا تھا۔ پھر یہ ترجمہ کرنا کہ نہ تو کتاب جانتا تھا۔ اور نہ ایمان
تو یہ صاف اور صریح عصمتِ انبیاء پر حملہ ہے۔ کیونکہ نبوت اللہ نے اپنے منتخب
بندوں ہی کو عطا فرمائی ہے۔ اور یہ انتخاب لوحِ قلم میں محفوظ ہے۔ پھر یہ کہنا
کس قدر گستاخی ہے۔ کہ اس سے قبل آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مومن نہ تھے۔ جبکہ
ایک روایت میں آتا ہے۔ کہ جب آپ دنیا میں تشریف لائے۔ تو اللہ رب العزت
کو سجدہ کیا اور فرمایا: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ" تو خود ہی فیصلہ کریں
کہ حقیقت کیا ہے۔

آیت کا مطلب صاف یہ ہے۔ کہ جو لوگ آپ کو نبی نہیں مانتے ان کو معلوم
ہو جائے کہ یہ کتاب من جانب اللہ ہے۔ اور اس کتاب کے نزول کے بعد ہی
انہوں نے بنی نوع انسان کے سامنے ایمان پیش کیا۔ اگر یہ سچی نبوت نہ ہوتی
تو پہلے سے کتاب و ایمان کا تذکرہ فرماتے۔ نہ کہ بعد میں چالیس سال کی عمر کے
بعد ذکر کرتے۔ اس سے صاف ظاہر ہوا۔ کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم جو بات
پیش کر رہے ہیں۔ وہ من جانب اللہ ہے۔ ان کی اپنی طرف سے نہیں ہے۔
صاف صاف لفظوں میں ایسا ترجمہ کرنا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کتاب کا پتہ تھا۔ نہ ایمان کا۔
صریحاً بے ادبی اور گستاخی ہے۔ "ع"

(نوٹ) بروا علی مودودی اپنی تفسیر میں اتنا تسلیم کرتے ہیں کہ حضور کا "اللہ پر ایمان تو مزید محال تھا"۔ لیکن
تفصیل سے واقف نہ تھے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ مودودی صاحب نے اس آیت کا ترجمہ فرستادہ اور غلط
حقیقت کیوں کیا ہے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ آیت کے ترجمہ میں تو گستاخی و رسول کا تذکرہ
ہو۔ اور تفسیر میں تاویلات پیش کر دی جائیں۔ قرآن فہمی اور حکایت اسی کو کہتے ہیں؟

یہ تو ثابت ہو گیا کہ ماسوائے
”کنز الایمان“

تمام ترجمے ناقابل اعتبار ہیں

اسلامی ساحتیو! اب تک کے
قابل تراجم کے مطالعہ سے یہ
ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن مجید
کے تمام اردو ترجموں میں ایک
واحد ترجمہ ”کنز الایمان“ ہے

جو قابل اعتبار مستند جامع اور غلطیوں سے پاک ہے۔ دوسرے تمام
ترجموں میں بے شمار غلطیاں ہیں۔ اور غلط مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔ جسکی
بنیاد پر مسلمان قوم گمراہیوں اور تفرقوں کا شکار ہو چکی ہے۔ اب بھی ہم متحادث
ایک جان ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ جس طرح ہمارا قرآن ایک ہے۔ اسی
طرح قرآن مجید کا ترجمہ بھی ایک ہو۔ اور ایک ایسا ترجمہ جو کمزوریوں اور
خامیوں، غلطیوں اور ناقابل اعتبار اور غیر مستند مفہوم سے پاک ہو۔
خدا کا فضل ہے کہ اس مختصر سی کتاب کے مطالعہ سے ہم اس مقصد میں
کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور ہمیں ایک مستند جامع اور غلطیوں سے
پاکیزہ ترجمہ ”کنز الایمان“ کی امتیازی شان کا علم ہو گیا ہے۔ اگر کسی
میں تھوڑی سی بھی سمجھ اور بصیرت ہے۔ اور آخرت کا خوف ہے تو
آج ہی سے فرقہ پرستی اور گردہ سی تعصب کے پنجے سے نجات حاصل
کر سکتا ہے۔ اس مختصر کتاب نے پنجرہ (قید خانہ) کا دروازہ کھول
دیا ہے۔ رہائی کا بہترین موقع ہے۔ آئیں جزو (فروق) کو چھوڑ کر
”کل (امت مسلمہ) کے فرد بن جائیں۔ ایک ہاتھ میں ہمارے قرآن ہو اور

اور قرآن کو سمجھنے کے لیے دوسرے ہاتھ میں ہمارے ”کنز الایمان“ ہو۔
یہ تاویلات پیش کر کے مسلمانوں کو دھوکہ میں رکھنے والے علماء اور اپنے
بے مقصد فرقوں کو زندہ رکھنے والے دین اسلام کے نام نہاد اجارہ دار
صرف اپنا پیٹ پالنے کے لیے اپنے فرقوں کا ڈھونگ رچائے
ہوئے ہیں۔ نہ ان ظالموں میں عشق رسول ہے۔ نہ ان بد نصیبوں میں
”فہم قرآن“ ہے۔ جب قرآن جنہی کی قابل اعتبار سطح سے ہی محروم ہیں۔ تو
پھر دین اسلام کے نام پر جو کچھ بھی وہ کر رہے ہیں۔ وہ ڈھونگ ہے۔
خود غرضی ہے۔

مسلمان ساحتیو! آؤ!

ایسے لوگوں کو ہم ان کے حال پر چھوڑ دیں ان سے اُلجھنے کی
چندال ضرورت نہیں ہے۔ ہم خدا کا شکر ادا کریں کہ اگر یہ بہرہ دہی
نہ ہوتے تو ہم اچھائی اور بُرائی میں تمیز کیسے کر سکتے۔ ہمیں کیسے پتہ چلتا
کہ ترجمہ غلط کونسا اور قرآن مجید کا صحیح ترجمہ کونسا ہے۔ بیماری آزمائش
اور ثابت قدمی کی کامیابی کا انحصار اسی پر ہے کہ ہم ان لوگوں کے زہر
میں آنے سے بچ جائیں۔ مذہب کے ان ظالم ٹھیکیداروں نے بہت سے
سادہ لوح ”عام مسلمانوں“ کو جکڑ اور فریب دیکر اپنے ساتھ تلایا ہوا ہے۔
یہ سادہ لوح ”عام مسلمان“ قابل نفرت نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی حالت قابل
رحم ہے۔ یہ مظلوم ہیں۔ ہم نے ان کو بڑی حکمت اور محبت و شفقت سے
”راہ حق“ کی طرف لانا ہے۔ جو پہلے ہی مظلوم، بے بس، اور مفلس ہیں
انہیں ہم اُن تک نہ کہیں۔ بھٹکائے ہوئے مظلوموں کے سیدر اور نگہسار
بن کر ہم نے بڑے صبر و تحمل اور بردباری سے ان کو دعوت حق دینے کا

فرض پورا کرنا ہے۔ اُن کے سر پرست نام نہاد علماء و کسائیں گے۔ تاکہ ہم غفۃ میں آجائیں۔ اور اُن مظلوم "عام مسلمانوں" سے نفرت کرنے لگ جائیں۔ ہم ان کے قریب جانا چھوڑ دیں اور یوں یہ مظلوم لوگ انہیں کے رحم و کرم پر رہ جائیں اور جیسا چاہیں اور جب چاہیں ان مظلوموں کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتے رہیں۔

خدا کے لیے ہم نے کبھی بھی غفۃ نہیں کرنا ہے۔ اُن سے نفرت نہیں کرتی ہے۔ اُن کے راہِ راست پر آنے سے مایوس نہیں ہونا ہے۔ یہی تو ہماری آزمائش اور ہمارا امتحان ہے۔ خداوند کریم ہم سب کو سمیت دے اور استقامت عطا فرمائے آمین!

انہیں فرق پرست گرد ہوں کے ہتھے چڑھے ہوئے ایک مظلوم دوست نے کتابت شدہ چند اوراقِ تعابُلِ تراجم کا مطالعہ کر کے (اندر کا غفۃ ظاہر نہ کرتے ہوئے) کہا:۔ (15:20)

"راؤ صاحب! ترجموں میں پندرہ میں کا فرق ہے کوئی زیادہ فرق نہیں نہیں ہے۔"

میں نے ان سے کہا کہ بھائی "دینِ اسلام" میں تو فرق ایسے بیس کا بھی بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ جب اتنی سمجھ آگئی ہے۔ کہ پندرہ میں (15:20) فرق ہے۔ تو پھر پندرہ (15) پر ڈٹے رہنے میں کیا مصلحت ہے۔ یا آپ کسی فرقے نے خرید لیے ہیں۔ کہ پندرہ (15) کو چھوڑنے کیلئے دل ہی نہیں چاہ رہا ہے۔ کیا خدا، رسول اور آخرت پر ایمان بالکل ہی نہیں رہا ہے۔ کیا اُن فرقوں کے اجارہ دار آپ کے رشتہ دار ہیں۔ آخر مجبوری کیا ہے۔ اس پر وہ خاموش رہا۔ خدا کرے انہیں پس کا

نہ سہی اُسے پندرہ بیس کا فرق ہی نظر آجائے۔ حالانکہ اب تک تعابُلِ تراجم سے واضح ثابت ہو چکا ہے۔ کہ فرق صفر بیس (0:120) کا ہے اور اگر کسی کو کسی وجہ سے کوئی شک رہ گیا ہے۔

یہ شک بھی دور | یہ شک بھی دور ہوتا ہے۔ اگلے تبلیغی درس کا مطالعہ کیجئے۔ اگلے تبلیغی درس تک اس کتاب

کا مطالعہ مکمل کر لینے والا مسلمان خواہ کتنا بھی پتھر دل کیوں نہ ہو۔ انشاء اللہ اُس کے دل و دماغ کے دریچے کھل جائیں گے اور وہ اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ

"قرآن مجید کے دوسرے تمام اُردو ترجموں کے مقابلہ میں ترجمہ "کنز الایمان" واحد ترجمہ ہے۔ جو کہ قابلِ اعتبار مستند اور غلطیوں سے پاک ہے۔"

اے! جلدی سے اگلے تبلیغی درس کا مطالعہ کریں!

تبلیغی درس ۱۱ (حصہ چہارم)

ان آیات کے مطالعہ کے بعد نتیجہ سامنے ہے

اسلامی ساقیو! توجہ کے ساتھ اس تبلیغی درسوں میں تعاقب تراجم کا مطالعہ کیجئے۔ یہ حسین ترین تعاقبی جائزہ عصر حاضر کے عظیم محقق علامہ پردیو ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنے ایک زوردار خطاب (مدینہ مسجد سہیل) میں بیان فرمایا تھا۔ خطاب کے موضوع "کنز الایمان اور اسکی فنی حیثیت" کے آغاز میں انہوں نے اپنے شیریں لب ہتے ہرٹے کہا تھا۔

"جو دست لکھنا چاہیں بہتر ہے۔ ان کیلئے وہ لکھ لیں۔" اسی خطاب میں انہوں نے ذیل کی آیات کا تعاقب تراجم پیش کیا۔

أَمْ يَتَّبِعُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ طَحْنُ قَسَمًا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفْعًا لِّبَعْضِهِمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَكَنًا ط وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (34) سورة زمر آیت 32-33
وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا مَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لِيُوقَفَهُمْ سَعِيرًا مِّنْ فَضْلِهِ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ (35)

ترجمہ از - کیا یہ قسمت کرتے ہیں۔ رحمت پر درگاہ تیرے کی کو، ہم نے بانٹی ہے۔ درمیان ان کے معیشت ان کی بیچ زندگانی دنیا کے اور بلند کیا ہم نے بعضے ان کے کو۔ اوپر بعض کے درجوں میں تو کہیں بعضے ان کے بعضوں کو محکوم اور مہربانی

پر درگاہ تیرے کی بہت بہتر ہے۔ اُس چیز سے کہ جمع کرتے ہیں ۵ اور اگر نہ ہوتا یہ خطرہ کہ ہوجاویں سب لوگ اُمت ایک البتہ کرتے ہیں۔ ہم واسطے ان لوگوں کے کہ کفر کرتے ہیں۔ ساتھ کے واسطے گھروں ان کے کے چھتیں چاندی کی اور سیڑھیاں کہ اوپر ان کے چڑھتے ۵ (شاہ رفیع الدین محدث دہلوی)

کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (خاصہ یعنی نبوت) کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ دنیوی زندگی میں (تو) ان کو روزی ہم (ہی) نے تقسیم کر رکھی ہے۔ اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے۔ تاکہ ایک دوسرے سے کا لیتا رہے۔ (اور غلام کا انتظام قائم رہے) اور آپ کے رب کی رحمت بدرجہا اس (دنیوی مال و متاع) سے بہتر ہے۔ جبکہ یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں۔ اور اگر یہ بات متوقع نہ ہوتی کہ تم آدمی ایک ہی طریقہ کے ہوجاویں گے۔ تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ ان کیلئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور (نیز) زمین بھی جن پر سے چڑھا (ترا) کرتے ۵ (مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی))

کیا وہ بانٹتے ہیں۔ تیرے رب کی مہر؟ ہم نے بانٹی ہے۔ ان میں روزی ان کی، دنیا کے جیسے۔ اور ادنیٰ کئے درجے ایک کے ایک سے۔ کہ ٹھہراتا ہے۔ ایک دوسرے کو کیرا۔ اور تیرے رب کی مہر بہتر ہے ان چیزوں سے جو سمیٹتے ہیں۔ ۵ اور اگر یہ نہ ہوتا۔ کہ لوگ ہوجاویں ایک دین پر تو ہم دیتے ان کو جو ملکر ہیں

رحمان سے، ان کے گھروں کو چھت روپے کے، اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں
شاہ عبدالقادر

کیا وہ بانٹتے ہیں۔ تیرے رب کی رحمت کو۔ ہم نے بانٹ دی ہے۔ ان میں
روزی ان کی دنیا کی زندگی میں اور بلند کر دیئے درجے بعض کے بعض پر کہ چھڑا
ہے۔ ایک دوسرے کو خدمتگار اور تیرے رب کی رحمت بہتر ہے۔ ان
بیزوں سے جو سمیٹتے ہیں۔

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ہو جائیں۔ ایک دین پر تو ہم دیتے ان لوگوں
کو جو منکر ہیں۔ رحمن سے ان کے گھروں کے واسطے چھت چاندی کی اور سیڑھیاں
جن پر چڑھیں ۵

مولانا محمد مسعود الحسن (دیوبندی)

کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزیر
کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کئے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ لوگوں
کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے۔ تاکہ یہ ایک دوسرے
سے خدمت لیں۔ اور تیرے رب کی رحمت اُس دولت سے زیادہ قیمتی ہے۔

جو ان کے رئیس (سمیٹ رہے ہیں) ۵
اگرچہ اندیشہ نہ ہو تاکہ سارے لوگ ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے۔ تو ہم خدا
رحمن سے کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں اور ان کی سیڑھیاں جن سے
وہ اپنے بالا خانوں پر چڑھتے ہیں۔ سب چاندی اور سونے کی بنادیتے
(ابوالاعلیٰ مودودی (جماعت اسلامی))

کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں۔ ہم نے ان میں ان کی زیست کا
سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی
دی۔ کہ ان میں ایک دوسرے کی منی بنائے۔ اور تمہارے رب کی رحمت
ان کی جمع جہت سے بہتر ۵

اور اگر یہ نہ ہو تاکہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں تو ہم ضرور رحمن
کے منکروں کے لئے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے جن پر چڑھتے ۵
استحضرت مجددانہ احمد رضا دہلوی

تقابل تراجم

(۱)

(از پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری سرپرست ادارہ مہتاب القرآن)

کیا تیرے مالک کی رحمت کا بانٹنا ان کا کام ہے۔ (نبوت بھی اللہ کی ایک
رحمت ہے) ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کی روزی بانٹ دی ہے۔ اور ان
میں ایک کو دوسرے سے کئی درجہ بڑھا کر رکھا ہے۔ اس سے یہ غرض ہے۔
کہ ان میں ایک دوسرے سے تابعداری کراٹے۔ اور جو (مال و متاع) یہ
لوگ (دنیا میں) اکٹھا کرتے ہیں۔ تیرے مالک کی مہربانی اس سے کہیں
بہتر ہے ۵

اور اگر یہ خیال نہ ہو تاکہ لوگ سب ایک طریقہ پر دنگر پر ہو جائیں گے۔ تو
اسم تو جو کوئی خدا تعالیٰ کو نہیں مانتے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور
(چاندی کی) سیڑھیاں بھی جن پر چڑھتے (اترتے) رہتے ۵
نواب وحید الزماں حیدر آبادی (ابولخشا)

قرآن کی مقصدیت، کنز الایمان کی مقصدیت

اس کنز الایمان کے اردو ترجمہ کی مقصدیت یہ ہے کہ قرآن حکیم کی آیات یا مضمون ایک خاص بات کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ ایک تصور ایک تھنوری بیان کرنا چاہتا ہے۔ ترجمہ اس انداز سے ہونا چاہئے۔ لفظوں کا چناؤ ترجمہ میں لفظوں کی ترکیب اور ترتیب ایسی ہونی چاہئے کہ جو مفہوم قرآن ذہن نشین کرنا چاہتا ہے۔ وہی مفہوم سامع اور قاری کے ذہن میں پیدا ہو جائے۔ یعنی جو مقصد قرآن بیان کر رہا ہے وہی مقصد من و عن ترجمہ کے ذریعے آشکار ہو جائے۔ اس کو کہتے ہیں قرآن کی مقصدیت۔ اب قرآن کی مقصدیت کا حوالہ ایک اور واقعہ کے ضمن میں عرض کرتا ہوں۔

سپریم کورٹ فیڈرل شریعت بینچ

میں پچھلے دنوں سپریم کورٹ فیڈرل شریعت بینچ میں ایک کیس کے سلسلہ میں مشورہ کی خاطر بلا یا گیا تھا۔ قابل توجہ بات ہے۔ وہاں کیس یہ پیش تھا کہ "اسلام میں ملکیت کی حدود جائز ہے۔ یا نہیں۔ زمین کی زرعی اصلاحات جو ہوئی تھی۔ تو زمین کی تحویل ملکیت کو محدود کیا جاسکتا ہے۔ یا نہیں کیا جاسکتا۔"

ایک قاضی دکیل زمین کو محدود کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہوئے قرآن و حدیث سے اپنا استدلال پیش کر رہے تھے۔ اس ضمن میں انہوں نے سورہ زخرف کی آیت 32 اور 33 کا حوالہ پیش کیا۔ وہ یہ تصور واضح کرنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے کسی کو غریب بنایا اور کسی کو امیر بنایا۔ کسی کو مال و دولت پر حکمرانی دی۔ کسی کو مفلس و تلاش بنایا۔ کسی کو ضرورت سے زائد

دیا۔ اور کسی کو بھوکا رکھا۔ کہ کھانے کو بھی نہ ملے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔ غربت و امارت کی تقسیم اس حد تک بھی خدا کی معیشت اور اس کے نظام معیشت کے عین مطابق ہے۔

لہذا جب خدا کی ذات نے کسی کو بہت زیادہ دیا ہے۔ اور کسی کو کھانے پینے کی ضرورت سے بھی محروم رکھا ہے۔ تو آپ کو کیا حق ہے کہ ملکیتوں کو محدود کر کے ہر ایک پر ضرورتوں کو یکساں تقسیم کرتے پھریں۔ اس تصور کو واضح کرتے ہوئے۔ انہوں نے قرآن کی اس آیت کا سہارا لیا۔

أَمْ يَتَذَكَّرُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ إِنَّهُمْ قَدْ كَانُوا قَدْ كَانُوا يَتَذَكَّرُونَ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ

آیت کا پس منظر

آیت کا پس منظر یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ گھرانہ بہت مالدار لوگوں کا نہ تھا۔ اس گھرانے کے مقابلہ میں ناپری مال و دولت اور ثروت کی کثرت کے اعتبار سے اور قریش موجود تھے۔ اب (دوسرے) قریش تو مالدار تھے۔ اجارہ دار تھے۔ سرمایہ دار تھے۔ مال و دولت جن کے گھر کی باندی تھی۔ اور وہ دنیا کی ہر قدر کو مال و دولت کی کثرت یا قلت کے پیمانے پر کھنسنے کے غامدی تھے۔ اور "رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ"۔ تم میں سے کسی کو زیادہ دیا۔ کسی کو کم دیا۔ مال و دولت میں کسی کو بلند تر بنایا۔ کسی کو کم کیا۔ یہ فرق ہے۔ درست ہے۔

"لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ لِبَئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ"۔ (ترجمہ جو نازل دکیل نے کیا ہے۔) اور ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے

لوگوں پر فوقیت دی ہے۔ تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں یعنی ایک دوسرے سے تابعداری کرائے یا ایک دوسرے سے کام لیتا رہے۔
 (غربی لفظ "سبحاناً" کا ترجمہ برترجم نے خدمت لینا تابعداری کرنا لیا ہے۔ جبکہ اعصفت نے "ہنسی بنانا"۔ "مذاق اڑانا" لیا ہے۔)

اب اس آیت کا ترجمہ یہ کر کے اس فاضل وکیل نے یہ مفہوم بیان کیا کہ جب ہم نے معیشت کا سامان تقسیم کیا۔ کسی کو نہ یادہ اور کسی کو کم دیا۔ تاکہ کچھ لوگ دوسروں کی ہمیشہ خدمت کرتے رہیں۔ اور کچھ لوگ خدمت لیتے رہیں۔ تاکہ کچھ دوسروں کے کام آتے رہیں۔ کچھ آقا بنے رہیں۔ کچھ غلام بنے رہیں۔ کچھ کام لینے والے بنے رہیں۔ کچھ کام کرنے والے بنے رہیں۔ کچھ سرمایہ دار بنے رہیں۔ کچھ عمر بھر مزدور بنے رہیں۔ یہ طبقاتی تقویر غربت و امارت کا مستقل نظام کے طور پر قائم رکھا۔

قادری صاحب آپ کا موقف کیا ہے | (فاضل) وکیل نے اس آیت سے استدلال کیا کہ ہم نے کسی کو غریب اور کسی کو امیر اس لیے بنایا کہ غریب امیروں کا کام کرتے رہیں۔ اور وہ کہنے لگے کہ جب خدا نے غریبوں کو غریب اس لیے رکھا ہے کہ وہ امیروں کا کام کرتے رہیں۔ یا سادہ لفظوں میں جاگیرداروں کے حقے گرم کرتے رہیں۔ جاگیرداروں کی خدمت کرتے رہیں۔ ان سے اپنی عصمتیں لٹواتے رہیں۔ ان سے اپنی غیرتوں کے سودے کر داتے رہیں۔ ہم نے تو غریب اس لئے رکھے۔ انہوں نے جب قرآن کی اس آیت سے استلزام کیا اور دلیل کیلئے تمام مترجمین کا ترجمہ پیش کر دیا۔ جتنے مترجمین اس وقت AVAILABLE (مہیا) تھے۔ جس کا ترجمہ اٹھایا یہی تھا کہ یہ غربت و امارت اس لیے رکھی کہ یہ لوگ دوسروں کے کام آتے رہیں۔ کام کرتے رہیں۔

جب اُس نے بیان کر دیا اور اپنی یقین دہانی کو ESTABLISH (قائم) کر چکا تو پوری عدالت میری طرف متوجہ ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا قادری صاحب! آپ کا موقف اس آیت کے ترجمہ و مفہوم میں کیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں تو اس سے مختلف معنی عرض کرتا ہوں۔ وہ کہتے گئے۔ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ میرے نزدیک اس آیت کا مضمون اس کا مفہوم و معنی یہ ہے کہ خدا کی ذات غربت و امارت کی تقسیم کی بنا پر جو ظلم جو غرور و تکبر ان کے اندر پیدا ہو گیا تھا۔ اُسے توڑتے ہوئے فرما رہی ہے۔ کہ کیا خدا کی رحمت تم نے تقسیم کی ہے۔ درست ہے۔ کہ ہم نے تمہیں مال و دولت دیا۔ کسی کو

غریب بنایا۔ کسی کو امیر بنایا۔ لیکن خدا فرماتا ہے کہ "لَيْسَتْ خِزْيَةُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سَخِرَ بَيْنَهُمْ"۔

کیا ہم نے تمہیں امیر اور غریب اس لیے بنایا۔ کیا اس لیے غربت و امارت کی تقسیم کی کہ تم امیر ہو کر غریبوں کا مذاق اڑاتے پھر دو۔ تم غریبوں کی قسموں کا مذاق اڑاؤ۔ جس غریب کو پیسہ کم ملا وہ عزت نہیں پاسکتا۔

ظالمو! بدبختو! خوف کرو۔ ہم نے تمہیں دولت دی کسی کو زیادہ دی کسی کو کم دی۔ تو بناؤ زیادہ دولت دالے خدا کا شکر کرنے کی بجائے وہ غریبوں کی غربت کا مذاق کیوں اڑاتے ہو۔ ہم نے دولت میں کمی بیشی اس لیے نہیں کی کہ تم میں سے کچھ لوگ کچھ لوگوں کا مذاق اڑائیں۔ تو خدا کی ذات تو غربت و امارت کی اس غیر فیزیکی تقسیم کے نظام کو رد کر رہی ہے۔ اور اسے کافرانہ تصور قرار دیکر طعن کر رہی ہے۔

انہوں (فاضل دیل) نے کہا کہ گویا آپ نے "سَخِرَ بَيْنَهُمْ" کا معنی مذاق کا لیا ہے۔ میں نے کہا "جی ہاں" تو اس دیل نے کہا کہ قادری صاحب کے پاس اس معنی کی دلیل کیا ہے۔ میں نے کہا کہ پہلی دلیل تو اس معنی کی یہ ہے کہ قواعد ترجمہ کی سوسے اس معنی کو غلط ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پھر میں نے قرآن پاک کی پانچ (5) آیات پیش کیں۔ جن میں "سَخِرَ بَيْنَهُمْ" کیلئے ہر جگہ "مذاق اڑانے" کا معنی تھا۔ اس کے بعد میں نے انہیں یہ کہا کہ یہ ترجمہ اصول و قواعد کے اعتبار سے درست ہے۔ پس منظر اور سیاق و سباق کے اعتبار سے درست ہے۔ اس میں کوئی سقم نہیں۔ اگر کوئی اور مترجم اس کا ترجمہ یوں کرتا ہے۔ تو مجھے بھی حق ہے کہ قواعد ترجمہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں اس کا ترجمہ ان صفت بطول کے مطابق بھی کر دوں۔

ایک اہلحدیث عالم چونک اٹھے

عدالت نے کہا آپ کا موقف درست ہے۔ ہم آپ کی بات

مانتے ہیں۔ لیکن کوئی اور مترجم بھی آپ کے اس تصور کی تائید کرتا ہے؟ — وہاں اہلحدیث مکتبہ فکر کے ایک عالم مولانا محمد حنیف ندوی بیٹھے تھے۔ وہ چونک اٹھے۔ عدالت کو کہنے لگے "خدا کی قسم اس ترجمہ اور مفہوم جو قادری صاحب نے بیان کیا ہے۔ مجھے چونکا دیا۔ کہ ایک لکھ آگیا۔ دل چاہتا ہے کہ قرآن کا مفہوم یہی ہے۔ قرآن یہی بات بیان کرنا چاہتا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ کسی مترجم کی اگر تائید مل جائے تو پھر مزاحیہ اور آجائے گا۔"

میں نے کہا جسے ترجمے آپ کی میز پر ہیں ان کو اٹھا کر دیکھنا شروع کریں۔ شاید اعلیٰ حضرت (مجدد امام احمد رضا بریلوی) کا ترجمہ اس کی تائید میں مل جائے۔ مجھے امید تھی کہ یہ تصور جو خدا کے نظام معیشت کی عظمت پر دلالت کر رہا ہے۔ اس عظمت کا صحیح معنوں میں احساس کرنے والا فرد جس قدر اعلیٰ حضرت ہے۔ شاید کوئی اور نہ ہو۔ انہوں نے ترجمے اٹھائے۔ شاید بیس پچیس (25-20) کے قریب ترجمے موجود تھے۔ جو ترجمہ اٹھاتے وہیں "خدمت" کا معنی لکھا ہوتا۔ جو اٹھاتے "خدمت" کا معنی لکھا ہوتا۔

پسیریم کورٹ میں اعلیٰ حضرت کا ترجمہ نہیں تھا | سارا میز جب خالی ہو چکا تو اعلیٰ حضرت

کا ترجمہ دکھائی نہیں دیا۔ (اسے اعلیٰ حضرت کے زبانی کلامی ماننے والوں) آپ لوگوں کے لیے قابل مدافسوس ہے۔ ایسے ترجموں کو اپنی مسجدوں کی الماریوں کی زینت بنا کر اپنی تقریروں کا موضوع بنا کر اور صرف اپنے گھروں

میں ہی سمجھا کہ اس کی عظمت کا ڈنکا بجانے والو! یہ تمہارا فرض تھا کہ ہر ماں علم کے حلقہ میں اسے پہنچایا جوتا۔ یہ قصور آپ کا ہے کسی اور کو قصور وار کبھی نہ ٹھہرائیے گا۔ یہ طریقہ ہی غلط ہے۔ آپ کا کہ جس معاملہ میں آپ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ آپ دوسروں کی سازش قرار دیتے ہیں۔ دوسرا کوئی سازش کرے یا نہ کرے کیوں سوچتے ہو اس انداز سے۔ اپنے گریبان میں جھانکیں کہ کہیں آپ کے طریق کار میں کوئی کمی نہیں رہ گئی ہے۔ اگر آپ کے ماں کوئی قصور ہے۔ آپ کی تبلیغ و دعوت ناقص ہے۔ آپ کا انداز بیان ناقص ہے۔ آپ کی تعلیم ناقص ہے۔ اس وجہ سے آپ کا کنز الایمان ادب پر نہیں جاسکا۔ کسی اور کی سازش کا کوئی دخل نہیں یہ نا اہلیت ہے۔ تو ہمارا اپنی ہے۔

۱۔ دوسروں کی سازش کا ذکر تو بعد میں ہونا چاہیے۔ پہلے ہمارا جرم تو دیکھیں۔ کتنا بڑا جرم اور سانحہ ہے۔ کہ چودھویں صدی میں ایک عظیم مجدد امام احمد رضا پیدا ہوا۔ لیکن آج پینسٹھ سال کے طویل و صمد بدھم اس کی تمام کتابوں کو شائع نہیں کر سکے۔ ان کے ترجمے، تشریح اور خدصے پیش نہیں کر سکے۔ انیسویں صدی انیسویں۔ انیسویں صدی شروع ہو چکی ہے لیکن ہم پچھلی صدی کے مجدد کی فکر، تحقیق اور تعلیم کو مسلمانوں کے بچے تک نہیں پہنچا سکے۔ آخر آخر اعلیٰ حضرت کی ہزار کتابوں کو کوئی اور غلو ق شائع کرے گی۔ اعلیٰ حضرت کے ماننے والوں نے سینکڑوں دارالعلوم اور دینی مدارس کھول رکھے ہیں۔ مگر کوئی کتابا سکتا ہے۔ کہ ہر درس میں کتنا تحقیقی کام ہر سال ہوتا ہے۔ اور ہر درس ہر سال کتنی عظمت کی کتابوں کے خدصے شائع کرتا ہے۔ اُس کے ترجمے اور حاشیے شائع کرتا ہے۔ حالانکہ ہر درس کے علماء اپنے ناموں سے اپنی پسند کے مرموعات پر کتابیں شائع کر کے اپنا پنا

میں نے کہا کہ آپ کے ماں تو اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ہے ہی نہیں۔ تو کس طرح کریں۔ میں نے کہا کہ ابھی آدمی بھیج کر راولپنڈی سے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ منگا لیجئے۔ اتنی دیر میں عدالت کا وقت ختم ہو گیا۔ اور صبح تک بات ملتوی ہو گئی۔ شام کو اعلیٰ حضرت کا ترجمہ آگیا۔ سپریم کورٹ کے جوجسٹسز بین تھے۔ صبح ان کے پاس اعلیٰ حضرت کا ترجمہ تھا۔ اور وہ مبارک باد دے رہے تھے۔ کہ اعلیٰ حضرت نے "سُخْرَیَا" کا معنی "مذاق کرنا" کیا تھا۔ اور پھر میرے جی میں آیا کہ اگر اعلیٰ حضرت نے یہ ترجمہ کیا تو اس کی کوئی اصل بھی موجود تھی۔

ترجمہ اسم قرآن کے مطابق | میں نے تلاش کیا تو شیخ سعدی کے ترجمہ کا فارسی میں بھی مفہوم یہی تھا۔ اوپر گیا۔ تو امام المفسرین حضرت امام قرطبی نے بھی "سُخْرَیَا" کا

(بقیت شیخ) قد کاٹھ بڑھانے میں تو مصروف ہیں مگر اعلیٰ حضرت کی عظیم فکر اور تحقیق پر مبنی کتابوں کو گھر گھر پہنچانے کا پروگرام کتنے دینی مدارس نے جاری رکھا ہوا ہے۔ ہر دینی مدرسہ میں دو نل اور ایک مفتی کو صرف اعلیٰ حضرت کی کتابوں کے ترجمے اور خلاصے پیش کرنے کے کام مستقل مامور کر دیا جائے۔ تو دینی مدرسوں کیلئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ عوام کے چندوں کے علاوہ اب تو حکومت کی طرف سے بھی امداد ملتی ہے۔ آخر مفسرین ہندی کا دین بالکل ہی ناپید کیوں ہو گیا ہے۔ خدا کیلئے اب بھی ہوش کیجئے۔ اور ہر دینی مدرسہ یہ اعلان کرے کہ وہ آج سے اعلیٰ حضرت کی کتابوں پر تحقیق اور نشر و اشاعت کا ایک مستقل شعبہ قائم کر رہا ہے۔ فتاویٰ رضویہ ہی میں بے شمار حوالے، حدیث اور عبارت ایسی ہیں کہ ان کے ترجمے اور خلاصے صحیحہ و صحیحہ کی کتابوں میں شائع کر کے نیکی اور ضرورت ہے۔ اسی کام کو کیا جائے تو کتابوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کی کتابوں کے مدرسے مسزوات

یہی معنی لیا تھا۔

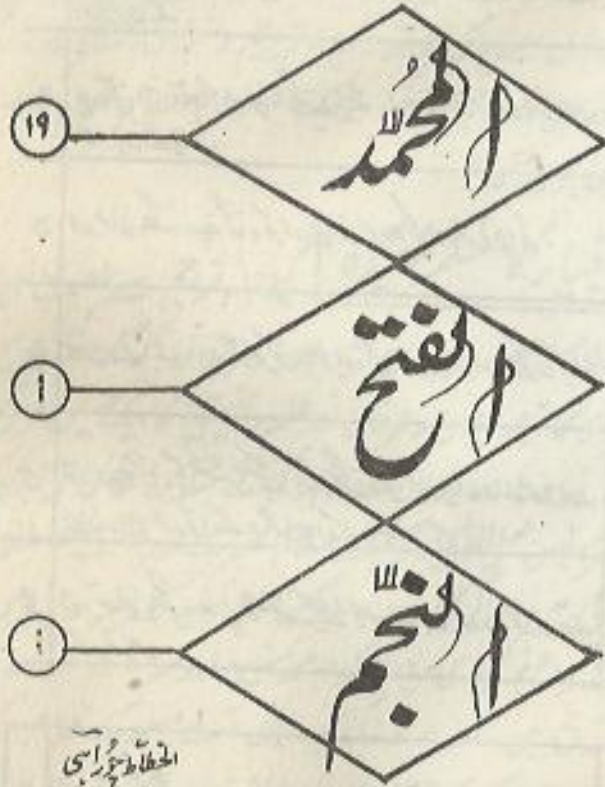
اعلیٰ حضرت! آپ کی وسعت نظر اور

(اعلیٰ حضرت!) آپ کی کمال فہم (قرآن)

کی عظمتوں کی داد دیں۔ کہاں کہاں تیری نظر گئی۔ جو مسائل تیرے دور
میں ابھی چھڑے بھی نہ تھے۔ تو نے ایسا ترجمہ کیا کہ آئندہ پیدا ہونے والے
مسائل کا جواب دے دیا۔

(تبیین حاشیہ)۔ اہل علم اور جید علماء کرام کو حسرت بھری زبان حال سے اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں مگر میرے
جید علماء کرام ہیں کہ اپنی ڈیڑھ ٹھکانٹ کی انگ سبک نہانے میں مصروف ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت سے
محبت و عقیدت کا بھرتے ہیں۔ خدا کے بند و اخیالی محبت و عقیدت کیا کریگی۔ عمل کون کریگا۔
یہ دولت منطبق جن کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کے عظیم و برتر مقام سے آشنا کیا ہوا ہے۔ ان کی
دولت کب کام آئے گی۔ کیا اعلیٰ دولت قبر میں ساتھ جہٹے گی۔ اب بھی وقت ہے کہ
یہ دولت منراہنی دولت اعلیٰ حضرت کی فکر اور تحقیق کو نام کر کے کیلئے ایک ایسے عظیم الشان ادارہ
کے قیام میں صرف کر دیں۔ جو کہ دنیا میں تحقیق اور نشر و اشاعت کا سب سے بڑا ادارہ ہو جس
ادارہ میں علماء کے مختلف گروہ اعلیٰ حضرت کی کتابوں کے موضوعات پر تعظیم کر کے تحقیق میں رات
دن ایک کر دیں۔ خدا کے بند و پہلے جو دیریں صدی کے مجاہد کی پوری طرح تدرک کر کے تو دکھاؤ۔
کیا قیامت کے دن تمہارے علم اور تمہاری عدالت تمہارے منہ پر نہ مار دی جائیگی۔ کہ تم نے
ایک مستند جامع اور قابل اعتبار مجاہد کی فکر اور تحقیق کو یہ فہم کر کے مسلمانوں کے ایک ایک
خرد تک کیوں نہیں پہنچایا تھا۔

سُورَةُ



الخطاط محمد راجی

وَاسْتَغْفِرْ لَذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

سورہ محمد آیت (47)

ترجمہ از

1 اور بخشش مانگ واسطے گناہ اپنے کے اور واسطے ایمان والوں کے۔ اور ایمان والیوں کے

2 اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہئے۔ اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے۔

3 اور معافی مانگ اپنے گناہ کو اور ایمان دار مردوں کو اور عورتوں کو۔

4 اور معافی مانگ اپنے گناہ کی واسطے اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کیلئے

5 اور اپنے گناہ کی بخشش کیلئے دعا مانگتا رہ۔ اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتوں کے گناہوں کے لیے (بھی)

6 اور معافی مانگو اپنے اپنے قصور کیلئے بھی اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی

7 اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

علی حضرت مجدد الامم احمد رضا (بریلوی)

تقابل تراجم

(1)

”ان مترجمین نے اپنے ترجموں میں ایسے الفاظ استعمال کئے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ خطا کار اور قصور وار بنا ڈالا۔ ذرا غور کیجئے۔ ان غیر محتاط تراجم کے مطالعہ سے ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثر لے سکتا ہے۔ یہی کہ معاذ اللہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن بھی خطاؤں سے پاک نہ تھا۔ کیا یہ تراجم دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھا دینے کے موجب نہیں ہوں گے؟

عصمتِ انبیاء کا مسلم عقیدہ کیا ان تراجم سے عصمتِ انبیاء

علیہم السلام کا مسلم عقیدہ مجرد نہیں ہوتا؟ ان تراجم کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ ایمان و عرفان اور علم و تحقیق کا ایک حسین مرقع ہے۔ انہوں نے خدائے قدوس کے کلام پاک کے شایان شان تراجم کر کے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ محبوبیت اور عظمتِ مصطفویت کو کتنے عمدہ پیرایہ میں اجاگر کیا ہے۔ اور کسی طویل تفسیر کے بغیر ترجمہ میں اسی ساری بات واضح کر دی ہے۔ کہ ”مؤمنین اور مومنات“ سے تمام مسلمان مرد و زن ہیں۔ اور ”ذنبک“ میں امت مسلمہ کے خواص کی طرف اشارہ ہے۔ جن کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شفاعت و مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خطاؤں کا ذکر نہیں۔ کیونکہ آپ کی ذات معصومہ اور پاک ہے۔ جن کی زبان وحی ترجمان اور جن کا سینہ الم نشرح کا بیخیز

ہو۔ جو شفیع المذنبین ہوں۔ جن کے معاملے کو خدا اپنا معاملہ اور جن کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمائے۔ ان کے متعلق گناہ و خطا کی نسبت کا تصور بھی گناہ اور خطا ہے۔

ع۔ یہ سوؤ ظن ہے۔ ساقی کوثر کے باب میں اب اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

”اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔“
(مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان)

تبلیغی درس نمبر 14 (حصہ چہارم)

اتَا فَتْحًا لَكَ فَتَحًا مَبْنِيًّا لِيُغْفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقْدَرُ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَخْشَى	سورہ فتح آیت 1
1	تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر تو کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ برا تھا۔ پہلے گناہوں سے تیرے اور کچھ پیچھے ہو۔
2	بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں فراموش کر دے۔
3	بیشک اے نبی ہم نے تمہیں ایک فتح ظاہر عنایت کی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پیچھے گناہوں کو بخش دے۔
4	ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے مزید فیصلہ تاکہ معاف کر دے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔
5	ہم نے فیصلہ کر دیا۔ تیرے واسطے مزید فیصلہ تاکہ معاف کر دے تجھ کو اللہ جو آگے پہلے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔
6	ہم نے تجھ کو کھلم کھلا فتح دی اس لیے کہ تو اللہ کا شکر کرے۔ اور اللہ تیرے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔
7	بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔
8	بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی اس کے صلہ میں تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔

۹	اے محمد ہم نے تجھ کو فتح دی اور فتح بھی مریخ اور صافات آکر خدا
۱۰	بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشنے۔ تمہارے انگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

تقابل تراجم

(۱)

حضور مظلوموں کے سردار یا گنہگار "عام تراجم سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی معصوم ماضی میں بھی گنہگار تھا۔ مستقبل میں بھی گناہ کرے گا۔ مگر فتح مبین کے صدقے میں اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ اور آئندہ گناہ رسول صافی ہوتے ہی گئے۔"

کاش یہ فتح مبین آپ کو نہ دی گئی ہوتی۔ تاکہ آپ کے گناہوں پر ستاری کا پردہ پڑا رہتا۔ اس معصوم رسول کے گنہگار ہونے کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا۔ کھلم کھلا فتح کیا ملی کہ رسول معصوم کے تمام مخفی گناہ ترجمہ پڑھنے والوں کے سامنے آشکار ہو گئے۔ اور معلوم ہوا کہ آئندہ بھی گناہ سرزد ہوتے رہیں گے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ ان گناہوں کی معافی کی پیشگی ضمانت ہو گئی ہے (معاذ اللہ) ان مترجمین سے دریافت کیجئے کہ اس آیت کی تفسیر میں جو تاویلات کی گئی ہیں۔ مفسرین نے جو معنی بیان کئے ہیں۔ اس کے مطابق انہوں نے ترجمہ کیوں نہیں کیا۔ ترجمہ پڑھنے والوں کی گمراہی کا ذمہ دار کون ہے؟ جب بنی معصوم گنہگار ہو تو

لفظ عصمت کا اطلاق کس پر ہوگا؟ عصمت انبیاء کا تصور اگر جزو ایمان ہے۔ تو کیا گنہگار، خطا کار بنی ہو سکتا ہے؟ اقوال صحابہ، مفسرین کی توضیحات سے ہٹ کر ترجمہ کرنے پر کس نے آپ کو مجبور کیا۔ ایک عربی، یہودی یا نصرانی یا ہمارے ہاں جنہوں نے عربی زبان پڑھی ہے۔ وہ بھی اس قسم کا ترجمہ کر سکتے ہیں۔ تو آپ جو کہ عالم دین کہلاتے ہیں۔ تفاسیر اور حدیث و فقہ کی تعلیم سے آراستہ ہیں۔ بغیر سوچے سمجھے لفظ بلفظ ترجمہ کر دیں۔ تو آپ اور ان میں کیا فرق ہوگا؟ افسوس کہ لفظ ذنب کی تفسیر میں امام ابوہاشمہ یا سلمیٰ کی توجیہ پڑھ لیتے تو اتنی ناش عظمیٰ مترجمین سے نہ ہوتی۔ مگر یہ صاحبان جب تک رسول اللہ کی نقص جوئی نہ کر لیں۔ ان کو اپنے علم پر اعتماد نہیں ہوتا۔

لک میں "ل" سبب معنی میں | ظاہر ہے کہ اعلا حضرت

کا جو شریعت جناب ختمی مرتبت کیلئے اپنے کمال پر ہے۔ وہ عقیدت بھری نگاہ جو آستانہ پر ہمہ وقت بھیجی ہوئی ہے۔ اس نے دیکھا کہ "لک" میں "ل" سبب کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ لہذا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے گناہ بخشنے گئے تو وہ شخصیت اور ہوئیں جن کے گناہ بخشنے گئے۔ اہل بصیرت کیلئے اشارہ کافی ہے۔ معنویت سے بھرپور روشن فتح کے مطابق ترجمہ فرمادیا: " (مولانا قاری رضا المصطفیٰ خطیب نیومین مسجد کراچی)

(جاری)

(A. J. ARBERRY) نے اپنے انگریزی ترجمہ میں اس آیت کریمہ کے معنی اس طرح بیان کئے ہیں۔

"SURELY WE HAVE GIVEN THE
(YOU) A MANIFEST VICTORY, THAT GOD
MAY FORGIVE THEE (YOU) THE FORMER
AND LATTERS SINS."

اس انگریزی ترجمہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ (نوحذ باللہ) رسول گنہگار تھے۔ اور اسی قسم کے ترجموں نے نئے انگریزی محققین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر اکادہ کیا۔ اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کیے جو شان رسالت پناہ کے بالکل منافی تھے۔
MAR. MANDUKE PICTHAL کا ترجمہ دیکھئے۔

"LO! WE HAVE GIVEN THEE
(O. Muhammad) A SIGNAL
VICTORY, (2) THAT ALLAH
MAY FORGIVE THEE OF THAT
SIN, THAT WHICH IS PAST AND
THAT WHICH IS TO COME."

اب بتائیے کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ اس ترجمہ سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رسول گنہگار تھے (نوحذ باللہ من ذلک) لیکن اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں آپ دیکھیں کہ یہ بات نہیں ہے۔ اب اعلیٰ حضرت کا ترجمہ پڑھئے تو جی میں وہ انبساط و سرور پیدا ہوگا۔ جو قرآن کا مقصود ہے۔

تبلیغی درس 15 (حصہ چہارم)

(2)

(یقیناً) سورہ الفتح آیت 1-2

نئے انگریزی محققین نے اسی لئے غلطی کی کسی زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے ضروری ہے۔ کہ مترجم دونوں زبانوں کا ماہر ہو۔ اور یہ بات اس آیت کے ترجمہ میں نہیں ہے۔ کیونکہ سوائے اعلیٰ حضرت کے سب نے ایسا ترجمہ کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم (نوحذ باللہ من ذلک) پہلے بھی گناہ کر چکے تھے اور بعد میں بھی کرنیکا امکان ہے۔ کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ایک سند دینی پڑی کہ آپ کے لگے اور پچھلے سب گناہ ہم نے معاف کر دیئے۔ ترجمے میں دوسوال ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ اول یہ کہ کیا نبی معصوم نہیں۔ دوسرے یہ کہ کیا گناہ اسی طرح معاف ہوا کرتے ہیں۔ کہ اللہ نے فتح بھی دی اور اس کے ساتھ گناہ کی مغفرت کا سرٹیفیکیٹ بھی ساتھ ہی دے دیا۔
اول سوال کا جواب صاف ہے اور ہر سگمان اور عاشق رسول کو معلوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بھی معصوم تھے اور بعد میں بھی ہیں۔ گناہ گناہ کا شائبہ اور تصور بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہیں کیا جاسکتا۔ ترجمہ کی غلطی اردو کے علاوہ دوسری زبانوں کے مترجمین نے بھی کی ہے۔ مثلاً قرآن کے انگریزی مترجم اے۔ جے۔ آر۔ بری

یعنی -

”بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔“

(3)

حقیقت یہ کہ قرآن مجید کا غلط ترجمہ کرنے والے عالمِ دین تو تھے۔ مگر اتنے بڑے عالمِ دین نہ تھے کہ قرآن مجید کے سابقہ ترجموں کی غلطیوں اور خامیوں پر تحقیق کرتے اور اپنی وسعتِ علمی سے سابقہ ترجموں کی کمزوریوں کو دور کر سکتے۔ پس ان کو اس بات کا شوق تھا کہ کسی نہ کسی طرح ہمارا نام قرآن مجید کے ترجمہ کرنے والوں میں شامل ہو جائے۔ لہذا انہوں نے سابقہ غلط ترجموں کی نقل کر کے ترجمے کئے اور نقل کیلئے جو عقل (فہم قرآن) کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی بلند سطح سے وہ نا آشنا تھے۔ لہذا ترجموں میں غلطیوں کے گنگ گئے۔ بہر حال انہوں نے ترجمین کی صف میں اپنا نام شامل کر دیا۔ بنی کم علمی کی وجہ سے امت مسلمہ کو گروہی کشیدگی اور انتشار میں مبتلا کر دیا۔ وقتی طور پر تو ان کی داہ واہ ہو گئی۔ لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ انکی غلطیوں پر مشتمل غیر مستند قرآن جنہی پر دنیا کے تمام مسلمان غیر مسلموں کے سامنے شرمندہ ہیں۔

حضرت سے پہلے تو ترجموں میں جو غلطیاں ہوئیں۔ اُسکی وجہ تو ترجموں کی ابتدا تھی۔ ابتدا میں ہر کام میں خامیاں اور کمزوریاں رہ جاتی ہیں۔ لیکن جب حضرت نے ۱۹۱۱ء میں غلطیوں اور خامیوں سے پاک صاف ایک اردو ترجمہ قرآن پیش کر دیا۔ تو پھر حضرت کے بعد کے علماء کو تو

اس سے استفادہ حاصل کر لینا چاہئے تھا۔ انوس کہ علماء کا ایک بڑا بڑا تعلیتی گروہ استفادہ حاصل نہ کر سکا۔ اُس کی دود جومات تھیں۔

اول :- بعد کے کچھ علماء تعصب اور ذاتی عناد میں اندھے ہو کر صرف اتنا سوچ سکے کہ بس پروپیگنڈہ اور غلیظ زبان استعمال کر کے حضرت کی شخصیت کو لوگوں کی نظروں سے گرا دیا جائے۔ لہذا اگر وہ روپیہ ان لوگوں نے صرف کیا۔ چونکہ یہ سیاسی اور ہندو کفار کی کاکریس کے ساتھ گٹھ جوڑ رکھنے والے لوگ تھے۔ لہذا انہوں نے یہی سوچا کہ بس پروپیگنڈہ، بیان بازی اور اشتہار بازی کر کے اور مخالفت میں کتابوں کے انبار لگا کر کسی شخصیت کو اگر ایک مرتبہ بدنام کر دیا جائے۔ تو پس پھر ہمیشہ مذہبی چودھراہٹ ہماری ہی رہے گی۔

نادران اتنا نہ سوچ سکے کہ وہ کسی شخص سے نہیں بلکہ علم و عرفان اور قرآن و سنت کی کمال درجہ فہم و ذکاوت سے پہاڑ سے ٹکریں مار رہے ہیں۔ جب شور و غوغا ختم ہو گا۔ اور حالات پر سکون ہوں گے تو اپنے ہی سر ہولہان ملیں گے۔ جب مسلمان سکونِ قلب سے عملی سطح کا جائزہ لیں گے۔ تو پھر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔ اور ریسب محنت اور دولت رائیگاں چلی جائے گی۔ کاش وہ حضرت کو ایک علمی شخصیت سمجھ کر ان کے علم سے استفادہ اور جنس حاصل کر لینے کی سعادت حاصل کر لینے تو آج مسلمانوں میں اپنی گری ہوئی علمی سطح کی شرمندگی سے بچ جاتے۔ اب بھی کچھ نہیں سیکھا

صبح کا بھولا شام کو گھر واپس آجائے تو سمجھ لیجئے کہ آپ پر اللہ نے کرم کر دیا ہے۔

دوئم :- دوسری وجہ اعلیٰ حضرت کی وسعت علمی سے استفادہ کرنے کی یہ تھی کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کی علمی حیثیت کو سرری دیکھا۔ لہذا گرائی میں جا کر اعلیٰ حضرت کے حقیقی علمی مقام تک رسائی حاصل کرنے کی صلاحیت سے محروم رہے۔ اور استقلال کیلئے بھی وسعت علمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت علم کا سمندر تھے۔ لہذا بلند علمی سطح کے لوگ ہی ان سے استفادہ کر سکتے تھے۔ آج اعلیٰ حضرت کے دور کو 50 سال گزر چکے ہیں۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ انکی تحقیق اور فکر کا اعلاہ ابھی تک علماء و دانشور مکمل نہیں کر سکے ہیں۔ شاید ایک صدی کی بجائے محققین اس کام کو دو صدیوں میں کر سکیں گے۔

(3)

اسلامی ماحول

سورہ فتح کی پہلی دوسری

آیت کے لیے اردو ترجمہ

آئمہ تفسیر نے آیت کا مفہوم کیا سمجھا

کرنے والے علماء کے بیان کردہ مفہوم میں جو زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ ہمارے سامنے ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں۔ کہ ماضی کے آئمہ تفسیر اور آئمہ قرآن نے اس آیت کا کیا مفہوم اخذ کیا۔ مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان کتاب محاسن کنز الایمان صفحہ 58 پر لکھتے ہیں۔

”یہاں بھی مترجمین نے خطاؤں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے منسوب کر دیا۔ ان غیر محتاط مترجمین کے تراجم سے تاثر پیدا ہوتا ہے۔ کہ محاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے بھی گناہ سرزد ہوتے رہے اور بعید میں بھی اور خدا نے اس آیت میں ان کی نجات کا وعدہ فرمایا ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے محتاط قلم نے عصمت انبیاء علیہم السلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا ایمان افروز ترجمہ کیا ہے۔ جو ان کے عظیم القاب فہم قرآن پر دلالت کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔“

”بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے تمہارے پچھلوں کے“

(آئمہ تفسیر کے بیان کردہ مفہوم ملاحظہ ہوں)

۱۔ اس آیت کے تفسیری حاشیہ میں صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی

نے تفسیر خازن اور تفسیر روح البیان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ
"یعنی تمہاری بدولت امت کی مغفرت فرمائے۔"

2 - شیخ محی الدین ابن عربی نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر ارقام فرمائی ہے
امام رازی اور شیخ صاوی نے افادہ فرمایا۔ "اور تمہاری
بدولت مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔" - ان صورتوں میں
قواعد عربیہ کے مطابق حذف مضاف ہے۔

3 - شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے مستفاد ہوا۔ اس آیت میں امت
کے ذنوب کی نسبت آپ کی طرف کر دی ہے۔ کیونکہ قوم کے افعال
کی نسبت اس کے قائد کی طرف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ نلال
جبریل ہار گیا۔ اور یہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

4 - علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ۔ "یہاں مغفرت کا اطلاق اس چیز پر
ہے۔ جس کو حضور انبیٰ نظر عالی کے پیش نظر ذنب خیال فرماتے ہیں۔"

5 - شیخ ابوسعید لکھتے ہیں کہ۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات
تشریحی حذر توں کے سبب سے افضل اور ادلیٰ امر کو ترک فرما دیتے
تھے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان امور کا ترک کرنا بھی جائز ہے۔ اور
یہ مغفرت اس ترک کی طرف راجع ہے۔ اگرچہ یہ ترک موصیئت نہیں ہے۔

6 - علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ۔ "ابرار کی نیکیاں بھی مقربین
کے گناہ کا حکم رکھتی ہیں۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے۔ "حسنات الابوار
مشیات المقربین۔" - اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے
امور کی مغفرت کا اعلان کر دیا۔"

7 - حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "و نہ آپ

نے کوئی گناہ کیا ہے۔ نہ کرنا ہے لیکن اگر بغرض محال کوئی گناہ ہو بھی تو اللہ
تعالیٰ نے اس کی مغفرت کا اعلان کر دیا ہے۔"

8 - قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ۔ "جب (آیت) ... "وما
ادری ما یفعل بی ولا حکم" (نہ میں جانتا ہوں کہ میرے ساتھ
کیا ہوگا۔ نہ یہ کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا) نازل ہوئی تو مشرکین نے
خوشی کا اظہار کیا۔ اور کہا ہمارا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال
برابر ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کفار کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی
یعنی حضور کا انجام خیر معلوم ہے۔ اور کفار کا حال بد۔ پھر برابری
کیسی؟"

9 - علامہ تاج الدین فرماتے ہیں کہ۔
"یہ اظہار مغفرت کا ایک کلمہ شریف ہے۔ جیسے کسی وزیر کو
خوش ہو کر کہہ دے۔ جاؤ تمہارے سات خون معاف۔ بغیر
اس بات کے کہ اس نے کوئی خون کیا ہو یا کرنا ہو۔ اسی طرح
اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر راضی ہو کر آپ کی مغفرت
کا اعلان کر دیا۔ بغیر اس امر کے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
کوئی گناہ کیا ہو یا کرنا ہو۔"

(5)

اس تفسیر نے آیت کا مفہوم کیا سمجھا | شیخ عزیزی الدین ابن سلام (۱۵)

کہتے ہیں کہ

”تمام انبیاء علیہم السلام مغفور ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی مغفرت کا اعلان نہیں کیا۔ اسی سبب سے عرصہ حشر میں ابتداء انبیاء علیہم السلام لوگوں کی شفاعت نہیں کریں گے اور نفسی نفسی کہہ کر اپنی فکر کا اظہار کریں گے۔ اگر دنیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مغفرت کا اعلان نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شفاعت کرنے میں تامل فرماتے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں آپ کی مغفرت کا اعلان کر کے آپ کو تسلی دے دی تاکہ آپ روز محشر اپنی طرف سے بے فکر اور مطمئن ہو کر اُمت کی شفاعت کر سکیں۔“

۱۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ

”مغفرت کے معنی ستریں اور ہمارے حق میں مغفرت ذنوب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ذوات اور ہمارے عذاب کے درمیان اپنی رحمت کو حائل کر دے اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں مغفرت ذنوب کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی ذوات اور ان کے مفروضہ گناہوں کے درمیان اللہ تعالیٰ اپنی عصمت اور حفاظت کو حائل کر دے اس اعتبار سے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی

اور پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم اور محفوظ کر دیا۔“
۱۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عصمت کے باوصف امتثال امر اور توأمنہ کی وجہ سے کثرت استغفار کیا کرتے تھے حتیٰ کہ ایک دن میں ستر سے زائد مرتبہ استغفار کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اظہار اجابت کیلئے یہ آیت نازل فرمائی۔

۱۳۔ سیدی عبد العزیز دباغ نے افادہ فرمایا کہ

”معصیت کا سبب اللہ تعالیٰ سے غفلت ہے۔ جب بندے اور خدا کے درمیان غلبہ شہوت، غلبہ غضب یا غلبہ حرص کے حجابات حائل ہو جاتے ہیں۔ تو وہ معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بندے کی جسمانی کثافت بشری سیولائیت اور ظلمات معصیت کے حجابات بھی اس کے اور خدا کے درمیان حائل ہوتے رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ مغفرت الہی سے بے بہرہ، حضور و شہود سے غافل اور کسب معصیت میں اندھا ہو جاتا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ اور اللہ عزوجل کی ذات کے درمیان یہ حجاب نہیں ہوتے اسی وجہ سے وہ جمال ذات کے محرم اسرار اور صفات سے واقف اور شہود و حضور میں مستغرق ہوتے ہیں۔ پھر گناہ کیسا؟“

نیز سیدی عبد العزیز دباغ فرماتے ہیں کہ

”نجس اور متعفن کپڑے پر اگر کھیاں بیٹھتی ہیں اگر کپڑا نہ ہو تو کھیاں بھی نہ ہوں گی۔ اور یہ حجاب بمنزلہ کپڑا اور گناہ بمنزلہ کھیاں ہوتے ہیں۔ پس جب انبیاء علیہم السلام اور خدا کے درمیان حجاب نہ رہا تو گناہ بھی نہ رہا اور یہ رفع حجاب حسب مراتب ہوتا ہے“ پھر فرماتے ہیں۔

» غفر کا معنی ہمارے حق میں ستر ذنوب اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں عدم ذنوب ہوتا ہے «

اس تہید کے بعد زیر نظر کا مطلب بیان فرماتے ہیں کہ
 « اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا » پیار سے ہم نے اپنے اور تمہارے درمیان کسی قسم کا کوئی حجاب نہیں رکھا۔ اور فتح مبین کر دی ہے تاکہ تم ہمیشہ مشاہدہ ذات و صفات میں مستغرق اور نہ ہیک رہو اور تمہاری زندگی گزشتہ ہو یا آئندہ اس میں کسی قسم کی کوئی خطا راہ نہ پائے نہ اجتہاد نہ عکس۔
 ۱۴۔ گناہ کا سبب نفس اور اس کے تقاضوں سے اندھا دھند محبت کرنا ہے۔ جب انسان اور اس کے اعمال کے درمیان محبت نفس آتی ہے تو نصیحت جہنم لیتی ہے۔ اور نیکی کا سبب اللہ اور اس کے احکام سے بے اندازہ محبت ہے۔ جب انسان محبت الہی سے سرشار ہوتا ہے تو اسے ہر گناہ سے نفرت اور نیکی سے الفت ہو جاتی ہے۔ پھر نفس کے تقاضوں کو پورا کرنا مشکل اور شریعت کی دشوار گزار راہوں میں آبد پا چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ جب دل اس کی یاد سے محروم اور آنکھیں جلوؤں سے غمور ہوں تو انسان اس کی خاطر سرگٹا سکتا ہے۔ لیکن خواہش کے آگے سرھجکا نہیں سکتا۔ تو آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ہم نے آپ کے لیے اپنی محبت کی راہوں کو کشادہ کر دیا تاکہ آپ کی زندگی کے کسی حصہ میں کوئی ایسا عمل نہ آنے پائے جو محروم محبت کا ثمرہ ہو۔

1	قسم ہے۔ تارے کی جب گرے۔	مولانا محمد الحسن (دہلوی)
2	قسم ہے۔ مطلق نیکی جب وہ غروب ہونے لگے۔	مولانا اشرف علی تھانوی (دہلوی)
3	قسم ہے۔ تارے کی جب کو نیچے کو چلے۔	نواب وحید الزماں (اچکزئی)
4	قسم ہے تارے کی جبکہ وہ غروب ہوا۔	ابوالاعلیٰ مودودی (جٹا سٹا)
5	اس پیار چمکتے تارے محمد کی قسم۔ جب یہ مزاج سے اترے	مجدد امام احمد رضا (بریلوی)

تقابل تراجم

(۱)

خزائن العرفان میں مولانا نعیم الدین نقیر خازن کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔
 کہ نجم سے مراد ہے۔ ذات گرامی مادی باری حق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

مولانا ملک شیر محمد خاں عنوان زیر نظر آیت کا تعابیل تراجم یوں کرتے ہیں۔

”مندرجہ بالا تراجم میں ستارے گرنے یا غروب ہونے کا بیان ہے۔ جسکی کنہ اور حقیقت تک پہنچنا عام قاری کے لیے ناممکن کی حد تک مشکل ہے۔ نیز ان تراجم سے کلام خداوندی کی جامعیت و بلاغت اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت و عظمت بھی واضح نہیں ہوتی۔ لیکن اٹھ حضرت کا ترجمہ ایسا جامع، واضح اور بلیغ ہے کہ کوئی انصاف پسند اہل ذوق اسکی داد دینے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ترجمہ اتہاد حبیب کی عقیدت و محبت کا مرقع نظر آتا ہے۔ ”بخم“ کے مطلب کے ساتھ اسکی مراد بھی واضح کر دی گئی ہے۔

چونکہ سورہ بخم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر آسمانی (معراج جہانی) کا ذکر ہے۔ اس لیے (متذکرہ ترجمہ کے مطابق) ذکر معراج سے ہی ابتدا کی گئی ہے۔ اس طرح حضور علیہ السلام کی جلالت و عظمت نمایاں ہو جاتی ہے۔ جسے ایک عام قاری بھی آسانی سمجھ سکتا ہے۔ اور یہی تفسیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

(کما فی المظہری والمعالیم وغیرہما)

ترجمہ :-

متذکرہ آیت کا ترجمہ اٹھ حضرت بریلوی نے اس طرح کیا ہے۔
”اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔“

سورۃ

○ رحمن

آیت :-

○ مری

آیت :-

○ تکویر

آیت :-

○ التزیت

آیت :-

شان کے لائق اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم بھی ہونی چاہئے۔ چنانچہ عام ترجمین کی روش سے بہت کم غلطی فرماتے ہیں۔

”ماکان دمایکون (جو کچھ ہوا۔ اور جو کچھ قیامت تک ہوگا) کا بیان انہیں سکھایا۔“

(2)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ”انسانیت کی جان“ اور ”ماکان دمایکون“ کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ مولانا مفتی غلام علی اوکاڑوی جواب دیتے ہیں۔

”الانسان“ کا ”لام تعریف“ عہدی ہے۔ اور اس سے مراد انسانِ کامل جانِ انسانیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی طرح ”البیان“ پر لام ”لام تعریف“ صفات الہیہ ماکان دمایکون کے عوض ہے۔

(3)

”دبائی اسماعیل لابی“ کے بعض نادان دست یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استاد جبرائیل علیہ السلام تھے۔ اور جبرائیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھایا۔ یعنی خدا نے براہِ راست د بلا واسطہ انہیں سکھایا۔ سادہ لوح مسلمانوں میں اس قسم کا بے بنیاد عقیدہ پھیل کر یہ گروہ دراصل حضور کی ذاتِ اقدس پر تباہ کھڑا کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ بات بالکل واضح ہے کہ جبرائیل اللہ کی طرف سے پہنچانے آتے تھے۔ نہ کہ پڑھانے۔ پہنچانا اور چیز ہے۔ اور پڑھانا اور چیز ہے۔ استاد یعنی معلم پڑھانے والا اور سکھانے والا ہوتا ہے۔ نہ کہ پہنچانا پہنچانے والا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا پہنچانا تو محض ایک سنت الہیہ اور ضابطہ خداوندی کے تحت تھا۔ درنہ ایک مسلمان بھی جانتا ہے کہ سفر معراج کے دوران صدرہ کے مقام سے آگے جبرائیل نہ جاسکے۔ اور حضور مقامِ قاب قوسین تک پہنچے۔ کوئی ہے عقل کی بات کہ حضور کے استاد جبرائیل ہوں۔

تبدیلی دس 20 (حصہ چہارم)

سورہ رخصت آیت 33	لِمَعْشَرِ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُ سَطَّعَهُمْ أَن يَفْزُقُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْقُدْرَةِ لَا تَقْدِرُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝
(55/33) ترجمہ از۔	
شاہ رفیع الدین محمد دہلوی	۱۔ جماعت جنوں کی اور آدمیوں کی اگر طاقت کہتے ہو تم یہ کہ پیٹھ جاؤ بیچ کناروں آسمانوں کے اور زمین کے پس پیٹھ جاؤ۔ نہ پیٹھ جاؤ گئے تم۔ مگر ساتھ غلبہ کے۔
مولانا اشرف علی تھانوی (دلیوری)	۲۔ اے گروہ جن اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو۔ مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں)
نواب وحید الزماں حیدر آبادی (الحدیث)	۳۔ جنوں اور آدمیوں کے گروہ۔ تم سے اگر پرسکتا ہے کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے ہو کر کہیں) نکل بھاگو (اور اللہ تعالیٰ کے اختیار سے باہر ہو جاؤ) تو (اچھا) نکل دیکھو (یہ یاد رہے) نکلنا جب ہی پرسکتا ہے جب زور ہو (ف اور تم میں زور کہاں)
شاہ عبد القادر	۴۔ اے فرقے جنوں اور انہوں کے! اگر تم سے ہو کہ نکل بھاگو آسمان اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو۔ نہیں نکل سکتے کہ بن سہد۔

5	اے گردہ جن و انسان۔ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے (ہو کہیں کو) نکل بھاگو مگر کچھ ایسا ہی زور ہے۔ تو نکلو۔ (اور وہ تم میں نہیں ہے اور نہ ہو)	مولوی نذیر احمد دہلوی (پنجری)
6	اے گردہ جن و انسان کے گردہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ۔ تو نکل جاؤ۔ جہاں نکل جاؤ گے۔ اُسی کی سلطنت ہے۔	اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا خاں (بریلوی)

تقابل تراجم

(۱)

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا کے ترجمہ کے سوا تمام ترجموں کا مفہوم یہ ہے۔ کہ انسان کو ارض سے باہر نہیں نکل سکتا ہے۔ حالانکہ دورِ حاضر میں خلائی جہاز زمین کی حدود کو پار کر چکے ہیں۔ انسان کو ارض سے باہر نکل کر چاند پر جا پہنچا ہے۔ اور دوسرے سیاروں کی طرف بھی خلائی گاڑیاں رواں دواں ہیں۔ اس طرح تو نفوذ باللہ یہ آیت جھوٹی ہوئی۔ ہرگز نہیں۔ آیت اپنی جگہ صحیح ہے۔ دراصل ترجموں کی یہ غلطی آیت میں لفظ ”سُلْطٰن“ کے غلط معنی کر لینے کی وجہ سے ہوئی۔ تقریباً تمام مترجمین نے اس لفظ کے معنی ”زور“ کہے ہیں یا ”غلبہ“ اور ”سند“ کہے ہیں۔ حالانکہ اس کے معنی ”سلطنت“ ہیں۔ ”نوائے وقت (لاہور) کے کالم نگار میاں عبدالرشید نے ”الاسُلْطٰن“ کا ترجمہ ”مگر سلطان کے ذریعہ کیا تھا۔ کیپٹن شفیق احمد (پی۔ سی۔ ایس) نے جس کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا :-

۱۔ نوائے وقت (لاہور) شمارہ ۱۲۵، اگست ۱۹۷۵ء بمطابق کتاب ”حیات مولانا احمد رضا دہلوی“ صفحہ ۱۵۲ از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔
صفحہ ۱۵۲ از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔

”یہ ترجمہ پڑھ کر ایک دوست نے مجھ سے اس خیال کا اظہار کیا۔ کہ پھر امریکی اور روسی خلائی جہاز زمین کی حدود پار کر کے چاند پر کیسے اتر سکتے ہیں؟ ایسا خیال دوسرے بھائیوں کو بھی آسکتا ہے۔ میں نے بطور تحقیق قرآن پاک کے تین چار مستند تراجم دیکھے۔ مولانا مفتی محمد احمد رضا خاں کا ترجمہ (مطبوعہ نسخہ قرآن پاک تاج کمپنی لمیٹڈ) صحیح معلوم ہوا۔ جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ انہوں نے بہت پہلے اس آیت کا یوں ترجمہ کیا تھا۔

”اے جن و انسان کے گردہ اگر تم سے ہو سکے تو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ۔ جہاں نکل کر جاؤ گے اُسی کی سلطنت ہے“ لفظ ”الاسُلْطٰن“ کا ترجمہ اردو میں ”مگر اُسی کی سلطنت“ درست ہے۔ لفظ ”سُلْطٰن“ کا انگریزی ترجمہ ”اتھارٹی“ یا کنٹرول“ ہے۔ مفہوم یہ ہے۔ کہ انسان جہاں کہیں بھی جاسکے وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار و قابو سے باہر نہیں جاسکتا۔“

کیپٹن شفیق احمد کے تاثرات کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد باقر نے مدیر نوائے وقت کے نام ایک مکتوب (لعنوان ”سورہ رخص کی آیت کی وضاحت“) میں لکھا ہے :-

”مکرمی !! آپ کے موقر جریدے میں کیپٹن شفیق احمد خاں صاحب کے توجہ دلانے پر راقم نے عربی لغت کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ ”سُلْطٰن“ کے معنی

۲۔ نوائے وقت (لاہور) شمارہ ۱۲۵، اگست ۱۹۷۵ء بمطابق کتاب ”حیات مولانا احمد رضا خاں دہلوی“ صفحہ ۱۵۲ از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔
کتاب خانہ۔ اقبال روڈ۔ سیالکوٹ۔

”سلطنت“ (DOMINATION) لغات میں موجود ہیں۔
 (کوڈن صفحہ 422، رچرڈ سن صفحہ 701) لہذا سورہ رحمن کی آیت
 (33) میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا صاحب بریلوی نے
 ”سُلْطَن“ کا ترجمہ کر کے مذکورہ آیت کی تفہیم کو سادہ اور
 آسان کر دیا ہے۔ یعنی باری تعالیٰ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ تم زمین
 اور آسمانوں سے کتنا بھی پر سے کیونکہ نہ نکل جاؤ۔ ہر صورت تم میری سلطنت
 ہی میں رہو گے۔ راقم شفیق احمد خاں صاحب کامنوں ہے کہ
 انہوں نے دیگر تراجم اور تفاسیر کے مقابلے میں اعلیٰ حضرت کے ترجمے کی طرف
 توجہ دلا کر ایک مفید خدمت سر انجام دی۔ ع۔

1	اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکی اپنی شہوت کی جگہ	شاہ عبدالقادر
2	اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو	مولانا محمود الحسن (دلیونبری)
3	اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی	مجدد امام رضا (بریلوی)

تقابل تراجم

(1)

”یہ آیت حضرت مریم علیہا السلام کی عصمت اور تقدس کے سلسلہ میں وارد
 ہوئی ہے۔ اب دونوں تراجم پر نظر ڈالئے۔ مولوی محمود الحسن کا ترجمہ بلاشبہ درست
 لفظی ترجمہ ہے۔ لیکن ہر زبان کا اپنا اپنا انداز و اسلوب بیان ہوتا ہے۔ مترجم
 کا فرض ہے کہ وہ اصل زبان کا صحیح مفہوم سمجھ کر اسے اس زبان کے اسلوب بیان
 میں ڈھالے جس میں وہ عبارت کو منتقل کر رہا ہے۔ عربی زبان میں ”حصن“
 کا لفظ ”محفوظ کرنے“۔ روکنے۔ اور قلعہ کے معنوں میں آتا ہے لیکن
 یہ تمام معانی اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کے بنیادی معنی ”حفاظت“
 کے ہیں۔ (شاہ رفیع الدین نے بھی اس کے معنی ”حفاظت“ لئے ہیں) اعلیٰ حضرت
 بریلوی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ (اسی طرح) ”فرج“ کے

ع۔ نوائے وقت (لاہور) 9/7/37 مطابق کتاب ”حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی“ صفحہ

103، از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مطبوعہ: اسلامی کتب، اقبال روڈ، سیالکوٹ۔

لفظی معنی بلاشبہ جائے شہوت ہیں۔ لیکن اردو میں یہ لفظی ترجمہ کچھ زیب نہیں دیتا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے مرادی ترجمہ کیا ہے۔ اس میں عربی کی اصل روح بھی برقرار ہے۔ اور اردو زبان کا احترام پسندانہ اسلوب بھی قائم ہے۔^۱

(مولانا شیر محمد خاں اعوان کالا باغ)

(2)

مولانا محمود الحسن نے جب قرآن مجید کا ترجمہ شروع کیا تو دعویٰ کیا تھا کہ شاہ عبد القادر کے ترجمہ میں ”تدبر کے ساتھ لفظ مختصر زائد کر کے کچھ کھول دیا جائے“² مقصد یہ تھا کہ شاہ عبد القادر کے ترجمہ کو مزید واضح کر دیا جائے گا۔ لیکن زیر نظر آیت کے ترجمہ میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ انہوں نے شاہ عبد القادر کے ترجمہ کی نقل کر دی ہے۔ شاہ عبد القادر کے ترجمہ میں غیر موزوں الفاظ (یعنی ”روکی“۔ اور ”شہوت کی جگہ“) کے متبادل جامع اور اردو ادب کے شایان شان الفاظ کا استعمال کیا جاتا تو ہم سمجھتے کہ نقل کے لیے عقل استعمال ہوئی ہے۔ اس سے پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ مولانا محمود الحسن (دیوبندی) نے اردو ترجمہ صرف مترجمین کی فہرست میں شامل ہونے کے لیے کیا۔ اور وہ بھی شاہ عبد القادر کے اردو ترجمہ کی نقل۔

— ایک عالم دین کو قرآن مجید کا ترجمہ کرتے وقت قرآن فہمی کی جس غلی

سطح کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ مولانا محمود الحسن میں سرے سے موجود نہ تھی۔ ورنہ شاہ عبد القادر کے ترجمہ کی نقل کرتے وقت جو انہوں نے دعویٰ کیا تھا۔ اگر وہ حقیقتاً محقق اور قرآن فہمی کے مرتبہ کے حامل ہوتے تو وہ تحقیق سے کام لیکر شاہ عبد القادر کے ترجمہ کی تمام خامیوں اور کمزوریوں کو دور کر دیتے۔ لیکن انہوں نے ابتدائی ترجموں کی غلطیوں کو دور کرنے کی بجائے مزید کمزوریاں پیدا کر دیں۔

۱۔ کتاب محاسن کثر الایمان صفحہ 65

۲۔ قرآن مجید ترجمہ مولانا محمود الحسن حاشیہ علامہ شبیر احمد عثمانی صفحہ 27 شائع کردہ مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ۔ 22-اے۔ شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور۔

تبلیغی درس (حصہ چہارم)

(1)

قرآنی الفاظ میں صوتی ترنم | پیارے مسلمان ساتھیو! آپ کو علم ہی ہے۔ کہ جب تلاوت قرآن پاک کی جائے۔ یا کوئی قاری دلکش آواز میں تلاوت قرآن مجید کر رہا ہو۔ تو تلاوت سنانے اور سننے والے جھوم جھوم جاتے ہیں۔ کبھی ہم نے سوچا ہے۔ کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ نہ ساز ہے نہ سازندے ہیں۔ لیکن تلاوت کے دوران اہل ذوق حضرات صوتی ترنم، کیف، سرور اور وجد محسوس کرتے ہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ کلام الہی کے الفاظ میں وہ مٹھاس اور وہ صوتی ترنم و نغمہ موجود ہے۔ کہ پڑھنے والا جھوم جھوم جاتا ہے۔

”دلوں کو مست کر دینے والی“ اور سنانے اور سننے والوں میں وجد طاری کر دینے والی یہ کیفیت اور یہ ”صوتی حسن“ قرآن مجید کے الفاظ میں موجود ہے۔ اور یہ قرآن کا ایک حصہ ہے۔ اب اسی چیز، اسی حسن، اسی کیفیت کا اظہار اردو ترجمہ میں بھی ہونا چاہئے۔ لیکن انہوں نے کہ ماسوائے علامہ حضرت محدث امام احمد رضا کے کسی مترجم کے اردو ترجمہ میں اس کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔ اس ضمن میں نوجوان عاشق رسول، عظیم محقق علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

”جب علامہ حضرت کے اردو ترجمہ اکثر ایمان پر نظر پڑے تو یوں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ رقت طاری ہو گئی۔ آنکھیں ابھریں ہو گئیں۔ ایک عجیب و غریب کیف و سرور کا عالم تھا۔ اور زبان پکار اٹھی

کہ اے علامہ حضرت! اللہ کی قسم۔ خدا کی ذات کا تجھ پر کوئی خصوصی فیضان تھا۔ اس کے بغیر ترجمہ میں یہ ترنم اور نغمہ پیدا نہیں کی جاسکتی ہے۔ سورہ تنکویر کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ اب (میں) قرآن پڑھتا ہوں۔ قرآن کے لفظوں میں صوتی ترنم اور نغمہ کا جائزہ لیں پھر اعلیٰ حضرت کا ترجمہ پڑھوں گا۔ اور دیکھئے قرآن کے فیضان کا (اس ترجمہ) میں کتنا عکس دکھائی دیتا ہے۔

سورہ تنکویر (81)

اردو ترجمہ کنز الایمان

جب دھوپ لپٹی جاتے۔
اور جب تارے جھڑپڑیں۔
اور جب پہاڑ چلائے جائیں۔
اور جب تنکی اذانیاں جھڑپڑیں۔
اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں۔
اور جب سمندر سکڑ جائیں۔
اور جب جانوروں کے جوڑ بنیں۔
اور جب زندہ دباؤ ہوئی سے پوچھا جائے۔
کس خطا پر ماری گئی۔
اور جب نامہ اعمال کھولے جائیں۔
اور جب آسمان بگڑے کھینچ لیا جائے۔
اور جب جہنم بھڑکا یا جائے۔
اور جب جنت پاس لائی جائے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ
وَ اِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ
وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ
وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ
وَ اِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ
وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ
وَ اِذَا الْنُفُوسُ سُودَتْ
وَ اِذَا الْاَلْوَانُ دَاخِلَتْ
بَابِي ذُنُوبٌ قَبْلَتْ
وَ اِذَا الصُّفُوفُ نُشِرَتْ
وَ اِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ
وَ اِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ
وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُ ۖ (۱۴) ہر جان کو معلوم ہو جائیگا جو مافوق الہی۔

قرآن کی آیات میں کتنا موقی ترجمہ
ہے۔ کتنی روانی ہے۔ کتنا تسلسل
اور کتنی نغمگی ہے۔ اگر کوئی زینت القراء
قاری غلام رسول اس کو پڑھے تو اس
کا حسن کتنا دیکھ لیا ہو جائے گا۔
اب اس کا ترجمہ (آیات کے سنے) دیکھیے۔

(2)

قرآن کے الفاظ و آیات میں جو جذبہ کیف، سرور اور کشش ہے۔ اور
جو دل موہ لینے والی کیفیتِ حسن ہے۔ اس کا نظارہ کرنے کیلئے سورہ
والتزینت کی بھی چند آیات ملاحظہ ہوں۔ اور ان آیات کا علامہ حضرت مجدد
امام احمد رحمہ اللہ نے جو اردو ترجمہ کیا ہے۔ اسے پڑھیے اور پھر اندازہ کیجیے کہ
قرآنی آیات میں جو زورِ بیاں اور کششِ حسن ہے۔ اس کا عکس اردو ترجمہ
کنز الایمان میں بھی موجود ہے۔ (یہ وہ سورہ ہے جس کا ذکر علامہ پرذنیہ

علیہ۔ خطاب بعنوان "کنز الایمان اور اس کی نئی حیثیت" مورخہ ۲۹/۸/۳۵ء سہ ماہی

ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے بھی اپنے خطاب سائبرال میں فرمایا ہے (

- (سورہ التزینت)
- ① قسم انکی کہ سختی سے جان کھینچیں۔
 - ② اور نرمی سے بند کھولیں۔
 - ③ اور آسانی سے پیسے۔
 - ④ پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔
 - ⑤ پھر کام کی تدبیر کریں۔
 - ⑥ جس دن پھر پھر انکی پھر پھر انوالی
 - ⑦ اُسکے پیچھے آئیگی بھیجے آئیوالی
 - ⑧ کتنے دل اُس دن دھڑکتے ہونگے
 - ⑨ آنکھ اُدھر نہ اٹھا سکیں گے۔
- وَالنَّشْطَاتِ نَشْطًا
وَالسَّابِقَاتِ سَابِقًا
فَالسَّابِقَاتِ سَابِقًا
فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا
يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ
تَتَّبِعُنَّهَا السَّارِفَةُ
قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ
الْبَصَارُهَا خَاشِعَةٌ

ان آیات کی تلاوت کرنے اور ان آیات کیلئے علامہ حضرت کا اردو ترجمہ پڑھنے کے
بعد علامہ پرذنیہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں۔
"یہ قرآن حکیم کے ترجمہ (کنز الایمان) کی نغمگی ہے۔
..... زلفوں کا تسلسل ٹوٹا ہے نہ معنی کا ربط ٹوٹا ہے۔
نہ مضمون کا باہمی نظم ٹوٹا ہے۔ اور ایک نغمگی ایک ترجمہ اور ایک
موسیقیت کی تضاد پیدا ہو گئی ہے۔" علیہ

*

علیہ۔ خطاب بعنوان "کنز الایمان اور اس کی نئی حیثیت" مورخہ ۲۹/۸/۳۵ء سہ ماہی

ملفوظات علی حضرت

”ایسوں دو بابیہ واسماعیلی گروہ کے افراد) سے ہمیشہ تحریری گفتگو ہونا چاہئے۔ کہ مکہ نے بدلنے بچنے کی گلی نہ رہے۔ بہت دھوکہ ہوتا ہے۔ کہ وہابیہ وغیرہ سے فروعی مسائل پر گفتگو کر بیٹھتے ہیں۔ وہابی وغیرہ مقلد قادیانی وغیرہ تو جانتے ہی رہے ہیں کہ اصول چھوڑ کر فروعی مسائل میں گفتگو ہو۔ انہیں ہرگز موقع نہ دیا جائے۔ ان سے یہی کہا جائے کہ تم اسلام کے دائرہ میں آؤ۔ اپنا اسلامان ہونا تو ثابت کر لو۔ پھر فروعی مسائل میں گفتگو کا حق ہوگا۔“

(ملفوظات 78)

سُورَةُ

○ بلد

آیت :-

○ الضحیٰ

آیت :-

○ کَفِرُون

آیت :-

سورہ بلد آیت 1-2	لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَ أَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ
1	قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی اور تو داخل ہو کر الگ ہے بیچ اس شہر کے
2	میں تم کھاتوں اس شہر کو کہ اگر یہ کو اس شہر میں رٹاؤں حلال ہو جائے
3	نہیں، میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی احوال یہ ہے کہ (اے نبی) اس شہر میں تم کو حلال کر دیا گیا ہے۔
4	(اے پیغمبر) میں اس شہر (یعنی مکہ) کی قسم کھاتا ہوں۔ اور تو ایک دن اس شہر میں آزاد ہو گا۔
5	قسم کھاتا ہوں اس شہر کی اور تجھ کو قید نہ رہے گی۔ اس شہر میں
6	قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی اور تجھ پر قید نہیں رہے گی اس شہر میں
7	مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

تقابل تراجم

(1)

(از مولانا غلام علی اذکر طوی۔ پرنسپل دارالعلوم اشرف الہدیس لکھنؤ)



اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا نے ترجمہ میں اللہ تعالیٰ کیلئے "قسم کھانا" سے ترجمہ کرنا پسند نہیں فرمایا۔ لفظ "کھانا" اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں اس لیے اعلیٰ حضرت نے اس کو قسم کے ساتھ بھی استعمال کرنا پسند نہیں فرمایا۔ دوسری امتیازی خصوصیت اس ترجمہ میں ادبی کمال نمایاں ہے۔ اعلیٰ حضرت ترجمہ فرماتے ہیں:-

"مجھے اس شہر کی قسم"

اسی طرح "أَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ" کے ترجمہ میں "حِلٌّ" کا معنی اگرچہ "حلت" بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت نے اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ حلال سے ماخوذ ہے۔ اور پھر اس کا ادب بھر اتر چہ یہ فرمایا کہ:-

"مجھے اس شہر کی قسم"

"کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو"

الحاصل اعلیٰ حضرت مجدد امام نے نظم قرآنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسا شاندار ترجمہ فرمایا ہے کہ اس میں شان الوہیت اور شان مصطفیٰ اعلیٰ اللہ علیہ وسلم دونوں کے جلوے نظر آتے ہیں۔

(انٹرویو 9/8 1980 بوقت ساڑھے چھ بجے شام)

تسلیمی درس ۲۱ (حصہ چہارم)

وَوَجَدْنَا آلَافَ مَدْيَ ۝

سورہ انفجی آیت ۶
(۹۳) ترجمہ اردو۔

1	اور پایا تجھ کو بھٹکتا۔ پھر راہ دی۔	شاہ عبدالقادر
2	اور تھو دیکھا کہ راہ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو۔ تو تم کو ڈپٹی نذیر احمد دہلوی (پنجپری) دین اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا۔	ڈپٹی نذیر احمد دہلوی (پنجپری) (دہلوی)
3	اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی۔	مولانا محمود حسن (دہلوی)
4	اور تمہیں گم کردہ راہ پایا سو رستہ بتایا۔	مرزا حیرت دہلوی (دہلوی)
5	اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا۔ پس راہ دکھائی۔	شاہ رفیع الدین محدث دہلوی
6	اُس نے تجھ کو بھولا بھٹکا پایا۔ اور پھر راہ پر دکھایا۔	نواب وحید الزماں (پنجپری)
7	اور اللہ نے آپ کو شرافت سے بے خبر پایا سو آپ کو شرافت کا راستہ بتلایا	مولانا شرف الدین تھانی (دہلوی)

اعلیٰ حضرت کا حضور کی محبت میں خود رفته ترجمہ

8	اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفته پایا تو اپنی طرف راہ دی	محبہ ام احمد رضا (پنجپری)
---	--	---------------------------

تقابل تراجم

(1)

مولوی محمود حسن کے ترجمہ میں لفظ "بھٹکتا" (اور نواب وحید الزماں) الہدیت کے ترجمہ میں لفظ "بھولا بھٹکا" قابل غور ہے۔ ذیل میں اردو کی چند مستند لغتوں (لغات) سے اس کے معنی درج کئے جاتے ہیں۔

بھٹکتا: گمراہ ہونا۔ راہ بھولنا۔ بے راہ چلنا۔ آوارہ ہونا۔ سرکشہ ہونا۔ ڈانواں ڈول ہونا۔ (فرنگ آصفیہ)

بھٹکتا: گمراہ ہونا۔ راہ بھولنا۔ بے راہ چلنا۔ آوارہ ہونا۔ سرکشہ ہونا۔ ڈانواں ڈول ہونا (نور اللغات)

بھٹکتا: گمراہ ہونا۔ رستہ بھولنا۔ بے راہ ہونا۔ آوارہ ہونا (جامع اللغات)

مترجم نے ایک لفظی معنی کے پیچھے پڑ کر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے قدیم ترجموں کی صرف نقل کرنے پر اکتفا کر کے اور خود تحقیق اور فکر نہ کی کہ لفظ "ضالاً" کے حقیقی معنی کیا ہیں (یہ نہ سوچا کہ اُن کے قلم سے کس عظیم القدر ہستی کا دامن عصمت چاک ہو رہا ہے۔ ایک لفظ کے ہر حکم ایک معنی نہیں ہوتے۔ ضال کے معنی گمراہ کے بھی ہیں۔ لیکن اس کے معنی کسی امر کی طلب اور محبت میں محو ہو جانے کے بھی ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے۔

(ترجمہ) بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اس پرانی خود فکری میں جیسے

قَالُوا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَعَفْوَ
ضَلَّكَ الْقَدِيْمُ (یوسف 95)

یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں محبت کو "ضلال" کہا گیا ہے۔ اسی طرح عربی زبان میں آتا ہے۔ "ضل الماء فی اللین" — "پانی دودھ میں مل گیا" — البتہ سوال صرف یہ رہ جاتا ہے۔ کہ کیوں ہم یہاں گمراہ کے معنی نہ لیں۔ اور کیوں محبت میں محو اور خود رفتہ کے معنی لینے کیلئے مجبور ہیں۔ اسکی وجہ اور دلیل یہ ہے کہ جس کتاب نے حضور سید اکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اعلان کیا ہو کہ —

(ترجمہ) تمہارے صاحب نہ بکے نہ
بے راہ چلے۔
تو پھر وہی کتاب یہ کس طرح کہہ سکتی ہے کہ "تجھ کو بھٹکتا ہوا پایا" "بہت" معنی قطعاً غلط ہیں۔

امام رازی، امام راغب، صفہانی، علامہ سیلانی، علامہ صادی اور شاہ عبدالغفری محدث دہلوی نے لکھا ہے۔ کہ ضلالت کا استعمال محبت کیلئے بھی ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے آیت زیر بحث کے ترجمہ میں اپنی بیشال لغت دانی اور حجت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین ثبوت دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

"اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" —
(مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان)

۱۔ کتاب "محاسن کنز الایمان" صفحہ ۱۷۷ شائع کردہ مرکزی مجلسِ فتا
۲۔ لاہور۔

(2)

وَوَجَدَ ضَلَالًا فَهَدَىٰ ۝

زیر نظر آیت کیلئے مولانا ملک شیر محمد خاں اعوان کا تقابلی جائزہ گذشتہ درس میں ہم نے پڑھا۔ اب حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زبانی تقابلی تراجم ملاحظہ ہو۔

"اس آیت کا ترجمہ اکثر اردو کے دیگر مترجمین نے یہ کیا کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے آپ کو بھٹکتا ہوا پایا۔ معاذ اللہ۔ اللہ نے آپ کو ناداقت پایا۔ گمراہ پایا۔ شریعت اور راہ حق سے بے خبر پایا۔ پس اس نے آپ کو ہدایت دی، راہ دی — یہ وہ ترجمے ہیں جن کے ذریعے ادب رسالت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ مترجمین یہ خیال نہ کر سکے کہ خدا کا کلام جو اترا ہی

(سورہ نحر 4)
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝

(ترجمہ)
اور ہم نے تمہارے لیے
تمہارا ذکر بلند کر دیا

کی خاطر ہے۔ جو رسول کے ذکر کی عظمتوں کو ادراج ثریا سے بھی آگے پہنچانے کیلئے اترا ہے۔ اور جو قرآن یہ کہتا ہے۔ کہ اے پیارے ہم نے تو تجھے بھیجا ہی اس لیے ہے۔ کہ تو گمراہوں کو ہدایت کی راہ بتانے

کیسے تھا۔ اُس کا عالم یہ ہو کہ معاذ اللہ بھٹکا ہوا تھا۔ بے راہ دے خبر
تھا.....

ہنور بے خبر کس سے تھے | اب اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کیا۔ اے
پیارے تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ

پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ اب ضالاکے دو معنی آگئے۔ امام صادق،
امام رازی، امام اصفہانی، متعدد مفسرین اور ائمہ لغت و ادب نے کہا کہ ضالے
کا معنی کسی کے عشق و محبت میں خود رفتہ ہونا بھی ہے۔

”ضلال کا لفظ خود قرآن (متعدد مقامات پر) محبت میں گم ہونے کے معنی
میں استعمال کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ضالاً میں ضال میں بے خبری کا
معنی پایا جاتا ہے۔ بے خبر ہونا یہ ضال کا تقاضا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ
بے خبر کس سے تھا۔ کسی نے کہا بے خبر حق سے تھا۔ اعلیٰ حضرت بولے۔ ارے
حضور بے خبر تھے۔ لیکن شریعت، راہ حق، سیدھی راہ سے بے خبر نہ تھے۔
وہ بے خبر خدا کی محبت میں خود سے بے خبر تھے۔ تھے اپنی خبر بھی نہ رہی
جب محبت اس کمال کو پہنچی استغراق اس نقطہ و عروج پر پہنچی۔ تو ہم نے
حجابت کو اٹھا ڈالا۔ تیرے استغراق سے تجھے اٹھا کر اپنا دیدار عطا
کر دیا۔“

۱۔ تقریر معزانہ: کنز الایان اور اُسکی فنی حیثیت

بقام مدینہ مسجد سیدال۔ مرقفہ 22-9

(3)

اسی آیت کا تعاقب تراجم ”قرآن کمپنی لمیٹڈ“ نے یوں کیا ہے۔
”تمام مترجمین کرام نے ضالاً کا ترجمہ ”بھٹکا ہوا“ ”گم کردہ راہ“
وغیرہ کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ جو مرسیا غلط اور بے ادبی پر دال
ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کہنا کہ بھٹکا ہوا اور
گم کردہ راہ ہے۔ صاف اور صریح گستاخی ہے۔ البتہ (اعلیٰ حضرت
بریلوی) کا ترجمہ آپ دو تین بابڑھیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ
کونسا ترجمہ صحت و ادب کے قریب ہے۔

اے کاش! یہ مترجمین اس قسم کا ترجمہ نہ کرتے کہ جس سے
غیر مسلموں کو شہ ملی۔ انہوں نے اس ترجمے کو اپنی زبان میں
اس طرح ڈھالا کہ جس سے صاف یہ پتہ چلتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کچھ بھی نہیں تھے۔ صرف بھٹکنے والے ایک پریشان گم کردہ راہ
 آدمی تھے۔ (لغوذا باللہ من ذلک) تو پھر انہیں ہدایت دے دی گئی۔
اعلیٰ حضرت نے اس قدر با ادب اور نفیس ترجمہ کیا ہے۔ کہ آپ اسے
کسی زبان میں بھی منتقل کریں کسی صورت بے ادبی غلط فہمی کا احتمال
باقی نہیں رہتا۔ الفاظ پر غور کیجئے۔

دو اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔“

۱۔ اسی نے ایک نیا و سوانہ بیان کیا۔ ”سوارتھ پرکاش“ باب 10
انہیں ترجموں کو سامنے رکھ کر۔ دین اسلام کو جو ”لغوذا باللہ“ ثابت کی گئی۔

۲۔ کنز الایان فی ترجمہ القرآن حاشیہ خزائن الزہد صفحہ 875 شائع کردہ قرآن کمپنی لمیٹڈ

قُلْ يَٰٓأَيُّهَا الْكَافِرُونَ

سورہ کفرؤن آیت 1
(199) ترجمہ اردو۔

1	کہہ اے کافرو!	شاہ رفیع الدین
2	آپ (اُن کافروں سے) کہہ دیجئے کہ اے کافرو!	مولانا اشرف علی تھانوی (دہلوی ہند)
3	اے پیغمبر! ان مکہ کے کافروں سے) کہہ دے۔ اے کافرو!	نواب وحید الرحمن (پنجاب)
4	تو کہہ، اے منکرو!	شاہ عبدالقادر
5	تو کہہ، اے منکرو!	مولانا محمود الحسن (دہلوی ہند)
6	کہہ دو کہ اے کافرو!	مولانا مودودی (مجتہد اسلامی)
7	تم فرماؤ۔ اے کافرو!	علی حضرت مجدد امام رضا (دہلوی)

تقابل تراجم

(1)

ترجمہ میں "تم" اور "فرماؤ" کے الفاظ قابل غور ہیں۔ علحدہ
مجدد امام احمد رضا کے ترجمہ میں جو ادبی وصف دہنیا ہے۔ وہ کسی دوسرے
ترجمہ میں نہیں۔ علحضرت مجدد امام احمد رضا نے ترجمہ کیا ہے۔ "تم فرماؤ۔
اے کافرو"۔ اس ترجمہ میں کلام الہی کی کتنی پاکیزہ ترجمانی ہے۔
مولانا بدر الدین احمد قادری رضوی کی زبانی سنئے :-

"دیکھئے! امر اللہ تعالیٰ ہے اور مامور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
(علحضرت مجدد امام کے) ترجمہ (میں) لفظ "تم" پتہ دے رہا
ہے۔ کہ امر (اللہ تعالیٰ) مامور (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) سے برتر و
اعلیٰ ہے۔ اور لفظ "فرماؤ" واضح کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مخاطبین کیلئے فرمانروا بنا کر
بھیجے گئے ہیں۔"

ہمیں پوری امید ہے کہ ناظرین بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ "آپ کہہ
دیجئے" (مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ) یہ صرف تبدیل زبانی
اور تم فرماؤ" یہ ترجمہ قرآن ہے۔

(خصوصاً) مولوی اشرف علی تھانوی (دہلوی) نے قُلْ يَٰٓأَيُّهَا
الْكَافِرُونَ کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔ "آپ کہہ دیجئے کہ اے
کافرو!" دیکھئے مولوی اشرف علی صاحب کے اس ترجمہ سے کہ
تو اللہ تعالیٰ کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر برتری ظاہر ہوتی ہے اور نہ حضور
کے مخاطبین پر حضور کی عظمت واضح ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ
تھانوی صاحب کلام الہی کا ترجمہ نہیں بلکہ عربی کلمات کی اردو بنانے بیٹھے ہیں۔

کنز الایمان کے ادبی کمالات | ملک شیر محمد خاں اعوان اپنی کتاب "محاسن کنز الایمان" میں قرآن مجید کے اردو ترجمہ "کنز الایمان" کے ادبی کمالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ علمی، لغوی، اور اعتقادی لحاظ سے باقی تراجم پر فوقیت رکھتا ہے۔ اب ذرا اعلیٰ حضرت کے ادبی کمالات پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔ اور یہ ذہن میں رکھئے کہ حضرات کے تراجم تقابلی کے طور پر پیش کئے گئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے ان سے بہت پہلے یہ ترجمہ تحریر کیا ہے۔ اس دور میں اردو اس قدر ترقی یافتہ زبان نہیں تھی جتنی آج ہے۔ مگر انہوں نے جو کچھ رسول پیشتر لکھا ہے۔ اسے بڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کوئی آج کا ادیب ترجمہ تحریر کر رہا ہے۔"

بحقوق طوالت صرف چند آیات کے تراجم پیش کیے جاتے ہیں۔ ناظرین خود اندازہ کر لیں گے کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں کتنے ادبی اوصاف موجود ہیں۔ اور انہوں نے اپنے کوثر و نسیم سے دھیلے ہوئے قلم سے کتنا پاکیزہ ترجمہ قرآن اردو کے حوالے کر کے اس کے احساس ہی مائیکو کو ختم کر دیا ہے۔ اور اس طرح مشہور صوفی شاعر اور عارف باللہ جناب خواجہ میر درد دہلوی علیہ الرحمۃ کی درج ذیل پیشگوئی کا صحیح مصداق ثابت ہوئے۔

"اے اردو! گہرا نہیں۔ تو فقیروں کا لگایا ہوا پودا ہے۔ خوب پھلے پھولے گی۔ تو یروان چڑھے گی۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ کہ

قرآن و حدیث تیری آغوش میں آکر آرام کریں گے" (میخانہ درد صفحہ 153)
(کنز الایمان کے ادبی کمالات کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے) تراجم قرآن کے تقابلی مطالعہ کے سلسلہ میں ذیل میں چند آیات کے ترجمہ ملا خطہ فرمائیے۔
اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے ادبی اوصاف کی جھلک

ترجمہ از: اعلیٰ حضرت محمد باقر اعظم دہلوی	ترجمہ از: مولانا محمود الحسن دیوبندی
(سورہ یوسف 12)	(سورہ یوسف 12)
"تجھے یاقون کا انجام لگانا سکھائیگا"	"سکھائیگا تجھ کو ٹھکانے پر لگانا یاقون کا"
(سورہ نور 24)	(سورہ نور 24)
"یہ ایک سورۃ ہے کہ ہم نے اتاری اور ہم نے اسے حکام فرض کئے اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں۔"	"یہ ایک سورۃ ہے کہ ہم نے اتاری اور ہم نے اس پر لازم کی۔ اور اتاریں اس میں باتیں صاف"
(سورہ فرقان 25)	(سورہ فرقان 25)
"اور رسول نے عرض کی کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرایا۔"	"اور کہا رسول نے اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو جھکا جھک۔"
(الفرقان 25)	(الفرقان 25)
"تو اب ہو گا وہ عذاب کہ لپٹ رہے گا"	"اب آگے کو مرنے ہے مسٹر بھیر۔"
(ص 45)	(ص 45)
"اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور یعقوب، قدرت اور علم والوں کو"	"اور یاد کرو ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحق اور یعقوب، باحقوں اور انکھوں والے"

ترجمہ رضویہ کے ادبی کمالات کی جھلک

ترجمہ از: علامت حضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی	ترجمہ از: مولانا محمود الحسن دیوبندی
(سورہ معارج: 19)	(سورہ معارج: 19)
”بھیک آدمی بنایا گیا ہے بے صبر احرار“	”بھیک آدمی بنا ہے۔ جی کا کچا“
(عیس: 31)	(عیس: 31)
”اور گھنے یا غنیچے“	”اور گھن کے باغ“
(تکویر: 5)	(تکویر: 5)
”اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں“	”اور جب جنگل کے جانوروں میں بول مچ جائے“
(البینہ: 3)	(البینہ: 3)
”اس میں سیدھی بات لکھی ہے“	”اس میں لکھی ہیں کتا میں مہنوا“

جیسے کہ ابتداء میں عرض کیا گیا ہے۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے۔ جس پر تفصیلی بحث کسی ائمہ فرصت میں ہو سکتی ہے۔

دکھاؤں کا تماشہ دی اگر فرصت زاد نے
میرا بردار غیہ دل اک نخل ہے سرور چراغاں کا

برہنہ ان چند مثالوں سے یہ حقیقت ظہور میں آتی ہے کہ علامت حضرت بریلوی رحمہ اللہ قرآن میں غیر معمولی عبیرت رکھتے تھے۔ علامت حضرت بریلوی کا شمار علم و ادب کے ان خواص علماء میں ہوتا ہے جن کی قلمت پر سورخ فی العلم کا تبارست آتی ہے قرآن کریم سے ان کو غیر معمولی شغف تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سلام میں برسوں تدبر کیا۔ اس مسلسل تدبر و فکر کا نتیجہ تھا کہ علامت حضرت کو قرآن پاک سے خاص مناسبت ہو گئی۔ ان کا ترجمہ قرآن ان کے برسوں کے فکر و تدبر کا پتہ چڑھے۔ جس کی چند جھلکیاں پچھلے صفحات میں پیش کی گئی ہیں۔

ہزاروں سال نرس اپنی بے زوری پہ دیتی ہے۔ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چین میں دیدہ و پیدا۔

تبلیغی درس 28 (حصہ چہارم)

ترجمہ کا ترجمہ تفسیر کی تفسیر

علامت حضرت مجدد امام کے ترجمہ قرآن
”کنسہ الایمان“ (ایمان کا خزانہ)

کی ایک اور بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کا ترجمہ دوسرے مترجمین مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی)، مولانا نواب وحید الزماں (الحدیث)، وغیرہ کے اردو ترجموں سے مختصراً جامع ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے جملے ایسے نہیں ہیں غیر ضروری الفاظ نہیں ہیں۔ چھوٹے چھوٹے جملے لیکن مفہوم و معنی اتنا جامع اور مستند کہ تفسیر کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ علامت حضرت کے علاوہ دوسرے تمام مترجمین کے ترجموں کو پڑھتے جیسے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کے ترجموں میں لغتوں کی بھرمار ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے۔ جیسے ادھر ادھر کے الفاظ زبردستی اکٹھے کر لئے گئے ہیں اور ان کو ترجمہ میں لا کھڑا کیا ہے۔ علامت حضرت کے ترجمہ میں الفاظی بوجھ نہیں ہے ترجمہ متبادل چاہے پڑھتے جیسے۔ طبیعت کو بوجھ محسوس ہی نہیں ہوتا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ علامت حضرت مجدد امام اہل زبان تھے۔

دوسری بات یہ کہ ان پر اللہ کا خاص فیضان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی توجہ تھی۔ لہذا چودہویں کے مجدد امام احمد رضا نے قرآن مجید کے اردو ترجمہ کیلئے جب زبان کھول تو بلاشبہ لب لکے بل رہے تھے۔ لیکن ان بیوں کو لانے والے اس عبد المصطفیٰ مجدد امام کے آثار و کارنامے صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ خداوند کریم نے علامت حضرت کو چودہویں صدی کی مسند مجددیت پر اسی لیے بٹھایا تھا۔ کہ گمراہوں کے گردہ کے فتنہ کو شکست ان کے ہاتھوں دلا دی جائے اور امت مسلمہ کو ایک مستند جامع اور غلیظوں سے پاک اردو ترجمہ کنسہ الایمان، عطا فرما دیا جائے۔ اور عطا فرما دیا۔ منافقوں، بد مذہبیوں اور گمراہوں کے فتنوں کو

تہنس نہنس کرنے کیسے مجتہد امام کو ہر شعبہ اور ہر علم میں نمایاں ترین مقام پر فائز کر دیا تھا۔

آئیے ہم دیکھیں کہ قرآن مجید کے اردو ترجمہ میں علامت حضرت مجتہد امام کے چھوٹے چھوٹے جملے ہمیں تفسیر و تفصیل سے کس طرح بے نیاز کر رہے ہیں۔

سورۃ الناس

ترجمہ علامت حضرت مجتہد امام احمد رضا بریلوی	ترجمہ نواب وحید الزمان (پہلی)	ترجمہ نواب وحید الزمان (دوئم)
○	○	○
تم کہو۔ میں اسکی پناہ میں آیا۔ جو	اپ کہتے (جو طرح کرن میں گذرا) کہ	اے پیغمبر! کہہ میں پناہ میں آیا
سب لوگوں کا رب۔ سب لوگوں کا	میں آدمیوں کے مالک۔ آدمیوں کے	لوگوں کے مالک کی۔ لوگوں کے بادشاہ
بادشاہ۔ سب لوگوں کا خدا۔	بادشاہ۔ آدمیوں کے مہر کی پناہ	کی۔ لوگوں کے خدا کا۔ اس دوسرے
اس کے شر سے جو بُرے خورے ڈالے	لیتا ہوں۔ دوسرے ڈالنے پہنچے	ڈالنے والے چھپ جانے والے کی بری
اور دیک رہے۔ وہ جو لوگوں کے	سٹ جانے والے (شیطان) کے شر	سے۔ جو لوگوں کے دلوں میں دوسرے
دلوں میں دوسرے ڈالتے ہیں جن	ڈالتے ہیں۔ دیے دوسرے ڈالنے والا	ڈالتے ہیں۔ دیے دوسرے ڈالنے والا
اور آدمی۔	فرلا دوسرے ڈالنے والا (جن پر آدمی۔	شیطان اجڑا ہو کر پھر سے آدمی کیسے

نوٹ: علامت نے الناس کا معنی "دیک رہے" یعنی کھات لگانے کا کیا ہے۔ یعنی شیطان اپنا حملہ کر کے پیچھے ہٹ کر کھات لگا لیتا ہے۔ موقع پا کر پھر حملہ کرتا ہے پھر کھات لگا لیتا ہے۔ پیچھے ہٹنے کی نسبت "دیک رہنا" کا لفظ زیادہ موزوں ہے۔ اسی طرح شیطان ایک دوسرے نہیں بلکہ کئی دوسرے ڈالتا ہے۔ اس آیت میں جمعیت کا معنی ہیں جیسے شیطان الانس والجن (۱/۲) لہذا ترجمہ میں لفظ دوسرے کی بجائے دوسرے زیادہ واضح معنی دیتا ہے۔ ویسے واحد "دوسرے" کا معنی لینا بھی درست ہے۔

(2)

سورۃ یسرا

اعلیٰ حضرت مجتہد امام احمد رضا بریلوی	مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی
○	○
آیت ۳۵:۔	آیت ۳۵:۔
"ہم تجھے سزا دیتے ہوئے تیری تسبیح کو تے	اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں۔
اور تیری پاکی بولتے ہیں"۔	بجملہ اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں۔
آیت ۴۲:۔	آیت ۴۲:۔
اور حق سے باطل کو تے ملاؤ اور دیدہ	اور مخلوط نہ کرو حق کو ناحق کیسا تجھ
دانستہ حق کو تے چھپاؤ۔	اور پوشیدہ بھی شکر و حقائق حالت میں کہ تم جانتے ہو
آیت ۴۶:۔	آیت ۴۶:۔
جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب	وہ خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں۔ اسکا
سے ملنا ہے۔ اور اسی کی طرف پھرنا۔	کر وہ بیشک ملنے والے ہیں اپنے رب سے اور اس بات
☆	کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ کہ وہ بیشک اپنے رب کی
	طرف واپس جانے والے ہیں۔
آیت ۵۲:۔	آیت ۵۲:۔
پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی	پھر بھی ہم نے تمہارے توبہ کرنے پر ہرگز رکیا
کہ کہیں تم احسان مانو۔	تم سے اتنی بڑی بات ہوئی ہے اس توقع پر کہ
	تم احسان مانو گے

تبلیغی درس 29 (حصہ چہارم)

النَّبِيُّ ﷺ

1	نبی کے معنی غیب کی خبر دینے والے کے ہیں۔ دیر نبی والحدیث کردہ کے ایک صاحب کی "نام اہل تحقیق"
2	نبی کے معنی "غیب کی خبر دینے والے" کے ہیں۔ علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

حضور کی شان میں گستاخی کی نئی عبارت

(1)

دیر نبی والحدیث فرقہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور بغض کا اندازہ کیجئے کہ اس گروہ کے کوئی صاحب جن کا تعلق فیصل آباد سے ہے۔ نے ایک پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کیا ہے۔ جس میں مسئلہ علم غیب کے ضمن میں

(1) اصطلاحی نبی کے معنی خبر دینے والے کے ہیں۔

(2) اصطلاحی نبی نباء سے ماخوذ نہیں بلکہ اصطلاحی نبی نبوة یا نباؤة

سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ "بلندی" لہذا نبی کے معنی ہیں

"بلند مرتبہ"

مسلمان سمجھو! دیکھا آپ نے۔ اس گروہ کے ایک رکن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عناد میں اندھے ہو کر لفظ "نبی" کے

معنی ہی تبدیل کر دیئے ہیں۔ اور انتہائی بددیانتی سے ائمہ و لغت کی عبارت کو نہ صرف قطع و برید کر کے پیش کیا ہے۔ بلکہ پمفلٹ مذکور میں بروایت حاکم ایک اعرابی کی ایک ضعیف اور منقطع روایت کو بیان کرنے میں انتہائی خیانت کی اور امام راغب اور صاحب روح المعانی پر بھی بہتان باندھا۔

اس پمفلٹ کی ایک فوٹو کاپی اسی رمضان المبارک میں بذریعہ ڈاک حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچی۔ حضرت قبلہ کاظمی صاحب نے ایک انتہائی مدلل جواب تحریر کیا۔ جو کہ رسالہ "النبی" کا صحیح معنی و مفہوم کے نام سے مرکزی مجلس رضائے شائع کیا ہے۔

قبلہ کاظمی صاحب پمفلٹ میں تحریر تمام غلط بیانیوں کو بے نقاب کرتے اور تمام دلائل مکمل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

(1) کہ لفظ نبوة خود "انباء" سے ماخوذ ہے۔ اور لفظ

"نبی" کا ماخذ "نباء" ہے۔ اور "نبی" کے معنی ہیں۔

خبر دیا ہوا۔ اور "خبر دینے والا" اور اس کا بلند مرتبہ ہونا اسی

لئے ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجبور اور مجبور ہوتا ہے۔

(2) اور ہم نے اچھی طرح واضح کر دیا کہ قرآن مجید کی قرأت متواترہ

میں ہمزہ (ع) کے ساتھ نبی وارد ہے۔

(3) ہم نے اس حقیقت کو بھی بے نقاب کر دیا کہ اعرابی والی وہ روایت

قابل اعتماد نہیں ہے۔

(2)

پیارے مسلمان سمجھو!

اگر دقت ملے تو علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے اس رسالہ کا ضرور مطالعہ کریں۔ تاکہ لفظ "النبی" کے معنی و مفہوم کی تمام تفصیلات ہمارے علم میں آجائیں۔ اور مفصل آباد سے شائع کردہ پمفلٹ کو شائع کرنے والے درہ بندی والہ پریس خیال کے نام نہاد محقق کی جہالت کا بھی پتہ چل جائے۔ اس گروہ کے ماضی کے علما نے بھی یہی کیا کہ وہ محقق نہیں تھے۔ لیکن زبردستی محقق بننے کی کوشش کی اور یوں بے شمار غلطیوں کے مرتکب ہو گئے۔ اسی طرح آج دور جدید کے مذکورہ بالا نام نہاد محقق نے کیا ہے۔ یعنی لفظ "النبی" کا اپنی طرف سے ایک ایسا نیا "معنی" گھڑ کر پیش کیا ہے۔ جو کہ نہ ہی ہمارے آئینہ نعت نے اور نہ ہی آئمہ تفسیر نے بیان کیا اور نہ ہی ہمارے اجتماعی عقیدہ سے اس کا کوئی تعلق ہے۔



غلط ترجموں کا نتیجہ

پیارے اسلامی سمجھو! قرآن مجید کے غلط ترجموں کی ایک جھلک آپ اس کتاب میں دیکھ چکے ہیں۔ آپ کے دل میں یہ بات یقیناً آئی ہوگی کہ کاش ایسا نہ ہوتا۔ اور ہمارے بعض نادان علماء قرآن مجید کا غلط اردو ترجمہ نہ کرتے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو آج نئی نسل قرآن مجید کے بھانت بھانت کے ترجموں کا انبار اپنے سامنے دیکھ کر اسلام سے بدن اور غیر مطمئن ہونے کی راہ نہ اپناتی۔ اس ضمن میں آج سے اکیس سال قبل ماہنامہ نور کی کرن بریلی شریف میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں حضرت مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ نے حالات کی موزوں ترین ترجمانی کرتے ہوئے لکھا تھا:-

"بعض نادان دوستوں اور دوست نما دشمنوں نے عام مسلمانوں میں ترجمہ قرآن کرنے اور سیکھنے کا جذبہ پیدا کیا۔ اور عوام کو سمجھایا کہ قرآن عوام ہی کی ہدایت کیلئے آیا ہے۔ اس کا سمجھنا بہت سہل ہے۔ ہر شخص اپنی عقل و سمجھ سے ترجمہ کرے اور احکام نکالے۔ اس کے لیے کسی علم کی ضرورت نہیں۔ عوام میں یہ خیال یہاں تک پھیلا یا کہ لوگوں نے قرآن کو معمولی کتاب اور قرآن مجید والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو معمولی بشر سمجھ کر قرآن کے ترجمے بے دھڑک شروع کر دیئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات کا انکار بلکہ اس ذاتِ کریم

سے برابری کا دعویٰ شروع کر دیا۔ اب جہلاء یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ خواندہ ناخواندہ اگر نیک تعلیم یافتہ لغت کی تھوڑی باتیں یاد کر کے بڑے دعوے قرآن کا ترجمہ کر رہا ہے۔ اور جو کچھ اس کی ناقص سمجھ میں آتا ہے۔ اُسے وحی سمجھتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں رد و رائے نئے نئے فرقے پیدا ہو رہے ہیں۔ جو ایک دوسرے کو کافر مشرک مرتد خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔

قرآن مجید کے اندھا دھند غلط اردو ترجموں کی دیباہ اتنی پھیلی کہ دیوبندی نما خیالات کے ایک بد مذہب مولوی عزیز احمد حسرت شاہ نے تو بر ملا اعلان کر دیا کہ تمام نبی پہلے مشرک تھے۔ بدکردار اور گنہگار تھے۔ معاذ اللہ پھر توبہ کر کے اچھوں میں شامل ہو گئے۔ حضرت مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ اس بد عقیدہ مولوی کی بابت لکھتے ہیں:-

”کانپور میں ایک بد مذہب پیدا ہوا بمستی عزیز احمد حسرت شاہ۔ جس نے ماہوار رسالہ ”تسخیر شریعت“ جاری کیا۔ اس میں بالالتزام لکھتا تھا کہ سارے نبی پہلے مشرک تھے۔ گنہگار تھے۔ معاذ اللہ۔ بدکردار تھے۔ پھر توبہ کر کے اچھے بنے اور حسب ذیل آیات سے دلیل پکڑتا تھا۔ کہ رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔ فَخَصَّيْ اٰدَمَ رَجُلًا فَخَوَّيْ (یعنی) آدم علیہ السلام نے رب کی نافرمانی کی لہذا گمراہ ہو گئے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا:-
وَجَدَكَ ضَالًّا | یعنی رب نے تمہیں گمراہ پایا تو ہدایت
فَهَدَى | دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند ستارے۔ سورج کو اپنا رب کہا۔ یہ شرک ہے۔ (یعنی)
فَلَمَّا رَأَى السَّمَاءَ بَازِلَةً قَالَ | ترجمہ: جب دیکھا سورج کو
هَذَا رَبِّي | جھکتا ہوا تو کہا کہ میرا رب ہے۔

حضرت آدم و حوا کے بارے میں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا:-
فَجَعَلَهُ شَرِّكَاءَ قَيْمًا | ان دونوں نے اپنے رب کا شریک
اِمَّا هُمَا | ٹھہرا لیا۔
یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:-

وَلَقَدْ هَمَمْتُ بِهٖ وَ | یقیناً زلیخا نے یوسف اور یوسف نے
هَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ | زلیخا کا قصد کر لیا۔ اگر اپنے رب
رَاٰ بَرُّهٖ اَنْ رَّبِّهٖ | کی برہان نہ دیکھتے تو زنا کر بیٹھتے۔

پھر لکھا کہ غیر عورت کو نظر بد سے دیکھنا اور بُرا ارادہ کرنا کتنا بُرا کام ہے۔
جو یوسف علیہ السلام سے سرزد ہوا۔ داؤد علیہ السلام نے اور یا
کی بیوی پر نظر کی اور اور یا کو قتل کر دیا۔ یہاں تک (مشرع عزیز احمد
حسرت شاہ) نے بلواس کی کہ آدم علیہ السلام اور ابلیس دونوں سے گناہ
بھی ایک ہی طرح کا ہوا۔ اور سزا بھی یکساں ملی۔ کہ ابلیس سے کہا گیا۔
فَاخْرِجْ مِنْهَا | تو جنت سے نکل جا تو مردود ہے۔

اور اسی طرح آدم علیہ السلام سے کہا گیا۔

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا
ہم نے کہا تم یہاں سے نکل جاؤ۔

غرضیکہ دونوں آدم علیہ السلام اور ابلیس کو دیس نکالنے کی سزا دی۔
ہاں آدم علیہ السلام نے توبہ کر لی۔ اور ابلیس نے توبہ نہیں کی۔

اس سے آگے | اس سے آگے مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

ہیں۔ " میں نے اُس مُرد (مستر عزیز احمد حسرت شاہ بد مذہب) کو بہت سے جوابات دیئے مگر وہ یہی کہتا رہا کہ میں قرآن پیش کر رہا ہوں۔ کسی بزرگ عالم صوفی کے قول یا حدیث ماننے کو تیار نہیں۔ آخر کار میں نے اُس سے کہا کہ۔

بنا رب تعالیٰ بھی بے عیب ہے یا نہیں۔ بولا ہاں، وہ بالکل بے عیب ہے۔ میں نے کہا کہ (جس طرح توالفا کے ظاہری وہ بے مقصد معنی لے رہا ہے۔ اُسکے مطابق تو) قرآن میں ہے۔ کہ خدا میں بھی عیب ہیں۔ اور خدا چند ہیں۔ خدا کے دادا بھی ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ | کفار نے فریب کیا۔ اور خدا نے فریب کیا
وَاللَّهُ مُخِيبُ الْمُنَافِقِينَ | خدا اچھا فریب کرنے والا ہے۔

محاذ اللہ۔ اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ | یہ خدا کو دھوکا دیتے ہیں۔ اور خدا انہیں دھوکہ دیتا ہے۔

دیکھو دھوکا فریب دہی نمبر دس کے عیب ہیں۔ اور قرآن میں خدا کیلئے ثابت ہیں۔ فرماتا ہے۔

وَتَعَالَى جَدُّكَ رَبُّنَا | ہمارے رب کا دادا بڑا خاندانی ہے۔
خدا کا دادا ثابت ہوا۔ فرماتا ہے۔

فَتَبَارَكَ اللَّهُ | اللہ برکت والا ہے۔ جو تمام
أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ | خالقوں سے اچھا ہے۔

معلوم ہوا کہ خالق (اور) بہت سے (بھی) ہیں۔ جب

ترجمہ لفظی پر یہی معاملہ

ہے تو اب رب کے لیے کیا کہے گا۔ تب وہ دمسٹر عزیز احمد حسرت شاہ خاموش ہوا۔ ہم نے اس سے جو کچھ گفتگو کی وہ اپنی کتاب "قر کر یا بر منکرین عصمتِ انبیاء" میں لکھ دی ہے۔ جو "جلاء الحق" کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہو چکی ہے۔

دیکھ لئے غلط ترجموں کے کوشش | پیارے اسلامی ساتھیو! مذکورہ بالا بیان کرنیکا

مقصد یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کے غلط اور غیر مستند اردو ترجموں کے کوششوں کی ایک جھلک ہم بھی دیکھ لیں۔ اور یہ دیکھ لیں کہ قرآن مجید کے ترجموں کا بہانہ بنا کر شیطان کیسے کیسے عجیب و غریب رنگ روپ میں سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان سے کھیلتا ہے اور ہمیں گمراہ کرنے کے لیے

قرآن کی آیات کے اردو ترجموں کا ہتھیار اپنے ہاتھ میں لے کر ہم پر حملہ آور ہوتا ہے۔

پیارے طلباء! اور نوجوان
ساتھیو! کتاب کی آخری سطور

میں ہم ایک ایسی بات تحریر کرتے ہیں۔ جو کہ قرآن کمپنی لمیٹڈ اردو بازار لاہور کی طرف سے کہی گئی ہے۔ اگر ہم اس کو پلے باز نہ لیں۔ تو انشاء اللہ شیطان کا کوئی حربہ ہم پر کبھی بھی کارگر ثابت نہیں ہو سکے گا۔

کیا حق ہے اور کیا ناحق

”ہم اب چشم پوشی سے کام نہ لیں۔ اور نہ شخصیت پرستی کے جال میں پھنسیں اور دلیل صرف یہ دیں کہ چونکہ فلاں نے کہاں ہے۔ اس لئے درست ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ نہ دیکھیں کہ کس نے کہا بلکہ یہ دیکھیں کہ کیا کہا۔ اگر کہا ہوا درست ہے تو سبحان اللہ۔ ورنہ اس غلطی کی نشاندہی ضرور کریں۔ کہ اس سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اعلیٰ حضرت (مجدد اہم) احمد رضا ہاں بریلوی ہی کا ترجمہ سب کچھ ہے۔ بلکہ ہم صرف یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے ٹھیک کہا اور ہر آیت کے ترجمہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو برقرار رکھا۔ اور کوئی ایسی بات نہیں کی جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام کی تنقیص ہوتی ہو یا گستاخی کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ آپ شروع سے لیکر آخر تک اس ترجمہ کو پڑھ ڈالئے۔ آپ کو کہیں بھی الیا

جملہ نہیں ملے گا۔ جس میں اللہ تعالیٰ اور انبیائے کرام کی تنقیص ہوتی ہو۔ بلکہ حضرت علامہ (مجدد اہم) احمد رضا خاں نے ہر ایک کو اپنے اپنے مقام پر رکھا ہے۔ اور وہی کچھ بیان کیا جو حق تھا۔ جس میں سچائی تھی۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

ہم نے آپ کو اس پہنچ پر پہنچنے کی دعوت دی ہے۔ آپ سوچیں۔ اور خود فیصلہ کر لیں کہ کیا حق ہے اور کیا ناحق۔
(وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ) ۱

حرفِ آخر

پیارے اسلامی ساتھیو! طلباء اور نوجوانو! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ مختصر کتاب "ایک قرآن ایک ترجمہ" کا آخری تبلیغی درس ہے (جلد دوم حصہ چہارم) آج 8 $\frac{10}{8}$ بمطابق 15 صفر المظفر 1429ھ بروز بدھ لکھا گیا۔ اور حضرت میاں مختار احمد سنہری چوہدری جو ادارہ مہنامہ القرآن کے سرگرم رفیق بھی ہیں۔ نے آج ہی کتابت بھی کر دیا۔

جلد سوم بھی کتاب میں شامل کرنے کا ارادہ تھا۔ اور یوں یہ کتاب سات سو (700) صفحات سے زیادہ پر مشتمل ہو جاتی۔ لیکن یہ موضوع اتنا پھیل جاتا کہ اس کو سمیٹنا مجھ ایسے بے علم و ناتواں شخص کیلئے بہت مشکل ہو جاتا۔ چونکہ میں پہلے دوسرے موضوعات پر کام کر رہا تھا۔ لہذا مجھے جلدی تھی کہ یہ کتاب ختم ہو۔ اب ہمارے علمائے کرام کا کام ہے کہ وہ اس موضوع کو ایک بنیادی شعبہ سمجھیں اور مستقل بنیادوں پر تقابلی تراجم پر تحقیقی کام سرانجام دیں۔ ہمارے وہ علمائے کرام اس شعبہ میں بہت کچھ خدمت سر انجام دے سکتے ہیں۔ جو کہ دن رات تبلیغ و تدریس کیلئے فارغ ہیں۔ دینہ ہماری تو حالت یہ ہے کہ تمام دن تو ملازمت اور روزگار کے دھندوں سے ہی فارغ نہیں ہیں۔ البتہ نماز عشاء کے بعد چند گھنٹے دین کیلئے کام کرنے کی کوشش کر لی جاتی ہے۔

پچھلے جلد سوم کا ذکر ہوا ہے۔ دراصل اس جلد میں مولانا حافظ شاہ اسماعیل دہلوی "شہید" بالاکوٹ اور مولانا رشید احمد گنگوہی آف دیوبند کی قرآن جنمی کا انتہائی ناقص اور ناقابل اعتبار مقام کا ذکر کرنا تھا۔ اور قرآن کی آیات کے بیان کردہ ان کے ترجمے و مفہوم کا تقابلی تراجم پیش کرنا تھا۔ پھر سوچا کہ اسے آئندہ کتاب "موازنہ قرآن فہمی" میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ خصوصاً علماء حضرات اس طرف توجہ فرمائیں اور یہ اہم کام سرانجام دیں۔

برصغیر کے ہزاروں علماء نے شاہ اسماعیل دہلوی کے کفریات کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔ اور ان کے خلاف لکھی گئی کتابوں کی تعداد ناقابل شمار ہے۔ جس کی وجہ سے نوجوان نسل میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ شاہ اسماعیل دہلوی کوئی بہت بڑے عالم دین، محقق، فقیہ تھے۔ اور اپنے دور میں تحقیقی کام میں بڑا "دینی مقام" رکھتے ہوں گے۔

کئی نوجوان ساتھیوں کا خیال ہے کہ جس شخص کے باطل نظریات کا تقابلی اپنے عہد میں دنیا کے عالم کی عظیم ترین علمی شخصیت حضرت محمد امین نے بھی اپنی کتابوں میں کیا ہو تو وہ شخص ضرور کوئی شے ہو گا۔ ایک دوست کی اس بات سے اندازہ لگایا کہ کہنے لگا

تفسیر تقویۃ الایمان کتنی جلدوں میں ہے۔ جو

شاہ اسماعیل دہلوی نے لکھی ہے؟

کاش آج کی نسل کو حقیقت حال بتائی جائے کہ شاہ اسماعیل دہلوی کوئی

جید عالم دین نہیں تھے۔ نہ محقق تھے۔ نہ فقیہ تھے۔

مرف (66) صفحات کی ایک کتاب "تقویتہ الایمان" لکھے اور اُسے پیشوا اور امام کہا جائے تو یہ اُسکے معتقدین کی فہم و فراست کا دیوالیہ پن نہیں تو اور کیا ہے۔ کوئی بھائی ایک مرتبہ ان (66) صفحات کو پڑھ کر تو دیکھے (بشرطیکہ اصل کتاب ہو۔ آج کے "دہابید و اسماعیل لابی" نے اس کتاب میں تبدیلی کر دی ہے) کتاب تقویتہ الایمان میں جہاں فقرات اور محاورے ہیں۔ آپ یقین کریں کہ ایک گنوار اور جاہل شخص بھی ایسے جملے نہیں بولتا ہے۔ "دہابید و اسماعیلی گروہ" کا یہ کہنا کہ اُس وقت قدیم زبان ہی ایسی تھی تو یہ غلط ہے۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے اردو ترجمہ قرآن کو پڑھئے۔ یہ ترجمہ تو شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویتہ الایمان سے بھی پہلے کا ہے۔ آخر وہاں پر گنوار کی لٹھ مار اور گستاخ زبان کیوں نہیں؟ یہ درست ہے کہ شاہ اسماعیل دہلوی کی وجہ اُشہرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخوں اور گالیوں کی تحریریں ہیں۔ ہندوستان کے تمام علمائے حق نے اس شخصیت کی طرف توجہ اسی لئے دی تھی۔ کتاب تقویتہ الایمان شائع ہوئی تو اُسی وقت شاہ اسماعیل دہلوی "شہید" بالاکوٹ کے سکے چھا شاہ رفیع کے بیٹے مولانا شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی اور مولانا شاہ محمد موسیٰ محدث دہلوی نے نہ صرف تقویتہ الایمان کے رد میں ایک کتاب لکھی بلکہ اسماعیل دہلوی کے خلاف اُسکی زندگی میں ہی (آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے) کفر کا فتویٰ بھی جاری کیا۔ جس کے تحت اُسے مرتد اور واجب القتل قرار دیا۔ اور بعد میں برصغیر کے تمام علمائے حق نے اس فتویٰ کی تصدیق کی۔ بہر حال علمائے حق اس موضوع کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور نئی نسل میں

جو غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے۔ اُس کو دور کرنے کیلئے ایک مختصر اور معیاری کتاب لکھیں۔ جو خصوصاً کالج اور یونیورسٹی سے منسلک حضرات کو متوجہ کرے۔

○ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس میں بے ادبی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کو ہمیں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال نہیں دینا چاہئے۔ یہ بڑا سنگین مرحلہ ہے۔ اس کا ہمیں سختی سے نوٹس لینا چاہئے۔ اور اپنے ضمیر کو مردہ نہیں کر لینا چاہئے۔ شانِ خداوندی میں بے ادبی اور گستاخی کرنے والے شخص کیلئے کیا حکم ہے۔ ذرا فتوے تو ملاحظہ فرمائیں۔ ان فتوؤں کے مطالعہ کے بعد تو روز گئے ٹکڑے ہو جانے چاہئیں۔

(۱)

فتاویٰ عالمگیریہ جلد دوم صفحہ 258
(مطبوعہ مصر)

"جو شخص اللہ و جل کی شان ایسی بیان کرے۔ جو اُس کے لائق نہ ہو یا اُسے جہل یا عجز یا کسی عیب کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے۔"

(ب)

فتاویٰ بزازیہ مصری جلد سوم صفحہ 323 اور
جامع الفصولین مصری جلد دوم صفحہ 298

"اگر اللہ تعالیٰ کی شانِ عالی ایسی بات کہی جو اُس کے شایانِ شان

نہیں کافر ہو گیا ۔

(ج)

”جو خدا تعالیٰ کے علم کو قدیم مانے کافر ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ 262)

(د)

اللہ تعالیٰ کیلئے مکان ثابت کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔
(بحر الرائق مصری جلد پنجم صفحہ 125 اور فتاویٰ عالمگیری مصری جلد دوم صفحہ 259)

(س)

جو اللہ کی شان میں کوئی ایسی بات کہے جس میں کھلی ہوئی منقصدت توہین ہو تو وہ کافر ہو جائے گا۔
(اعلام بقواطع الاسلام مصری صفحہ 15)

(ص)

جس نے کسی مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو تشبیہ دی وہ کافر ہے۔
اور جو انکار کرے اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا جو اس نے اپنی ذات کیلئے بیان فرمائی۔ تو منکر کافر ہو گیا۔
(شرح فقہ کبر مصری صفحہ 14)

معزز اسلامی ساتھیو! ہزاروں فتوے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں کے خلاف علمائے حق نے جاری کئے ہیں۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم گہری نظر سے ہر دینی شخصیت کا تجزیہ کریں۔ اسی طرح

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کے تعلق بھی ہمیں لا پرواہی نہیں کرنی چاہئے۔ اس لا پرواہی سے ہماری تمام نیکیاں نامقبول ہو جائیں گی۔ اس ضمن میں بھی ہزاروں فتوے ہمارے سامنے ہیں اور حال ہی میں پاکستان کی اسمبلیوں نے بھی گستاخ رسول کی سزا موت کا قانون منظور کر لیا ہے۔

کچھ فتوے ذرا ملاحظہ تو فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے والوں کے لیے کتنے سخت حکم موجود ہیں۔

(ز)

”حضرات انبیاء و کرام کو فواحش کی طرف نسبت کرتے مثلاً یوسف علیہ السلام کو زنا کا قصد کرنے والا بتانے والا کافر ہے۔
(مجمع الانہر جلد اول صفحہ 69)

(ب)

”جن چیزوں کے کرنے سے کوئی مسلمان کافر ہوتا ہے۔ انہیں میں سے کسی نبی کو جھٹلانا یا جھوٹ کے قصد کی ان کی طرف نسبت کرنا یا انہیں گالی دینا توہین کرنا یا ان کی عزت گھٹانا ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ ان باتوں میں ہر بہر بات کرنے والا کافر ہوگا۔ یعنی ان تمام افعال میں سے کوئی ایک بھی اگر مسلمان کرے گا تو کافر مرتد ہوگا۔
(اعلام بقواطع الاسلام)

(ج)

جو دعویٰ اسلام حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی

آخر میں ابوالبیان شیخ القرآن حضرت مولانا مفتی غلام علی اودھاری مدظلہ العالی کا شکریہ ادا نہ کروں تو میں سمجھتا ہوں کہ بات بالکل ہی ادھوری رہ جائے گی۔ یہ وہ عالم دین ہیں کہ جو اپنے ٹوٹے پھوٹے گھر (وہ بھی ذاتی نہیں ہے۔ کسی کا ہے) سے دارالعلوم اشرف الملائک تک پیدل یا پٹائی سی سائیکل پر آتے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے شاگرد آج کہاں سے کہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ اگر یہ بھی چاہیں تو دنیاوی جاہ و منصب کی کمی نہیں۔ لیکن یہ درویش ہیں۔ اور درویشی کی حالت میں ہی اس دنیا سے پردہ فرما جائیں گے۔ میرے پاس الفاظ نہیں۔ اگر کچھ الفاظ ذہن میں آئے بھی تھے تو حضرت غلام علی (علی کے غلام) کا نام سامنے آتے ہی ایسا محسوس ہوا کہ یہ الفاظ ان کی بلند شان کے قابل کہاں۔ ان کی کمال محبت اور شفقت ہے۔ کہ جب بھی میں ان کے پاس گیا ہوں۔ ہر کام چھوڑ کر وہ مجھ سے ملے۔ وقت دیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا دروازہ ہر وقت ہر ایک کے لیے کھلا ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین !

سُطَانُ الْمَحَابَّةِ

میرے آقاؐ نے نعمت
پہ لاکھوں سلام

○
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام۔ شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
بے سہیم و قسیم و عدیل و مشیل
جو ہر فردِ عزت پہ لاکھوں سلام

○
مجھ سے پرکس کی دولت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے بے بس کی ثروت پہ لاکھوں سلام

○
بھائیوں کیلئے ترکِ پستان کریں
دو دھڑ پتیلوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

○
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ناں۔ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
صلی اللہ علیہ وسلم

از: ۱۔ اعلیٰ حضرت مجددِ امام

علامہ ارشد القادری کی کتاب

زلزلہ

اور

زیر وزبر

”زلزلہ“ اور ”زیر وزبر“

کے بعد

○

پیارے طلباء اور نوجوان ساتھیو!

قرآن مجید کا ترجمہ کرنے میں علمائے دیوبند و دہلویہ نے بنیادی غلطیاں کر کے امت مسلمہ کے اندر جو انتشار پیدا کر دیا ہے۔ وہ کتاب ”ایک قرآن ایک ترجمہ“ کے مطالعہ کے بعد بالکل واضح صورت میں ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ دراصل یہ لوگ ایک عام عالم دین تو تھے۔ لیکن تحقیق و فکر اس مقام پر فائز نہ تھے۔ جہاں تائید خداوندی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی توجہ حاصل ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف قرآن مجید کے ترجمہ و مفہم بیان کرنے میں بنیادی غلطیاں کر کے مسلمانوں کو گمراہیوں میں بانٹ دیا۔ بلکہ ان کا ذہن اور مذہب تصادف کا شکار ہو کر رہ گیا۔

اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کیا علمائے دیوبند و دہلویہ

کا خود ساختہ مذہب و نظریہ واقعی تصادات کا مجموعہ ہے؟

سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ آج ہی علامہ ارشد القادری کی کتاب

”زلزلہ“ اور پھر انکی دوسری کتاب ”زیر وزبر“ کا مطالعہ کریں۔

جو نوجوان طالب علم ابھی تک اس ترک میں مبتلا ہو کہ علمائے دیوبند و دہلیہ کا مذہب مستند و نظریوں کا پلستہ نہیں ہے۔ تو اُسے چاہئے کہ وہ ارشد القادری کی کتاب "زلزلہ" کا مطالعہ کرے اگر اس آسان نسخہ پر عمل کر کے بھی کوئی بھائی اپنا شک دور کرنے کی زحمت نہیں کرتا ہے تو پھر اپنے آپ پر ظلم کا وہ خود ذمہ دار ہے۔

"زلزلہ" یہ وہی کتاب ہے جس کو پڑھنے کے بعد دیوبندیوں کے مقبول رسالے "ماہنامہ تجلی دیوبند" کے سابق ایڈیٹر مولانا عامر عثمانی نے دیوبند مذہب کے اُن واقعات کو دیوبند پر مارنے کی رائے دی تھی۔ یہ بزرگوں کی عظمت و شجاعت کو نہ کیسے بیان کئے گئے ہیں۔ اور جو اپنے اندر وہی دیوبالائی رنگ رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بیوی مسک کو ناقص اور گمراہ قرار دیا گیا تھا۔ مولانا عامر عثمانی نے تحریر کیا تھا۔

"حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے بزرگ جب فتوے کی زبان میں بات کرتے ہیں۔ تو ان احوال و عقائد کو بر ملا ترک، کفر بدعت و گمراہی قرار دیتے ہیں۔ جن کا تعلق۔

غیب کے علم اور روحانی تصرف اور

تصویر شیخ اور استدلال بالادراج

جیسے امور سے ہے۔ لیکن جب طریقت و تصوف کی زبان میں کلام کرتے ہیں تو یہی

چیزیں عین ابر و واقعہ عین کمال و ولایت اور

عین علامت بزرگی بن جاتے ہیں۔

ماہنامہ تجلی دیوبند۔ دسمبر نومبر ۱۹۷۶ء

کالجوں اور یونیورسٹی کے طلباء

علامہ ارشد القادری کی کتاب "زلزلہ" کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ مخالفین نے اس کے جواب میں چھ سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ اس کے باوجود وہ "زلزلہ" کا جواب ابھی تک نہیں دے سکے ہیں۔

"زلزلہ" "زیر دہر" اور تبلیغی جماعت ان تینوں کتابوں کے اثرات زائل کرنے کیلئے ایک خاص لابی کالجوں اور یونیورسٹی کے طلباء میں علم غیب۔

الہام۔ کشف۔ اور وحی کے موضوعات کی خود ساختہ تشریح کو محقق اور آسان الفاظ میں بیان پر کام کر رہی ہے۔ اب طلباء اور نوجوانوں کے پاس اسنادِ وقت تو ہے۔ نہیں کہ وہ مزید تحقیق کریں۔ اور ان موضوعات پر بڑی مغفل اور مدلل کتابوں کا مطالعہ کریں۔ ان مسائل پر اعلیٰ حضرت مجددِ امام احمد رضا نے تحقیق کی انتہا کہ کے مخالفین کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا ہے۔ لیکن شر اور شیطان کا طریق واردات ہوتا ہے۔ کہ وہ دیک کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور جب بھی وقت ملتا ہے۔ داؤ لگاتا ہے۔ حق پرست گروہ کے ذمہ دار افراد کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر شعبہ ہائے زندگی پر گہری نظر رکھیں۔ جہاں شیطانی حملے نئے نئے ہر دپ میں نظائیں دیں پر اہل علم اسی انداز سے اُس کا دفاع کریں۔

لہذا

علامہ ارشد القادری ایسے قلم کار کی پھر ضرورت ہے۔ کہ وہ ایک ایسی

کتاب تحریر کرے کہ جو مذکورہ بالا موضوعات پر مختصر ترین پرکشش کتاب ہو۔

جو آرٹ پیپر پر جدید انداز میں طبع ہو۔ تاکہ کالج اور یونیورسٹی کے طلباء کو ہر سطح

پر متوجہ کر سکے۔ کتاب میں سب سے پہلے صحیح عقائد ہوں۔ پھر غلط عقائد کیسے تھمواؤں

ہوں۔ اسکے بعد قرآن و سنت کی روشنی میں عام فہم دلائل ہوں۔ اور باطل تصورات کا رد ہو۔ وغیرہ

پانچ منصوبے

نہ علم ہے۔ نہ عمل ہے۔ نہ وسائل ہیں۔ بس ایک جذبہ ہے جس کے تحت میں نے اپنی ذات کے سامنے پانچ منصوبے رکھے ہوئے ہیں۔ جن پر اپنی استطاعت و بہمت کے مطابق کام کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔

پہلا منصوبہ

پہلے منصوبہ کا تعلق میری ذات سے ہے جس کے تحت میں تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف ہوں۔ اس منصوبہ کے تحت حسب ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

- 1۔ ایک قرآن ایک ترجمہ جلد اول
- 2۔ ایک قرآن ایک ترجمہ جلد دوم
- 3۔ ذمہ دار حکومت یا تاریخ دان
- 4۔ اعلیٰ حضرت اور معیشت مصطفوی
- حسب ذیل تالیفات زیر کتابت ہیں۔
- 1۔ ارباب سیاست توجہ کریں۔
- 2۔ علمائے کرام کی خدمت میں۔
- 3۔ موازنہ قرآن منہی۔
- یہ کتابیں زیر تالیف ہیں۔

- 1۔ سپریم مین۔
- 2۔ سپریم چودھویں صدی۔
- 3۔ سپریم پندرہویں صدی۔
- 4۔ بدعتوں کا اصل مخالف۔

پانچ منصوبے



- 5 - تین گروہ اور بدعتیں - 6 - چوتھا گروہ کفار - 7 - مجید امام اور دو قوی نظریہ - 8 - سیاسی انتشار اور فرقہ پرستی کے خاتمہ کا واضح نعرہ - 9 - موازنہ حدیث نبوی -

دوسرا منصوبہ

دوسرے منصوبے کا تعلق "مورخین حق" سے ہے۔ پاکستان میں برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کی جو کتابیں ماضی میں سکولوں اور کالجوں کے تعلیمی نصاب میں شامل رہی ہیں۔ ان میں حقائق کے خلاف واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ اور ایک گہری سازش کے تحت قوم کے نوہالان و نوجوانان اور طلباء کو غلط اور غیر مستند تاریخ پر ٹھائی جاتی رہی ہے۔ لہذا دوسرے منصوبے کے تحت ہم سب مسلمانوں کا فرض بنتا ہے کہ ہم پاک و ہند کے "مورخین حق" کو تاریخ کی سچی اور مستند کتابیں لکھنے کی طرف متوجہ کریں۔ اس سلسلہ میں میں نے مختلف تاریخ نگاروں سے خط و کتابت کی ہے۔ اور مورخین اور حضرات حکومت کو متوجہ کرنے کیلئے ایک مختصر رسالہ "ذمہ دار حکومت یا تاریخ دان" تحریر کر کے شائع کیا ہے۔

تیسرا منصوبہ

تیسرے منصوبے کا تعلق ہمیشہ دانوں سے ہے۔ پاکستان کے موجودہ نظام اور منافقانہ استحصالی معاشی نظام کے مقابلہ میں ہمارے معیشت دانوں کو چاہئے کہ وہ اسلامی معاشی نظام "معیشت مصطفوی" پر کام

کریں۔ معیشت دانوں کو اس طرف متوجہ کرنے کیلئے ان سے خط و کتابت کا پروگرام ہے۔ اور ایک مختصر رسالہ "الحضرت اور معیشت مصطفوی" شائع کیا ہے۔ مسلمان بھائیوں سے درخواست ہے کہ وہ بھی خط و کتابت اور دیگر ذرائع سے معاشی ماہرین کی اس طرف توجہ مبذول فرمائیں۔

چوتھا منصوبہ

چوتھے منصوبے کا تعلق سیاست دانوں سے ہے۔ بے مقصد سیاست کاری کی حوصلہ شکنی اور بامقصد سیاست کے استحکام کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ سیاست دانوں کی توجہ کیلئے ایک رسالہ "سیاست دان توجہ کریں" زیر کتابت ہے۔ سیاست دانوں سے خط و کتابت بھی جاری ہے۔

پانچواں منصوبہ

پانچویں منصوبے کا تعلق ہمارے قابل احترام "علماء حق" سے ہے۔ ان سے خط و کتابت جاری ہے۔ اور انہیں متوجہ کرنے کیلئے ایک رسالہ "علمائے کرام کی خدمت میں" زیر کتابت ہے۔

پیارے مسلمان ساتھیو! یہ پانچ منصوبے بہت اہم ہیں۔ ان کے کامیابی سے کتابت میں ذکر کرنے کا مقصد صرف ہے کہ ہر مسلمان بھائی اپنے چوبیس گھنٹوں میں سے ایک دو گھنٹہ نکال کر ان منصوبوں پر اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کام کرے۔ تو اللہ اس سے ایک تو ہمارے تاریخ دان، معیشت دان، سیاست کار اور علماء کرام اپنے فرائض منصبی کا بھرپور احساس کریں گے۔ عوام کی دلچسپی کو دیکھ کر تحقیق کے میدان میں ان کے حوصلے بلند تر رہیں گے۔ اور اس طرح تحقیق کا کام جوش و خروش سے ہو گا۔ مہینوں میں سو جائے گا۔

